نُورِ نَبُوّت نُورِ الٰہیؒ

خواجہ شمس الدین عظیمیؔ

VOL: 01

جنوری 1980 تا نومبر 1990

KSARS
Khwaja Shamsuddin Azeemi Research Society
www.ksars.org

Khwaja Shamsuddin Azeemi Research Society

جنوری 1980ء

نور الٰہی

زیادہ منافع کمانے کے لالچ میں جو لوگ ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں۔ چیزوں میں ملاوٹ کرتے ہیں، غریبوں کی حق تلفی کرتے ہیں اور مخلوق خدا کو پریشان کرتے ہیں وہ سکون کی دولت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ان کی زندگی اضطراب اور بے چینی کی تصویر ہوتی ہے۔ وہ ظاہرا طور پر کتنے ہی خوش نظر آئیں، ان کا دل روتا رہتا ہے، ڈر اور خوف سائے کی طرح ان کے تعاقب میں رہتا ہے، وہ کسی کو اپنا ہمدرد نہیں سمجھتے اور کوئی ان کا ہمدرد نہیں ہوتا۔ جب چیزیں سستی ہوتی ہیں تو وہ غم میں گھلتے رہتے ہیں اور جب چیزوں کے دام بڑھ جاتے ہیں تو ان کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ اس تجارت کو کبھی ذہنوں سے اوجھل نہ ہونے دیجئے جو دردناک عذاب سے نجات دلانے والی ہے اور جس کا نفع فانی دولت نہیں بلکہ ہمیشہ کامرانی اور لازوال عیش ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اے مومنو! میں تمہیں ایسی تجارت کیوں نہ بتاؤں؟ جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دلائے۔ تم خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور خدا کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کرو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم علم سے کام لو۔''

''ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے ہلاکت ہے جو لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا پورا لیں اور جب ان کو ناپ یا تول کر دیں تو کم کر کے دیں (اشیاء میں ملاوٹ بھی ناپ تول میں کمی کے زمرہ میں آتا ہے)۔ کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ یہ زندہ کر کے اٹھائے بھی جائیں گے۔ ایک بڑے ہی سخت دن میں جس دن تمام انسان رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔''

نور نبوت

زندگی میں مومن کو جو اعلیٰ کارنامے دینا ہیں اور فی الارض خلیفہ کی جس عظیم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ جسم میں جان ہو، ارادوں میں مضبوطی ہو، حوصلوں میں بلندی ہو اور زندگی ولولوں، اُمنگوں اور اعلیٰ جذبات سے بھرپور ہو۔ صحت مند اور زندہ دل افراد سے ہی زندہ قومیں بنتی ہیں اور ایسی ہی قومیں اعلیٰ قربانیاں پیش کر کے اپنا مقام پیدا کرتی ہیں۔ مسلمان کا مقصد حیات جب دنیا بن جاتا ہے تو وہ غم، غصہ، رنج و فکر، حسد، جان، بدخواہی، تنگ نظری، مردہ دلی اور دماغی الجھنوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہ اخلاقی بیماریاں اور ذہنی الجھنیں معدے کو بُری طرح متاثر کرتی ہیں اور معدے کا فساد، صحت کا بدترین دشمن ہے۔ صحت خراب ہو جاتی ہے تو آدمی بزدل ہو جاتا ہے اور اس کے اوپر خوف چھایا رہتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''میری امت پر وہ وقت آنے والا ہے جب دوسری قومیں اس پر اس طرح ٹوٹ پڑیں گی جس طرح کھانے والے دستر خوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔''

کسی نے پوچھا۔ ''یا رسول اللہ ﷺ! کیا اُس زمانے میں ہماری تعداد اتنی کم ہو جائے گی کہ ہمیں نگل لینے کے لئے قومیں متحد ہو کر ہم پر ٹوٹ پڑیں گی؟''

ارشاد فرمایا:

''نہیں! اُس وقت تمہاری تعداد کم نہ ہو گی بلکہ تم بہت بڑی تعداد میں ہو گے، البتہ تم سیلاب میں بہنے والے تنکوں کی طرح بے وزن ہو گے۔ تمہارے دشمنوں کے دل سے تمہارا رعب نکل جائے گا اور تمہارے دلوں میں پست ہمتی گھر کر لے گی۔''

اس پر ایک آدمی نے عرض کیا۔ ''یا رسول اللہ ﷺ! یہ پست ہمتی کس وجہ سے آئے گی؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اس وجہ سے کہ تم دنیا سے محبت اور موت سے نفرت کرنے لگو گے۔''

فروری 1980ء

نور الٰہی

ظلم و بربریت اور فتنہ و فساد کی ہیبت ہو یا قدرتی عذابوں کی تباہ کاریوں کا خوف، ہر حال میں بصیرت کے ساتھ اس کے اصل اسباب کا سراغ لگایئے اور سطحی تدبیروں پر وقت ضائع کرنے کی بجائے کتاب و سنت کے مطابق اپنی تمام صلاحیتوں کو کام میں لا کر صراط مستقیم پر قدم بڑھا دیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الشوریٰ میں فرمایا ہے:

''اور تم پر جو مصائب آتے ہیں وہ تمہارے ہی کرتوتوں کا نتیجہ ہیں اور خدا تو بہت خطاؤں سے در گذر کرتا ہے۔''

''اور تم سب مل کر خدا کی طرف پلٹو، اے مومنو! تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

گناہوں کے ہیبت ناک دلدل میں پھنسی ہوئی اُمّت جب اپنے گناہوں پر نادم ہو کر خدا کی طرف پھر جذبہ ٔ زندگی کے ساتھ پلٹتی ہے اور انتہائے ندامت سے اپنے گناہوں کی گندگی دھو کر پھر خدا سے عہد وفا استوار کرتی ہے تو اس کیفیت کو قرآن توبہ کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے اور توبہ ہی ہر طرح کے فتنہ و فساد اور خوف و دہشت سے محفوظ ہونے کا حقیقی علاج ہے۔

حضور قلب کے ساتھ خدا کو یاد کیجئے، دل و دماغ، احساسات، جذبات، افکار و خیالات ہر چیز سے پوری طرح خدا کی طرف رجوع ہو کر یکسوئی اور دھیان کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کیجئے اور ساری زندگی کو تعلق اللہ کا نمونہ بنایئے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک سوکھی ٹہنی کو زور زور سے ہلایا، سب پتّے ٹہنی ہلانے سے جھڑ گئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔ صلوٰۃ قائم کرنے والوں کے گناہ اسی طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح اس سوکھی ٹہنی کے پتّے جھڑ گئے اور اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

''اور نماز قائم کرو دن کے دونوں کناروں پر اور کچھ رات گئے اور بلاشبہ عمل خیر برائیوں کو مٹا دیتا ہے۔ یہ نصیحت ہے نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے۔''

اللہ تعالٰی کے ساتھ ربط قائم ہو جانے سے انسان کا دل مطمئن ہو جاتا ہے اور اس کے اوپر سکون کی بارش برستی رہتی ہے۔ روحانیت میں قیام صلوٰۃ کا ترجمہ ربط قائم کرنا ہے یعنی اپنے اللہ سے ہر حال اور ہر حرکت میں تعلق اور ربط قائم رکھا جائے۔ نماز کے ذریعے خدا سے قربت حاصل کیجئے۔ بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ اس کے حضور سجدہ کرتا ہے۔

نور نبوت

دشمنوں کی فتنہ انگیزی اور ظلم و ستم سے گھبرا کر، بے ہمت، بزدل اور پریشان ہو کر، بے رحموں کے سامنے سرنگوں ہو کر اپنے قومی وقار کو داغدار کرنا، دراصل احساس کمتری اور خود کو ذلیل کرنے کی علامت ہے، اس کمزوری کا کھوج لگایئے کہ آپ کے دشمن میں آپ پر ستم ڈھانے اور آپ کے ملی تشخص کو پائمال کرنے کی جرأت کیوں ہوئی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی دو وجہیں بتائی ہیں:

۱۔ مسلمان دنیا سے محبت کرنے لگیں گے۔

۲۔ موت اُن کے اوپر خوف بن کر چھا جائے گی۔

مسلمان کی تعریف یہ ہے کہ حالات کیسے بھی لرزہ خیز ہوں، وہ حق کی حمایت میں کبھی کوتاہی نہیں کرتا۔ شدید آزمائش میں بھی حق کا دامن نہیں چھوڑتا۔ کوئی موت سے ڈرائے تو وہ مسکرا دیتا ہے اور شہادت کا موقع آئے تو شوق و جذبے کے ساتھ اس کا استقبال کرتا ہے۔

ان اجتماعی امراض کے خلاف برابر جہاد کرتے رہیئے جن سے سوسائٹی پرخوف و دہشت کی گھٹائیں چھا جاتی ہیں اور پھر دشمنوں کے تسلط سے قوم بے بس ہو کر رہ جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جس قوم میں خیانت کا بازار گرم ہو جائے گا خدا اس قوم کے دلوں میں دشمن کا خوف اور دہشت بٹھا دے گا۔ جس معاشرے میں ناپ تول میں کمی اور ملاوٹ کا رواج عام ہو جاتا ہے وہ ضرور قحط کا شکار ہو گی اور جہاں ناحق فیصلے ہوں گے وہاں لازماً خونریزی ہو گی۔ جو قوم بھی بدعہدی کرے گی اس پر بہرحال دشمن کا تسلط ہو کر رہے گا۔

خوف و دہشت کا غلبہ ہو جائے تو اصلاح نفس کے ساتھ ساتھ یہ دعا پڑھیئے انشاءاللہ ڈر اور خوف سے نجات مل جائے گی اور اطمینان قلب نصیب ہو گا۔

ایک شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! مجھ پر دہشت طاری رہتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ یہ دعا پڑھو۔ اس نے اس دعا کا ورد کیا۔ خدا نے اس کے دل سے دہشت دور کر دی۔

سبحان اللہ الملک القدوس رب الملائکۃ والروح جللت السموات والارض بالعزۃ والجبروت

ترجمہ: '' پاک و برتر ہے اللہ، بادشاہ حقیقی، عیبوں سے پاک، اے فرشتوں اور جبرئیل کے پروردگار! تیرا ہی اقتدار اور دبدبہ آسمانوں اور زمین پر چھایا ہوا ہے۔''

اگر خدانخواستہ کسی خطہ میں مسلمان قوم دشمن کے نرغے میں پھنس جائے تو ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھنی چاہئے۔

اللّٰھم استر عوراتنا وامن روعاتنا

ترجمہ: ''خدایا! تو ہماری عزت وآبرو کی حفاظت کر اور خوف وہراس سے امن عطا فرما۔

مارچ 1980ء

نور الٰہی

قیامت میں خدا فرمائے گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں جو صرف میرے لئے لوگوں سے محبت کیا کرتے تھے، آج میں ان کو اپنے سائے میں جگہ دوں گا۔ قیامت کے دن ایسے لوگوں کو جو قابل رشک شان و شوکت حاصل ہو گی اُن کے لئے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

''خدا کے بندوں میں کچھ ایسے ہیں جو نبی اور شہید تو نہیں ہیں لیکن قیامت کے روز خدا اُن کو ایسے مرتبوں پر سرفراز فرمائے گا کہ انبیاء اور شہداء بھی ان کے مرتبوں پر رشک کریں گے۔''

صحابہؓ نے پوچھا۔ وہ کون خوش نصیب ہوں گے یا رسول اللہ ﷺ؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

''یہ وہ لوگ ہیں جو آپس میں ایک دوسرے سے محض خدا کے لئے محبت کرتے تھے۔ نہ یہ آپس میں رشتہ دار تھے اور نہ اُن کے درمیان کوئی لین دین تھا۔ خدا کی قسم! قیامت کے روز ان کے چہرے نور سے جگمگا رہے ہوں گے۔ جب سارے لوگ خوف سے کانپ رہے ہوں گے تو انہیں کوئی خوف نہ ہو گا اور جب سارے لوگ غم میں مبتلا ہوں گے اس وقت انہیں قطعاً کوئی غم نہیں ہو گا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

''سنو! اللہ کے چاہنے والوں کے لئے نہ کسی بات کا خوف ہو گا اور نہ کسی قسم کا غم!''

دوستی کے انتخاب میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ جن لوگوں سے آپ قلبی تعلق بڑھا رہے ہیں ان کی اخلاقی حالت کیسی ہے۔ دوستوں کی صحبت میں بیٹھ کر وہی رجحانات اور خیالات پیدا ہوتے ہیں جو دوستوں میں کام کر رہے ہیں۔ لہٰذا قلبی لگاؤ اسی سے بڑھانا چاہئے کہ جس کا ذوق، افکار و خیالات اور دوڑ دھوپ اسوۂ حسنہ کے مطابق ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''مومن مرد اور عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست اور معاون ہیں۔''

دوستوں پر اعتماد کیجئے، انہیں افسردہ نہ کیجئے۔ ان کے درمیان ہشاش بشاش رہیئے۔ دوستی کی بنیاد خلوص، محبت اور رضائے الٰہی پر ہونی چاہئے نہ کہ ذاتی اغراض پر۔ ایسا رویہ اپنایئے کہ دوست احباب آپ کے پاس بیٹھ کر مسرت، زندگی اور کشش محسوس کریں۔

نور نبوت

حضور اکرم ﷺ نے دو دوستوں کی ملاقات کا ایمان افروز نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا:

''ایک شخص اپنے دوست سے جو کسی دوسری بستی میں تھا، ملاقات کے لئے چلا۔ خدا نے اس کے راستے پر ایک فرشتے کو بٹھا دیا۔ فرشتے نے اس سے پوچھا۔ ''کہاں کا ارادہ ہے؟'' اس نے جواب دیا۔ ''اس گائوں میں اپنے بھائی سے ملاقات کے لئے جا رہا ہوں''۔ فرشتے نے کہا۔ ''کیا تمہارا اس پر کوئی حق نعمت ہے جو وصول کرنے جا رہے ہو؟'' اس نے کہا۔ ''نہیں! بس صرف اس غرض سے اس کے پاس جا رہا ہوں کہ میں اس سے خدا کی خاطر محبت کرتا ہوں۔'' فرشتے نے کہا۔ ''تو سنو! مجھے خدا نے تمہارے پاس بھیجا ہے اور یہ بشارت دی ہے کہ وہ بھی تجھ سے ایسی ہی محبت رکھتا ہے جیسی تو اس کی خاطر اپنے دوست سے رکھتا ہے۔''

حضور ﷺ کا ایک اور ارشاد ہے کہ

''قیامت کے روز جب عرش الٰہی کے سوا کہیں کوئی سایہ نہ ہو گا، سات قسم کے افراد عرش الٰہی کے سائے میں ہوں گے۔ ان میں ایک قسم کے افراد وہ آدمی ہوں گے جو محض خدا کے لئے ایک دوسرے کے دوست ہوں گے۔ خدا کی محبت نے انہیں باہم جوڑا ہو گا اور اس بنیاد پر وہ ایک دوسرے سے جدا ہوئے ہوں گے۔ یعنی ان کی دوستی خدا کی خاطر ہو گی اور زندگی بھر وہ اس دوستی کو قائم رکھنے اور نبھانے کی کوشش کریں گے اور جب ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے جدا ہو کر دنیا سے رخصت ہو رہا ہو گا تو اسی حال میں کہ ان کی یہ دوستی قائم ہو گی اور اس دوستی کی حالت میں وہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہوں گے۔''

ایک شب اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ سے فرمایا: ''مانگئے۔'' آپ ﷺ نے دعا کی:

''خدایا! میں تجھ سے نیک کاموں کی توفیق چاہتا ہوں اور بُرے کاموں سے بچنے کی قوت چاہتا ہوں اور مسکینوں کی محبت چاہتا ہوں اور یہ کہ تو میری مغفرت فرما دے اور مجھ پر رحم فرمائے اور جب تو کسی قوم کو عذاب میں مبتلا کرنا چاہے تو مجھے اس حال میں اٹھا لے کہ میں اس سے محفوظ رہوں اور میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں اور اس شخص کی محبت کا سوال کرتا ہوں جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور اس عمل کی توفیق چاہتا ہوں جو تیرے قرب کا ذریعہ ہو۔''

جولائی 1980ء

نور الٰہی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلے کے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم متقی بن جائو۔''

ماہ رمضان کے روزے ایک پروگرام ہے۔ اس بات سے متعلق کہ انسان اپنی روح اور غیب سے متعارف ہو جائے۔ پروگرام ہمیں آہستہ آہستہ مظاہر سے دور لے جاتا ہے۔ اگرچہ انسان مظاہر میں پھنسا رہتا ہے لیکن اس کی روح مظاہر سے ہٹ کر اللہ سے قریب ہو جاتی ہے اور انسان اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''میں تمہاری رگِ جان سے زیادہ قریب ہوں۔''

روزے کے پروگرام سے اسی وقت مکمل ثمرات حاصل کئے جا سکتے ہیں جب اس کی حقیقی روح کو مد نظر رکھ کر اس پر عمل کیا جائے۔ مرغن اور ثقیل غذائوں سے پرہیز، نیند کے وقفے میں حتی الامکان کمی، گفتگو میں احتیاط، یہ اعمال حقیقی اور مکمل روزے کا لازمہ ہیں۔ ان باتوں پر عمل پیرا ہو کر انسان اس نکتہ پر آجاتا ہے جہاں مظاہر کی نفی شروع ہوتی ہے اور غیب منکشف ہوتا ہے۔

رمضان کے مہینے سے قرآن پاک کو خصوصی مناسبت ہے۔ قرآن پاک اسی مہینے میں نازل ہوا اور دوسری آسمانی کتابیں بھی اس مہینے میں نازل ہوئیں۔ قرآن پاک کی تلاوت کیجئے کہ روزہ میں آدمی کے اندر تفکر کے دروازے کھل جاتے ہیں اور قرآن سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔

رمضان کے آخری عشرے میں زیادہ سے زیادہ شب بیداری اور عبادت کا اہتمام کیجئے۔ اسی عشرے کی ایک رات ''لیلۃ القدر'' ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''ہم نے نازل کیا اس کو ''لیلۃ القدر'' میں اور لیلۃ القدر محیط ہے ہزار مہینوں کو۔ اس رات میں ملائکہ اور روح اترتے ہیں اپنے رب کے حکم سے اور یہ رات امان اور سلامتی کی ات ہے طلوع فجر تک۔''

روزہ دراصل تزکیہ نفس اور خود احتساب کا عمل اور اس کے لئے آداب متعین کرتا ہے۔

روزہ میں نہایت اہتمام کے ساتھ ہر بُرائی سے دور رہنے کی بھرپور کوشش ہماری ذمہ داری ہے۔اپنی زبان اور قلب کو ذکر الٰہی میں مصروف رکھئے۔آپ کا کوئی بھائی زبان سے بے شرمی کی بات کہے۔گالم گلوچ کرے، شور و ہنگامہ پر آمادہ ہو تو آپ خاموشی اختیار کیجئے اور اس کو بتا دیجئے کہ آپ روزے سے ہیں۔

نور نبوت

پورے اہتمام اور اشتیاق کے ساتھ رمضان المبارک کا چاند دیکھنے کی کوشش کیجئے اور چاند دیکھ کر دعا پڑھئے:

اللہ اکبر اللّٰھم اھلہ علینا بالامن والایمان والسلامۃ والاسلام والتوفیق لما تحب وترضی ربنا و ربک اللہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

"لوگو! تم پر ایک بہت عظمت اور برکت کا مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں ایک رات ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔خدا نے اس مہینے کے روزے فرض کئے ہیں..."

اس مبارک مہینے میں انسان اللہ کی خاطر کھانا پینا ترک کر دیتا ہے۔اس لئے اس پر اللہ کی رحمت کا دامن بھی وسیع ہو جاتا ہے، خدا رمضان میں عرش اٹھانے والے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اپنی عبادت چھوڑ دو اور روزہ رکھنے والوں کی دعاؤں پر آمین کہو۔

افطار کے وقت روزہ دار کی دعا قبول کی جاتی ہے۔

رمضان میں بالخصوص اور دیگر مہینوں میں بالعموم مخلوق خدا کی مالی اور اخلاقی ہر طرح سے خدمت کیجئے۔ رمضان کے بارے میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ یہ مہینہ حاجت مندوں اور مستحقین سے مالی اور اخلاقی دونوں طرح کی ہمدردی کا مہینہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف فرماتے تھے۔رمضان کے آخری عشرہ میں نبی راتوں کو زیادہ سے زیادہ جاگ کر عبادت فرماتے اور گھر والوں کو بھی جگانے کا اہتمام کرتے اور پوری توجہ سے خدا کی بندگی میں مصروف ہو جاتے تھے۔اس عشرہ میں اللہ کے لئے بھوکے پیاسے رہنے والے اور اللہ کی عبادت کرنے والے بندے اللہ تعالیٰ کی تجلی کے دیدار سے مشرف ہو جاتے ہیں۔

ایسے روزے سے کوئی فائدہ نہیں اور نہ ایسا روزہ قبول بارگاہ ہے جس میں آدمی دوسروں کو تکلیفیں پہنچائے اور اخلاقی برائیوں کا مرتکب ہو۔

اس کے برعکس صحیح روزہ دار کے لئے روزہ ڈھال بن جاتا ہے۔ قیامت کے روز روزہ سفارش کرے گا اور کہے گا۔ پروردگار! میں نے اس شخص کو دن میں کھانے پینے اور دوسری لذتوں سے روکے رکھا، خدایا! تو اس شخص کے حق میں میری سفارش قبول فرما۔ اور خدا اس کی سفارش قبول فرمائے گا۔

اگست 1980ء

نور الٰہی

اس نے تمہیں منتخب فرمالیاہے اور دین کے معاملہ میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی ہے۔ پیروی کرو اُس دن کی جو تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے۔ اُس نے پہلے ہی سے تمہیں مسلم کے نام سے نوازا تھا تا کہ رسول ہمارے لئے دین کی شہارت دیں اور تم دنیا کے سارے انسانوں کے سامنے دین حق کی شہادت دو۔(قرآن کریم)

ہم بحیثیت مسلم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے جانشین ہیں اور ہمیں وہی کام انجام دیناہے جو اللہ کے رسول ﷺ نے انجام دیا ہے۔ جس طرح آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و عمل اور شب وروز کی زندگی سے خدا کے دین کو پھیلانے اور واضح کرنے کا حق ادا کیا ہے۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیروکار کی حیثیت سے ہمیں بھی دنیا کے سارے انسانوں کے سامنے خدا کے دین کو واضح کرنا ہے تا کہ پوری نوع انسانی اللہ کے حقیقی منشاء کو پورا کرنے کے قابل ہو جائے۔ اللہ نے جنات اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ خود اللہ چاہتا ہے کہ بندے اپنی روح سے آشنا ہو کر اللہ کو پہچان لیں۔

جو لوگ خود شناسی سے آگے اللہ کے راستے پر قدم اٹھا چکے ہیں۔ ان کے اوپر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ انسانوں کو اس راستہ پر چلنے کی دعوت دیں جو راستہ صراط مستقیم ہے۔ اور جس راستہ پر چلنے والے لوگوں پر انعام کیا جاتا ہے اور ان کے اوپر عرفان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

اس دعوت کو عام کرنے کیلئے کچھ ضابطے ہیں، اصول اور قاعدے ہیں، ان کو ذہن نشین رکھئے۔

اپنی اصلی حیثیت کو ہمیشہ نگاہ میں رکھئے۔ خود نمائی اور کبر سے بچئے، کوشش پیہم جاری رکھئے۔ اللہ تعالٰی کی مخلوق کی بے لوث خدمت کیجئے۔ مقصد کے لئے زندہ رہئے اور اس ہی کے لئے جان دیجئے۔ اسی کام کو انجام دینے کیلئے خدا نے آپ کو ''خیر امت'' کے عظیم لقب سے سرفراز کیا ہے۔

نور نبوت

پاکیزہ نفس اور روحانیت سے سرشار لوگوں سے محبت بندہ کو خود شناسی سے قریب کرتی ہے۔ یہ کون لوگ ہیں۔ یہ لوگ وہ ہیں جو آپس میں خدا کی خاطر محبت کرتے ہیں۔ بلاشبہ محبت آخرت کی نجات ہے۔

غصہ، نفرت، تفرقہ، بغض و عناد اس مشن کا تشخص ہے جو بارگاہ ایزدی سے معتوب اور گم کردہ راہ ہے۔ یہ مشن کبر و نخوت، ضد اور ذاتی طور پر غرور کا پرچار کرتا ہے۔ اس کردار میں وہ تمام عوامل کارفرما ہیں جن سے بندہ اللہ سے دور ہو جاتا ہے۔ اس کے اوپر تاریکی گھٹا بن کر چھا جاتی ہے، ادبار اور آلام و مصائب اس طرح مسلط ہو جاتے ہیں کہ یہ خود اپنی نظروں میں ذلیل و خوار ہو جاتا ہے۔ بظاہر دنیا کی ہر آسودگی میسر ہوتی ہے لیکن دل میں ایک ایسا ناسور پیدا ہو جاتا ہے کہ اس کے تعفن سے روح کے اندر لطیف انوار اپنا رشتہ منقطع کر لیتے ہیں اور جب قطع و برید کی یہ حالت مزمن ہو جاتی ہے تو انوار کا ذخیرہ پس پردہ چلا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق دلوں پر، کانوں پر مہر لگا دی جاتی ہے اور آنکھوں پر دبیز اور گہرے پردے ڈال دیئے جاتے ہیں۔ یہ محرومی اس کو نہ صرف یہ کہ دنیا میں امن و سکون سے دور کر دیتی ہے بلکہ ایسا بندہ ازلی سعادت اور عرفان حق سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

’’قیامت کے روز کچھ لوگ اپنی قبروں سے اٹھیں گے اور ان کے چہرے نور سے جگمگا رہے ہوں گے۔ وہ قوموں کے منبروں پر بٹھائے جائیں گے۔ لوگ ان کی شان پر رشک کریں گے۔ یہ لوگ نہ نبی ہوں گے، نہ شہید ہوں گے۔‘‘

ایک بدّو نے سوال کیا۔ ’’یا رسول اللہ ﷺ! یہ کون لوگ ہیں ہمیں ان کی پہچان بتا دیجئے۔‘‘

فرمایا۔ ’’ یہ وہ لوگ ہیں جو آپس میں خدا کی خاطر محبت کرتے ہیں۔‘‘

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا دیدار ہوا۔ خدا نے اپنے پیارے نبی ﷺ سے کہا، مانگئے! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ دعا مانگی:

’’اے خدا! میں تجھ سے نیک کاموں کی توفیق چاہتا ہوں اور برے کاموں سے بچنے کی قوت چاہتا ہوں اور مسکینوں کی محبت چاہتا ہوں اور یہ کہ تو میری مغفرت فرما دے اور مجھ پر رحم فرما۔ اور جب تو کسی قوم کو عذاب میں مبتلا کرنا چاہے تو مجھے اس حال میں اٹھا لے کہ میں اس سے محفوظ رہوں اور میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں اور اس شخص کی محبت کا سوال کرتا ہوں، جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور اس عمل کی توفیق چاہتا ہوں جو تیرے قرب کا ذریعہ ہے۔‘‘

اکتوبر 1980ء

نور الٰہی

انسان کو اس دنیا کی زندگی میں طرح طرح کے حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے، کبھی اس پر رنج و غم اور تکالیف کا دور آتا ہے اور کبھی خوشی اور کامیابی اس کے قدم چومتی ہے۔ کبھی جانی و مالی نقصانات اٹھانا پڑتے ہیں اور کبھی مالی منفعت حاصل ہوتی ہے۔ انسان کے جذبات اور اس کی سوچ میں حالات کے ان تلاطم سے تبدیلیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں جب اس پر مصائب کا زمانہ آتا ہے تو وہ بشری تقاضے کے تحت رنج و غم اور تفکرات سے نیم مردہ ہو کر رہ جاتا ہے اور ناامیدی اور احساس کمتری اس کے ذہن پر اپنا قبضہ جمالیتی ہے۔ جذبات کی رو میں آکر وہ قانون قدرت کو بھی بُرا بھلا کہہ بیٹھتا ہے حالانکہ وہ قانون قدرت سے واقفیت ہی نہیں رکھتا۔

اس کے برعکس جب اس پر خوش حالی کے دروازے کھلتے ہیں اور خوشیاں اس کے حصہ میں آتی ہیں تو وہ ان حالات کو اپنی قوت بازو پر محمول کرتا ہے اور دولت کے نشہ میں چور ہو کر حد سے تجاوز کر جاتا ہے۔

مومن کی طرز فکر یہ ہوتی ہے کہ وہ ہر حالت چاہے وہ خوشی کی ہو یا غم کی ہو یا مالی فراوانی کی ہو، ایک نظر سے دیکھتا ہے۔ ہر مصیبت میں ثابت قدم رہتا ہے۔ کیسے ہی حالات کیوں نہ ہو وہ کبھی ناامیدی کی دلدل میں نہیں پھنستا۔ اللہ کا شکر ادا کرنا اس کا شعار ہوتا ہے۔ وہ یہ جانتا ہے کہ جس طرح خوشی کا زمانہ آتا ہے اسی طرح مصائب کا دور آنا بھی ایک رد عمل ہے۔ وہ آزمائش کے زمانے میں جدوجہد اور عمل کے راستے کو ترک نہیں کرتا کیونکہ اس کی پوری زندگی ایک پیہم جدوجہد ہوتی ہے۔

تمام انبیاء کرام کا ذہن یہی تھا کہ وہ ہر معاملے میں اللہ پر بھروسہ کرتے تھے اور ہر آزمائش میں اللہ کے شکر کے ساتھ ثابت قدم رہتے تھے۔ شکایت کا کوئی کلمہ ان کے لبوں سے ادا نہیں ہوتا تھا۔ قرآن پاک نے حضرت ایوب علیہ السلام کو اللہ پر توکل اور مشکلات میں ثابت قدمی کا سمبل Symbol بنا کر پیش کیا ہے۔ اس کے برخلاف حضرت سلیمان علیہ السلام کو مالی فراوانی اور خوشحالی میں شکر، انکساری، فروتنی اور سخاوت کا مظہر بنا کر پیش کیا ہے۔

اللہ کے یہی مقدس بندے ہیں جن کے متعلق ارشاد خداوندی ہے:

''اور ہم ضرور تمہیں خوف و خطر، بھوک، جان و مال کے نقصان اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے ان لوگوں کو خوش خبری دے دیجئے جو مصیبت پڑنے پر کہتے ہیں، ہم خدا ہی کے ہیں اور خدا ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے، ان پر ان کے رب کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی اور اس کی رحمت ہو گی اور ایسے ہی لوگ راہ ہدایت پر ہیں۔''

ایک جگہ ارشاد ہے:

''جو مصائب بھی روئے زمین پر آتے ہیں اور جو آفتیں بھی تم پر آتی ہیں وہ سب اس سے پہلے کہ ہم انہیں وجود میں لائیں ایک کتاب میں موجود ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بات خدا کے لئے آسان ہے تا کہ تم اپنی ناکامی پر غم نہ کرتے رہو۔''

نور نبوت

''مومن کا معاملہ بھی خوب ہے وہ جس حال میں بھی ہوتا ہے خیر سمیٹتا ہے۔ اگر وہ دُکھ بیماری اور تنگ دستی سے دوچار ہوتا ہے تو سکون کے ساتھ برداشت کرتا ہے اور یہ آزمائش اس کے حق میں خیر ثابت ہوتی ہے اور اگر اس وخوشی اور خوش حالی نصیب ہوتی ہے تو شکر کرتا ہے اور یہ خوش حالی اس کے لئے خیر کا سبب بنتی ہے۔

کٹھن حالات اور آزمائشوں کے ذریعے قدرت آدمی کی سوچ کو نکھارنے اور اس کو کندن بنانے کا کام بھی لیتی ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

''جتنی سخت آزمائش اور مصیبت ہوتی ہے اتنا ہی بڑا اس کا صلہ ہوتا ہے اور خدا جب کسی گروہ سے محبت کرتا ہے تو اس کو آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے۔ پس جو لوگ خدا کی رضا پر راضی رہیں خدا بھی ان سے راضی ہوتا ہے اور جو آزمائش میں خدا سے ناراض ہوں، خدا بھی ان سے ناراض ہو جاتا ہے۔''

مومن کی مرضی اور رضا اسی امر میں ہوتی ہے جو خدا کی طرف سے ہو اور وہ تمام امور کو اللہ کی جانب سے سمجھتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم پر جاں کنی کا عالم تھا اور وہ نبی ﷺ کی گود میں تھے، اس منظر کو دیکھ کر بربنائے بشریت حضور ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آئے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا۔

''اے ابراہیم! ہم تیری جدائی سے مغموم ہیں مگر زبان سے وہی نکلے گا جو پروردگار کی مرضی کے مطابق ہو گا۔''

مومن کی زندگی میں رضائے الٰہی کو کتنا دخل ہوتا ہے اس کا اندازہ نبی کریم ﷺ کی تلقین کردہ اس دعا سے لگایا جا سکتا ہے کہ

''خدایا! جب تک میرے حق میں زندہ رہنا بہتر ہو مجھے زندہ رکھ اور جب میرے حق میں موت ہی بہتر ہو تو مجھے موت دے دے۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''ذوالنون (حضرت یونس علیہ السلام) نے مچھلی کے پیٹ میں اپنے پروردگار سے جو دعا کی وہ یہ تھی:

لاالٰہ الاانت سبحٰنک انی کنت من الظالمین

''تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو بے عیب و پاک ہے، میں ہی اپنے اوپر ظالم ڈھانے والا ہوں۔''

پس جو مسلمان بھی اپنی کسی تکلیف یا تنگی میں خدا سے یہ دعا مانگتا ہے خدا اسے ضرور قبولیت بخشتا ہے۔

مومن اور کافر کے کردار میں یہ فرق ہے کہ کافر رنج و غم کے ہجوم میں پریشان ہو کر، مایوسی کا شکار ہو جتا ہے بعض اوقات مایوسی اس حد تک اس کے اوپر مسلط ہو جاتی ہے کہ وہ پریشان حالی اور درماندگی کی تاب نہ لا کر خودکشی کا مرتکب بن جاتا ہے۔

اس کے برعکس مومن مصائب وآلام کو صبر و سکون کے ساتھ برداشت کرتا ہے اور بڑے سے بڑے حادثہ پر بھی صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا اور صبر واستقامت کا پیکر چٹان کی طرح اسی جگہ قائم رہتا ہے اور جو کچھ پیش آرہا ہے اس کو اللہ کی مشیئت سمجھ کر اس میں خیر کا پہلو نکال لیتا ہے۔

نومبر 1980ء

نور الٰہی

انسان ہمیشہ سے یہ دعویٰ کرتا چلا آیا ہے کہ وہ جو کچھ کماتا ہے وہ سب اس کی صلاحیتوں کا نتیجہ ہے۔ اس کے زور بازو کا ثمرہ ہے چنانچہ وہ اپنی دولت کا پوری طرح مالک و مختار ہے جس طرح چاہے خرچ کرے، کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ اس سے باز پرس کر سکے۔ قرآن پاک نے قارون کو اس سرمایہ دارانہ اور ابلیسانہ طرز فکر کے نمائندے کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ اس گروہ کا سرغنہ قارون جو کچھ کہتا تھا۔ قرآن ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

''میں نے جو کچھ کمایا ہے اپنی ہنر مندی سے کمایا ہے۔'' (قصص)

معاشرتی اور انفرادی سطح پر اس طرز فکر کی کارفرمائی کی بنیادی وجہ انسان کے اندر سرمایہ پرستی کا ذہن ہے۔

آدمی ہمیشہ سے مال و دولت کا بھوکا اور آسائشوں کا طلب گار رہا ہے۔ دولت سمیٹنے کی دھن ہمیشہ اس کے اوپر سوار رہتی ہے۔ آدم کی اولاد نے ہر جائز و ناجائز طریقے سے دولت اکٹھا کرنے کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا ہے۔ وہ شعور کی حالت میں داخل ہونے سے قبر کا منہ دیکھنے تک دولت اکٹھا کرنے کی دوڑ میں بے لگام گھوڑے کی طرح دوڑتا رہتا ہے۔

''تمہیں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی خواہش نے غفلت میں رکھا یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں۔''

انفرادی حدود میں دولت پرستی کی بیماری آدمی کی انا اور اس کی ذات سے گھن بن کر چپک جاتی ہے۔ اس کی انسانی صفات کو چاٹتی رہتی ہے اور خالق کی عطا کی ہوئی صلاحیتوں کو زنگ آلود کر دیتی ہے۔ آدمی کے باطن میں ایک شیطانی وجود پرورش پانے لگتا ہے جو لمحہ بہ لمحہ بڑا ہو کر اس کی ذات کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ آدمی کی بہترین تخلیقی صلاحیتیں دولت کی حفاظت میں ضائع ہو جاتی ہیں۔ اگر دولت پرستی کا مرض معاشرہ میں پھیل جائے تو قوم کے افراد ایک دوسرے کے حق میں بھیڑیئے بن جاتے ہیں۔ آدمی کے لباسوں میں یہ درندے جب موقع ملتا ہے جھپٹ کر دوسرے کو شکار کر لیتے ہیں۔ یہ لوگ معاشرے میں طرح طرح کے قوانین اور رسوم کو رواج دے کر نچلے طبقہ کا خون چوستے رہتے ہیں۔ قانون قدرت سرمایہ پرستی اور لالچ کو کبھی پسند نہیں کرتا، وہ ایسی قوموں کو غلامی، ذلت اور افلاس کے عمیق غار میں دھکیل دیتا ہے۔

قرآن پاک سرمایہ پرستوں کے اس اوّلین دعوے پر کاری ضرب لگاتا ہے کہ ان کی کمائی اور ان کی دولت ان کی ہنر مندی کا نتیجہ ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ تمہارا یہ خیال کہ رزق کا حصول اور اس کی پیدائش تمہارے زور بازو کا نتیجہ ہے۔ ایک خام خیال ہے۔ فطرت کے قوانین اور اس کے وسائل خود تمہارے لئے مسلسل رزق کی بہم رسانی میں مصروف ہیں۔ سمندروں سے پانی بخارات کی شکل میں زمین پر برستا ہے اور زمین کی مردہ صلاحیتوں میں جان ڈال کر اسے وسائل کی تخلیق کے قابل بنا دیتا ہے۔ زمین طرح طرح کی پیداوار کو جنم دے کر انسان کی پرورش کرتی ہے اور اس کی زندگی کے قیام کے وسائل فراہم کرتی ہے۔ ہوا، سورج کی روشنی اور بہت سے دوسرے عوامل اس دوران فصلوں کو بارآور کرنے میں سرگرم رہتے ہیں اور بلا معاوضہ آدمی کی خدمت کرتے ہیں۔ رزق اور وسائل کے حصول اور عمل میں انسان کی کوشش صرف ہاتھ بڑھا کر روزی حاصل کر لینا ہے۔

نور نبوت

حضور سرور کائنات ﷺ نے جو صفات حمیدہ کے بہترین مظہر اور تکمیل انسانیت کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھے، کبھی دولت کے ارتکاز کو پسند نہیں فرمایا، ہمیشہ اسے لوگوں کی بھلائی کے لئے خرچ کیا۔ کوئی ضرورت مند آپ ﷺ کے دربار سے خالی ہاتھ واپس نہیں لوٹا۔ اگر آپ ﷺ کے پاس کچھ بھی نہ ہوتا تو آپ ﷺ اپنی ضرورت کی اشیاء گروی رکھوا کر سائل کی مدد فرماتے۔ تمام عمر یتیموں، بیوائوں اور حاجت مندوں کی سرپرستی حضور اکرم ﷺ کا شیوہ رہی۔ حضرت خدیجہؓ سے شادی کے بعد جب آپ ﷺ کے اوپر پہلی مرتبہ وحی نازل ہوئی اور یہ تقاضائے بشریت خوف کے آثار ظاہر ہوئے تو حضرت خدیجہؓ نے ان الفاظ میں تسلی دی:

”آپ پریشان نہ ہوں، خدا آپ کو تنہا نہیں چھوڑے گا، آپ یتیموں کے والی ہیں اور بیوائوں کی سرپرستی فرماتے ہیں۔“

ہادیٔ برحق ﷺ نے اپنے پاس مال و زر جمع نہ ہونے کا اتنا اہتمام فرمایا کہ صبح کا درہم شام تک کبھی اپنے پاس نہ رکھا۔ حضور ابوذر غفاریؓ کو نصیحت کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

”اے ابوذر! مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے پاس اُحد کے پہاڑ کے برابر سونا ہو اور تیسرے دن تک اُس میں سے ایک اشرفی بھی میرے پاس باقی رہ جائے، مگر یہ کہ کسی قرض کے ادا کرنے کو رکھ چھوڑوں، میں کہوں گا کہ اس کو خدا کے بندوں میں ایسے ایسے داہنے بائیں اور پیچھے بانٹ دو۔“

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے یہ آیت پڑھی، الھٰکم التکاثر، پھر فرمایا، آدم کے بیٹے کا یہ حال ہے کہ کہتا ہے کہ میرا مال! میرا مال اور تیرا مال تو وہی ہے جو تو نے صدقہ کیا اور آگے بھیج دیا، کھا لیا تو اس کو فنا کر چکا اور پہن لیا تو اس کو پرانا کر چکا۔

حضور ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

''اے آدم کے بیٹے! تیرا دینا تیرے لئے بہتر اور تیرا رکھ چھوڑنا تیرے لئے بُرا ہے۔''

حضور ابو سعید خدریؓ کا بیان ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

''جس کے پاس سواری کے لئے زائد اونٹ ہو وہ اسے دے دے جس کے پاس سواری نہیں۔ جس کے پاس زائد زادرہ ہو وہ اسے دے دے جس کے پاس زادراہ نہیں۔''

حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح مختلف اموال کا ذکر فرماتے رہے حتیٰ کہ ہم نے محسوس کر لیا کہ ضرورت سے زائد مال رکھنے کا ہم میں سے کسی کو حق نہیں ہے۔

نبوت کی اس تعلیم نے ایک ایسے معاشرے کی تشکیل کی جس کا ہر فرد دوسرے کا مددگار اور سرپرست تھا اور جس میں لوگ اپنی کمائی کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بے چین رہتے تھے۔ وہ اسے مواقع کی تلاش میں رہتے تھے کہ جس سے ان کی کمائی مستحقین تک پہنچ جائے۔

☆☆☆☆☆

جنوری 1981ء

نور الٰہی

عامرؓ ایک بار حضرت عمرؓ سے ملنے کے لئے ان کے گھر گئے تو دیکھا کہ حضرت عمرؓ لیٹے ہوئے ہیں اور بچے ان کے سینے پر چڑھے ہوئے کھیل رہے ہیں۔اُن کو یہ بات بہت گراں گزری۔

امیر المومنین نے ان کی پیشانی پر بل دیکھ کر فرمایا۔" آپ اپنے بچوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کرتے ہیں؟"

عامرؓ نے کہا۔" جب میں گھر میں داخل ہوتا ہوں تو گھر والوں پر سکتہ طاری ہو جاتا ہے۔اور سب دم بخود ہو جاتے ہیں"۔

حضرت عمرؓ نے بڑے سوز کے ساتھ فرمایا۔"عامر! امت محمد یہ ﷺ کا فرزند ہوتے ہوئے تم یہ جانتے کہ مسلمان کو اپنے گھر والوں کے ساتھ کس طرح نرمی اور محبت کا سلوک کرنا چاہئے۔"

ماں پر بچے کا حق یہ ہوتا ہے کہ اسے دودھ پلایا جائے۔قرآن پاک نے ماں کا یہی احسان یاد دلایا کہ ماں کے ساتھ غیر معمولی حسن سلوک کی تاکید کی ہے۔بچہ نو مہینے تک ماں کے خون سے پیٹ میں پرورش پاتا ہے۔اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ بچے وہی ذہن اور وہی خیالات اپناتے ہیں جو ماں کے دماغ میں گردش کرتے رہتے ہیں۔ماں کا فرض یہ ہے کہ وہ بچے کو اپنے دودھ کے ایک ایک قطرے کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے طرز عمل کا سبق دیتی رہے۔دودھ کے ہر گھونٹ کے ساتھ نبی ﷺ برحق کا عشق اور دین کی محبت بھی اس کے سراپا میں اس طرح انڈیل دے کہ قلب و روح میں اللہ کی عظمت اور رسول اللہ ﷺ کی محبت رچ بس جائے۔اس خوشگوار فریضہ کو انجام دے کر جو روحانی سکون و سرور حاصل ہوتا ہے اس کا اندازہ ان ہی ماؤں کو ہوتا ہے جو اپنے بچوں کی پرورش حق کے ساتھ کرتی ہیں۔

بچوں کو ڈرانے سے پرہیز کرنا چاہئے کیوں کہ ابتدائی عمر کا یہ ڈر ساری زندگی پر محیط ہو جاتا ہے۔اور ایسے بچے زندگی میں کوئی بڑا کارنامہ انجام دینے کے لائق نہیں رہتے۔اولاد کو بات بات پر ڈانٹنے، جھڑکنے اور بُرا بھلا کہنے سے بچے خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔اس کے برعکس شفقت و محبت اور نرمی کے برتاؤ سے اولاد کے اندر اطاعت و فرماں برداری کے جذبات نشوونما پا کر اولاد کو باسعادت کرتے ہیں۔

اولاد والدین کے کمر کی ٹیک، بڑھاپے کا سہارا اور خاندان کا وقار ہے۔اور پوری نوع انسانی کا سرمایہ ہے!

ماں باپ کا وجود اولاد کے لئے سایہ فگن آسمان کی طرح ہے۔ اگر وہ کچھ مطالبہ کریں تو ان کو خوب دیجئے۔ وہ دل گرفتہ ہوں تو ان کا غم دور کیجئے۔ ان پر ناقابل برداشت بوجھ نہ بنئے کہ وہ آپ کی زندگی سے اُکتا جائیں۔ آپ کی موت کی تمنا کریں اور آپ کے قرب کو دوری سے بدل دیں۔

اپنے بچوں کو حسب مراتب گود میں لیجئے۔ پیار کیجئے، شفقت سے ان کے سر پر ہاتھ پھیریئے۔ تندخو اور سخت گیر ماں باپ سے بچے ابتدائً سہم جاتے ہیں اور پھر نفرت کرنے لگتے ہیں۔ والہانہ جذبۂ محبت سے ان کے اندر خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے اور ان کی فطری نشو و نما پر خوش گوار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

اولاد کو ضائع نہ کیجئے، اولاد کو اپنے اوپر بوجھ نہ سمجھئے۔ معاشی تنگی کی وجہ سے کبھی نہ سوچئے کہ یہ سب اولاد کی وجہ سے ہے۔

خالق کائنات کا فرمان ہے:

’’اور اپنی اولاد کو فقر و فاقہ کے خوف سے قتل نہ کرو۔ ہم ون کو بھی رزق دیں گے اور ہم تمہیں بھی رزق دے رہے ہیں۔‘‘

نور نبوت

دراصل صالح اولاد ہی آپ کے بعد آپ کی تہذیبی روایات، دینی تعلیمات اور پیغام توحید کو زندہ رکھنے کا ذریعہ ہے اور مومن نیک اولاد کی آرزوئیں اسی لئے کرتا ہے کہ وہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو زندہ رکھے گی۔

دوسروں کے سامنے اپنے بچوں کے عیب بیان نہ کیجئے اور نہ کسی کے سامنے ان کو شرمندہ کیجئے۔ ان کی عزت نفس کے آپ محافظ ہیں۔ بچوں کے سامنے ان کی اصلاح سے مایوسی کا اظہار بچوں میں احساس کمتری پیدا کر دیتا ہے یا پھر ان کے اندر ضد اور غصہ بھر جاتا ہے کہ جب ہم خراب اور ناقابل اصلاح ہیں تو اب خراب ہو کر ہی دکھائیں گے۔ بچے کہانیاں سن کر بہت خوش ہوتے ہیں اور انہیں جو کچھ سنایا جاتا ہے وہ ان کے حافظہ میں محفوظ ہو جاتا ہے۔ نہایت پیار و اُنسیت کے ساتھ سنایئے اور ان سے سنئے بھی۔ ہزار مصروفیتوں کے باوجود ان کے لئے وقت نکالئے۔ جب بچے خوش ہوں انہیں بتایئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں سے والہانہ محبت کرتے تھے، بچوں کو دیکھ کر حضور ﷺ کا چہرۂ انور گلنار ہو جاتا تھا۔

ایک مرتبہ ہمارے پیارے نبی ﷺ حضرت حسنؓ کو پیار کر رہے تھے۔ ایک بدو کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا اور کہا۔ ’’یا رسول اللہ ﷺ! آپ بھی بچوں کو پیار کرتے ہیں۔ میرے دس بچے ہیں لیکن میں نے کبھی کسی کو پیار نہیں کیا۔‘‘

رحمت اللعالمین کے چہرۂ مبارک پر ناگواری ظاہر ہوئی اور فرمایا۔ ’’اگر خدا نے تمہارے دل سے رحمت و شفقت کو نکال دیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں!‘‘

بے جالاڈ پیار سے بچے ضدی اور خود سر بن جاتے ہیں۔ ہر جا و بے جا ضد پوری کرنے کی بجائے تحمل اور بردباری کے ساتھ کوشش کیجئے، یہ عادت ختم ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے کرخت آواز کو ناپسند کیا ہے۔ بچوں کے سامنے چیخئے چلایئے نہیں کیوں کہ بچے یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ گلا پھاڑ کر زور سے بولنا بھی کوئی قابل تعریف کام ہے۔ نرمی اور خوش گفتاری اور دھیمے لہجے میں ماں باپ جب بات کرتے ہیں تو بچوں کا لہجہ خود بخود نرم اور شیریں ہو جاتا ہے۔

عادت ڈالئے کہ بچے اپنا کام اپنے ہاتھ سے کریں۔ نوکروں کا سہارا بچوں کو کاہل اور سست اور اپاہج بنا دیتا ہے۔ ان کے اندر زندگی کے گرم و سرد حالات سے نبرد آزما ہونے کی ہمت نہیں رہتی۔ ایسے بچے جفاکش اور محنت کوش نہیں ہوتے۔

کبھی کبھی اپنے بچوں کے ہاتھ سے غریبوں اور مساکین کو کھانا، پیسہ، کپڑا بھی دلوایئے تاکہ ان کے اندر غریبوں کے ساتھ سلوک، سخاوت اور خیرات کا جذبہ پیدا ہو۔ ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایئے۔ ان کے منہ میں نوالے دیجئے۔ ان سے بھی کہئیے کہ وہ اپنے بہن بھائیوں کو اپنے ہاتھ سے کھلائیں۔ اس عمل سے حقوق العباد کا احساس اور انصاف کے تقاضے اپنی پوری رعنائیوں کے ساتھ قالب انسان میں نمو پاتے ہیں۔

جائیداد میں لڑکی کا حصہ پوری دیانت داری اور اہتمام کے ساتھ دینا خدا نے فرض کیا ہے۔ اس میں اپنی طرف سے کمی بیشی کرنے کا کسی کو اختیار نہیں۔ لڑکی کا حصہ دینے میں حیلہ جوئی سے کام لینا خیانت ہے اور اللہ کے دین کی توہین کرنا ہے۔

والدین کی دعائیں اولاد کے حق میں قبول ہوتی ہیں۔ اولاد کیسی بھی ہو ماں باپ کی آنکھوں کا نور ہوتی ہے۔۔ سوز و گداز اور دل جمعی کے ساتھ اولاد کے حق میں دعا کرنا ماں باپ کی عادت ہوتی ہے۔ خدائے رحمان و رحیم دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی دعائیں ضائع نہیں کرتا۔

فروری 1981ء

نور الٰہی

جب کسی مسلمان بھائی سے ملاقات ہو تو اس سے اپنے تعلق اور مسرت کا اظہار کرنے کے لئے اسے سلام کیجئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اے نبی ﷺ! جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے کہیئے، السلام علیکم...''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے مسلمانوں کو تعلیم کردہ یہ انداز تہنیت نہایت سادہ، بامعنی اور پر اثر بھی ہے اور سلامتی و عافیت کی جامع ترین دعا بھی۔

جب آپ اپنے بھائی کو السلام علیکم کہتے ہیں تو اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ اللہ تم کو ہر قسم کی سلامتی و عافیت سے نوازے۔ اللہ تمہارے جان و مال کو سلامت رکھے، گھر بار کی حفاظت کرے، اہل و عیال اور متعلقین خوش و خرم زندگی بسر کریں۔ تمہاری دنیا بھی امن و سلامتی کا گہوارہ بنے اور آخرت میں بھی تمہارے اوپر سلامتی ہو، اللہ تمہیں ان انعامات سے نوازے جو میرے علم میں ہیں اور ان نعمتوں سے بھی نوازے جو میرے علم میں نہیں ہیں... میرے دل میں تمہارے لئے محبت و خلوص کے انتہائی گہرے جذبات ہیں، تم میری طرف سے کبھی کوئی اندیشہ محسوس نہ کرنا۔ میرے طرز عمل سے تمہیں کبھی کوئی دکھ نہ پہنچے گا۔

اللہ تعالیٰ نے سلامتی کو اس دعا کو یہاں تک وسعت دی ہے کہ ارشاد ہے...

''پس جب تم اپنے گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے گھر والوں کو سلام کیا کرو، خدا کی طرف سے تعلیم کی ہوئی دعائے خیر بڑی ہی بابرکت اور پاکیزہ ہے۔''

نور نبوت

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا...

''اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کو فرشتوں کی ایک جماعت کے پاس بھیجتے ہوئے ہدایت کی کہ جائو اور ان بیٹھے ہوئے فرشتوں کو سلام کرو اور وہ سلام کے جواب میں جو دعا دیں اس کو غور سے سننا اور محفوظ رکھنا، اس لئے کہ یہی تمہاری اور تمہاری اولاد کی دعا ہو گی۔''

چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام فرشتوں کے پاس پہنچے اور کہا ''السلام علیکم''

فرشتوں نے جواب میں کہا۔ ''السلام علیک ورحمتہ اللہ''

سلام آپ کے مسلمان بھائی کا حق ہے۔ اس حق کو ادا کرنے میں فراخ دلی کا ثبوت دیجئے، سلام کرنے میں کبھی بخل نہ کیجئے۔

سلام کرنے میں ہمیشہ پہل کرنے کی کوشش کیجئے اور اگر کبھی خدانخواستہ کسی سے ان بن ہو جائے تب بھی سلام کرنے اور صلح وصفائی کرنے میں پہل کیجئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''وہ آدمی خدا سے زیادہ قریب ہے جو سلام کرنے میں پہل کرتا ہے۔''

اپنے بڑوں کو سلام کرنے کا اہتمام کیجئے، چھوٹے بچوں کو بھی سلام کیجئے۔ بچوں کو سلام سکھانے کا یہ بہترین طریقہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی۔

اپریل 1981ء

نورِ الٰہی

دعا ایک ایسی عبادت ہے جس کا بدل دوسری عبادت نہیں ہے۔ دعا ایک ایسا عمل ہے جس میں انسان فی الواقع اپنی نفی کر دیتا ہے اور اپنے پروردگار کے سامنے وہ سب کچھ بیان کر دیتا ہے جو کسی قریب ترین عزیز سے نہیں کہہ سکتا۔ بے شک حاجت روائی اور کارسازی کے سارے اختیارات اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھے ہیں۔ کائنات میں جاری و ساری نظام پر غور کیا جائے تو اللہ کے سوا کسی کے پاس کوئی اختیار نہیں اور یہ جو اختیار کی بات کی جاتی ہے اس میں بھی اللہ کا ہی اختیار کام کر رہا ہے کہ اس نے بندہ کو اختیار استعمال کرنے کی توفیق دی ہوئی ہے۔ سب اپنے خالق کے محتاج ہیں، کوئی نہیں جو بندوں کی پکار سُنے اور ان کی دعائیں قبول کر لے۔

قرآن میں ارشاد ہے کہ:

"اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو۔ اللہ ہی ہے جو غنی اور بے نیاز اور اعلیٰ صفات والا ہے۔

سورۂ اعراف میں ارشاد ہے:

"اور ہر عبادت میں اپنا رُخ ٹھیک اُس کی طرف رکھو اور اُسی کو پکارو اور اس کے لئے اپنی اطاعت کو خاص کر لو۔"

نورِ نبوت

اللہ کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم حرام کر لیا ہے تو تم بھی ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کو حرام سمجھو۔

میرے بندو! تم میں سے ہر ایک گمراہ ہے سوائے اس کے جس کو میں ہدایت دوں، پس تم مجھ ہی سے ہدایت طلب کرو کہ میں تمہیں ہدایت دوں۔

میرے بندو! تم میں سے ہر ایک بھوکا ہے سوائے اس شخص کے جس کو میں کھلاؤں پس تم مجھ ہی سے روزی مانگو تو میں تمہیں روزی دوں۔

میرے بندو! تم میں سے ہر ایک ننگا ہے سوائے اس کے جس کو میں پہناؤں، پس تم مجھ ہی سے لباس مانگو، میں تمہیں پہناؤں گا۔

میرے بندو! تم رات میں بھی گناہ کرتے ہو اور دن میں بھی اور میں سارے گناہ معاف کر دوں گا۔‘‘

خدا سے وہی کچھ مانگئے جو حلال اور طیب ہے۔ دعا میں خشوع اور خضوع ضروری ہے۔ خشوع و خضوع سے مراد یہ ہے کہ بندے کے دل میں خدا کی عظمت موجود ہو، سر اور نگاہیں جھکی ہوئی ہوں، آنکھیں نم ہوں، انداز و اطوار سے مسکینی اور بے کسی ظاہر ہو رہی ہو۔ دعا چُپکے چُپکے اور دھیمے انداز میں مانگئے۔

جون 1981ء

نور الٰہی

خدا کی راہ میں جو کچھ خرچ کیا، بے غرض اور لاگ کے بغیر خرچ کریں۔ یہ آرزو ہر گز نہ رکھئے کہ جن لوگوں کی آپ نے اللہ کے لئے مدد کی ہے وہ آپ کے مشکور اور احسان مند ہوں۔ خدا کی راہ میں خرچ کرنا کوئی فخر و مباہات کی بات نہیں ہے۔ یہ تو محض اللہ کا فضل ہے کہ اس نے آپ کو اس قابل بنا دیا ہے کہ آپ کا ہاتھ اوپر ہے۔ جس بھائی کی آپ مدد کر رہے ہیں وہ بھی آپ کی طرح ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے، اس کے اندر بھی وہی جذبات و احساسات ہیں جو آپ کے اندر ہیں، مگر وہ روٹی کھانے اور کپڑا پہننے پر مجبور ہے تو آپ بھی روٹی اور کپڑے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ آپ کچھ نہیں۔ آپ کے پاس جو کچھ ہے وہ اللہ کا دیا ہوا ہے۔ اللہ کی دی ہوئی دولت کو دوسروں پر خرچ کرنے کے بعد غریبوں کی خودداری کو ٹھیس لگانا اور ان سے اپنی برتری تسلیم کرانا، احسان جتا کر ٹوٹے ہوئے دلوں کو دُکھانا بدترین گھناؤنے جذبات ہیں۔ وہ اللہ جس نے آپ کو اس قابل بنایا ہے کہ آپ دوسروں کی مدد کریں فرماتا ہے:

’’مومنو! اپنے صدقات و خیرات کو احسان جتا جتا کر اور غریبوں کا دل دُکھا کر اس آدمی کی طرح خاک میں نہ ملا دو جو محض لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتا ہے۔

اس انعام کا شکر ادا کرنے کے لئے خدا نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں آسانی اور سہولت دی ہے اور ہمیں دنیاوی آسائشیں عطا کی ہیں، کشادہ دلی اور شوق کے ساتھ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہئے، تنگ دل اور خرچ پر کڑھنے والے لوگ فلاح و کامرانی کے مستحق نہیں ہوتے۔ جو آدمی خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی تڑپ رکھتا ہے بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ خدا کا فضل اس کے اوپر عام نہ ہو....!

قرآن پاک میں ہے:

"تم ہرگز نیکی حاصل نہ کرسکو گے جب تک وہ مال خدا کی راہ میں نہ دے دو جو تمہیں عزیز ہے۔"

زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے، اچھی طرح حساب لگا کر پوری پوری رقم ادا کیجئے، اپنے اوپر بوجھ سمجھ کر دوسروں کے سپرد نہ کر دیجئے۔ ان لوگوں کو تلاش کیجئے جو فی الواقع زکوٰۃ کے مستحق ہیں۔

نور نبوت

ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم متقی اور پرہیزگار بن جائو......قرآن

رمضان کے روزے پورے اہتمام کے ساتھ رکھئے اور کسی شدید بیماری یا مجبوری کے بغیر روزہ نہ چھوڑیئے اس لئے کہ رمضان المبارک کے ایک روزے کی تلافی عمر بھر کے روزوں سے بھی نہیں ہوتی۔ روزہ ایک ایسا پروگرام ہے جس میں آدمی کے اوپر برائی اور شیطنت کی قوت ٹوٹ جاتی ہے۔ روزہ ہر مذہب و ملت میں فرض ہے اور یہ تزکیۂ نفس کا ایک ایسا مؤثر عمل ہے کہ جس کے ذریعے ہر آدمی اپنے اندر کی کثافت سے پاک ہو سکتا ہے۔ اور جب آدمی کے اندر سے کثافت دھل جاتی ہے اس کے شعور پر روح کی تحریکات کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ دراصل روزہ کا مقصد ہی آدمی کو اس کی روح سے متعارف کرانا ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ روزہ دار آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں اور ان کے لہجے میں سختی آجاتی ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ شعور روح کی لطیف روشنی سے ابھی محروم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"روزہ ڈھال ہے اور جب تم میں سے کوئی روزے سے ہو تو اپنی زبان سے کوئی بے شرمی کی بات نہ نکالے اور شور و ہنگامہ نہ کرے۔ اگر کوئی تم سے گالی گلوچ کرے یا لڑائی پر آمادہ ہو تو اس کا جواب نہ دو۔"

روزہ رکھ کر اترانا اور جو لوگ روزہ دار نہیں انہیں حقارت سے دیکھنا، ان کے ساتھ خوش خلقی اور خندہ پیشانی سے پیش نہ آنا بری بات ہے۔ مناسب الفاظ اور شیریں آواز میں انہیں روزہ رکھنے کی طرف متوجہ کیجئے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں: "جب ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان میں سفر پر ہوتے تو کچھ لوگ روزہ رکھتے اور کچھ لوگ روزہ نہیں رکھتے۔ نہ روزہ دار روزہ چھوڑنے والے پر اعتراض کرتا اور نہ روزہ چھوڑنے والا روزہ دار پر اعتراض کرتا۔"

غیبت، بد نگاہی اور دل آزاری سے روزے میں شگاف پڑ جاتا ہے۔

نومبر 1981ء

نور الٰہی

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے کئی بار والدین کی اطاعت اور خدمت گزاری کی پُر زور تلقین کی ہے۔ جب ہم والدین کے مقام پر غور کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ خالق نے والدین کو عظیم نعمت بنایا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ماں باپ قدرت کی تخلیق کے ایک کارکن ہیں اور عمل تخلیق میں ایک ذریعہ بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ماں باپ کو ذریعہ بنا کر کسی آدمی کو اس آب و گل کی دنیا میں پیدا فرماتے ہیں۔ یہی واسطہ اور ذریعہ وہ امر ہے جو والدین کی عزت اور تعظیم کا سبب بنتا ہے۔

ماں باپ اولاد کی تمنا کرتے ہیں اور پھر ماں مہینوں ایک نئی زندگی کو اپنے وجود میں پروان چڑھاتی ہے۔ نئی زندگی اس کے جسم کے اجزاء سے نشوونما پاتی ہے اور اس طرح اس کے جسم کا ایک حصہ ہوتی ہے۔ پھر پیدائش کے بعد بھی اولاد اور ماں کا رشتہ نہیں ٹوٹتا۔ اور ماں ہر وقت اولاد کی خدمت گزاری پر کمربستہ رہتی ہے۔ خود رات دن تکلیفیں اٹھاتی ہے لیکن اولاد کے آرام و آسائش میں کمی نہیں آنے دیتی۔ اولاد کو ذرا سی تکلیف میں دیکھتی ہے تو بے چین ہو جاتی ہے اور اس کا تدارک کرتی ہے۔ دوسری طرف باپ رزق کے حصول کے لئے صبح سے نکلتا ہے اور شام کو گھر میں داخل ہوتا ہے۔ اپنی پوری توانائی سے اولاد کے سامان خورد و نوش کا انتظام کرتا ہے۔

یہی وہ عظیم احسانات ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کئی جگہ حقوق اللہ کے فوراً ہی بعد حقوق والدین کا تذکرہ فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اور آپ ﷺ کے رب نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ تم خدا کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔"

ان تمام باتوں کے پیش نظر والدین کے آگے فرماں برداری، احترام اور محبت کو ہمیشہ ملحوظ رکھئے اور کوئی ایسی بات نہ ہونے دیجئے جو انہیں ناگوار گزرے۔ یا جس سے ان کے جذبات کو ٹھیس پہنچے۔ بڑھاپے کی عمر ایک ایسا زمانہ ہوتا ہے جب آدمی کو اپنی ناتوانی کا احساس ہونے لگتا ہے اور معمولی سی بات بھی محسوس ہونے لگتی ہے۔ والدین کی خدمت گزاری میں کوئی کسر باقی نہ رہنے دیجئے۔ کوئی بات ایسی نہ ہو جو ان کے لئے ناگواری کا سبب بن جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں تو تم ان کو اف تک نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکیاں دو۔''

نور نبوت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک شخص حاضر ہوا اور اپنے باپ کی شکایت کرنے لگا۔ اس نے کہا کہ وہ جب چاہتے ہیں میرا مال لے لیتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے اس شخص کے باپ کو بلوایا۔ لاٹھی ٹیکتا ہوا ایک ضعیف شخص حاضر ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے اس بابت پوچھا تو اس نے کہا:

''اے اللہ کے رسول ﷺ! ایک زمانہ تھا جب یہ کمزور اور بے بس تھا۔ مجھ میں طاقت تھی، میں مال دار تھا اور یہ خالی ہاتھ تھا۔ میں نے کبھی اس کو اپنی چیز لینے سے نہیں روکا۔ آج میں کمزور ہوں اور یہ تندرست اور طاقت ور ہے، میں خالی ہاتھ ہوں اور یہ مال دار ہے۔ اب یہ اپنا مال مجھ سے بچا بچا کر رکھتا ہے۔''

رحمت اللعالمین ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ بوڑھے کے بیٹے سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔''

حقوق انسانی کے مبلغ اعظم محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں باپ کے حقوق کو مختلف مواقع پر مختلف پیرائے میں بیان کر کے اس کی اہمیت اور عظمت کو مکمل طور پر واضح کر دیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

''خدا کی خوشنودی والد کی خوشنودی میں ہے اور خدا کی ناراضی والد کی ناراضی میں ہے۔''

ایک شخص نے رسول کریم ﷺ سے پوچھا۔ ''یا رسول اللہ ﷺ! ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے؟''

ارشاد ہوا: ''ماں باپ ہی تمہاری جنت ہیں اور ماں باپ ہی دوزخ۔''

اگرچہ حضور اکرم ﷺ بہت چھوٹی عمر میں یتیم ہو گئے تھے لیکن اپنی رضائی ماں کے ساتھ بھی آپ ﷺ نہایت تعظیم و اکرام کے ساتھ پیش آتے تھے۔ حضرت ابو طفیلؓ کہتے ہیں کہ میں نے جعرانہ کے مقام پر نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ گوشت تقسیم فرما رہے ہیں۔ اتنے

میں ایک خاتون آئیں اور نبی ﷺ کے بالکل قریب پہنچ گئیں۔ آپ ﷺ نے فوراً اپنی چادر بچھا دی اور وہ صاحبہ اس پر بیٹھ گئیں۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ محترمہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ نبی اکرم ﷺ کی وہ ماں ہیں جنہوں نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔

والدین میں ماں کو جو امتیازی حیثیت حاصل ہے نبی اکرم ﷺ نے اس کو بھی واضح کیا ہے اور ماں کی خدمت کی پُر زور تلقین فرمائی ہے۔

☆☆☆☆☆

جنوری 1982ء

نور الٰہی

خدا کے دین کو چھوڑ کر جو طریق بھی اختیار کیا جائے گا، خدا کے یہاں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ اللہ رب العزت کے لئے وہی دین مقبول بارگاہ ہے جس کا تذکرہ قرآن پاک میں بالوضاحت کیا گیا ہے اور جس کی عملی تفسیر اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک زندگی میں پیش فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ سے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو صاف صاف بتا دیجئے کہ میں نے جو راہ بھی اپنائی ہے سوچ سمجھ کر پوری بصیرت کے ساتھ اپنائی ہے۔

''اے رسول! آپ ان سے صاف صاف کہہ دیجئے کہ میرا راستہ تو یہ ہے کہ میں اور میرے پیچھے چلنے والے پوری بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دے رہے ہیں اور خدا ہر عیب سے پاک ہے اور میرا ان سے کوئی واسطہ نہیں جو خدا کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔''

''اور جو کوئی اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو اختیار کرنا چاہے گا اس کا وہ دین ہر گز قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور آخرت میں وہ ناکام و نامراد ہوگا۔''

''اور خدا کے نزدیک دین تو بس اسلام ہی ہے۔''...(قرآن)

امت مسلمہ کو خدا نے دین کی جو دولت عطا کی ہے یہی دونوں جہان کی عظمت و سربلندی کا سرمایہ ہے بھلا اس کے مقابلے میں دنیا کی دولت اور شان و شوکت کی کیا قدر و قیمت ہے جو چند روزہ اور فانی ہے۔

قرآن اہل کتاب کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے:

''اے اہل کتاب! تم کچھ نہیں ہو جب تک تم تورات اور انجیل اور دوسری کتابوں کو قائم نہ کرو جو تمہارے رب نے نازل فرمائی ہیں۔'' (قرآن)

بلاشبہ صحیح فہم کے ساتھ دین کی حکمت ہی تمام بھلائیوں کا سرچشمہ ہے اور جو شخص اس چیز سے محروم ہے وہ دونوں جہان کی نعمتوں اور سعادتوں سے محروم ہے۔ اس کی زندگی میں کبھی طمانیت اور سکون داخل نہیں ہوتا۔

اللہ کے مشن (دین) کو پھیلانا ہر امتی پر فرض ہے۔اس فرض کی ادائیگی کے لئے پہلے خود اپنا عرفان حاصل کریں۔خود آگاہی اور اپنی ذات کا عرفان ایسی روحانی کامیابی ہے جس کے ذریعے انسان اپنی دعوت کا سچا نمونہ بن جاتا ہے۔جو کچھ کہتا ہے عمل و کردار سے اس کا اظہار ہوتا ہے جب حضور اکرم ﷺ کے اخلاقی، دینی اور روحانی مشن کو عام کرنے کے لئے لوگوں کو دعوت دیتا ہے تو پہلے خود اس کی مثال قائم کرتا ہے۔خدا کو یہ بات انتہائی ناگوار گزرتی ہے کہ دوسروں کو نصیحت کرنیوالے خود بے عمل ہوں۔نبی برحق ﷺ نے بے عمل دعوت دینے والوں کو انتہائی ہولناک عذاب سے ڈرایا ہے۔

نور نبوت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

’’میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی اور جب آس پاس کا ماحول آگ کی روشنی سے چمک اٹھا۔کیڑے، پتنگے اس پر گرنے لگے اور وہ شخص پوری قوت سے ان کیڑوں پتنگوں کو روک رہا ہے لیکن پتنگے ہیں اس کی کوشش کو ناکام بنائے دیتے ہیں اور آگ میں گھسے پڑ رہے ہیں (اسی طرح) میں تمہیں کمر سے پکڑ پکڑ کر آگ سے روک رہا ہوں اور تم ہو کہ آگ میں گرے پڑ رہے ہو۔‘‘

آپ مکے میں ہیں اور مکے کے لوگوں میں آپ کے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں۔کوئی کہتا ہے کہ انہیں شہر سے نکال دو، کوئی کہتا ہے کہ انہیں قتل کر دو۔ان ہی دنوں مکے کو اچانک قحط نے آگھیرا... ایسا قحط کہ قریش کے لوگ پتے اور چھال کھانے پر مجبور ہو گئے۔بچے بھوک سے بلبلاتے اور بڑے ان کی حالت زار دیکھ کر تڑپ تڑپ اٹھتے تھے۔

رحمت کون و مکاں ان لوگوں کو اس لرزہ خیز مصیبت میں مبتلا دیکھ کر بے قرار ہو گئے۔آپ ﷺ کے مخلص ساتھی بھی آپ ﷺ کا اضطراب دیکھ کر تڑپ اٹھے۔آپ ﷺ نے اپنے جانی دشمنوں کو، جن کے پہنچائے زخم ابھی بالکل تازہ تھے، اپنی دلی ہمدردی کا پیغام بھیجا۔اور ابوسفیان اور صفوان کے پاس پانچ سو دینار بھیج کر کہلوایا کہ یہ دینار ان قحط کے مارے ہوئے غریبوں میں تقسیم کر دیئے جائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل کر کے آپ بھی قوم کی بے لوث خدمت کیجئے۔اپنی کسی خدمت کا بندوں سے صلہ طلب نہ کیجئے۔جو کچھ کیجئے محض خدا کی خوشنودی کیلئے کیجئے۔

خدا ہمیشہ سے ہے، ہمیشہ رہے گا۔نہ اسے نیند آتی ہے نہ اونگھ۔اس کی نظر سے بندہ کا کوئی عمل پوشیدہ نہیں۔وہ اپنے مخلص بندوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

جب ہم غور کرتے ہیں تو ہمارے سامنے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ اپنی مخلوق کی خدمت کرتا ہے۔ پیدائش سے تا مرگ اور مرنے کے بعد اپنی مخلوق کے لئے وسائل کی فراہمی ایک ایسی خدمت ہے جو خالق کائنات کا اپنا ذاتی وصف ہے۔ اللہ اپنے ہر بندہ کو، وہ گناہ گار ہو یا نیکوکار، رزق عطا فرماتا ہے۔ رزق سے استفادہ کرنے کے لئے صحت عطا کرتا ہے۔ زمین کی بساط پر بکھری ہوئی چیزوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے عقل و شعور کی دولت سے نوازتا ہے، ہماری ہر طرح حفاظت کرتا ہے اور محبت کے ساتھ ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں کو معاف کرتا ہے۔

فروری 1982ء

نور الٰہی

گناہوں کی ہیبت ناک دلدل میں پھنسی ہوئی کوئی قوم جب اپنے گناہوں پر نادم اور اشکبار ہو کر خدا کی طرف جذبۂ بندگی کے ساتھ پلٹتی ہے اور اپنی لغزشوں، کوتاہیوں، چھوٹی بڑی خطائوں کی گندگی کو ندامت کے آنسوئوں سے دھو کر پھر خدا سے عہد وفا استوار کرتی ہے تو اس والہانہ طرز عمل کو قرآن توبہ کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے اور یہی توبہ استغفار ہر طرح کے فتنہ وفساد، خوف و دہشت اور عدم تحفظ کے احساس سے محفوظ رہنے کا حقیقی علاج ہے۔اور اگر اس کے برخلاف بندہ گناہوں اور کوتاہیوں کی طرف توجہ نہیں دیتا۔ یہ شیطانی عمل آدمی کو کھوکھلا کر دیتا ہے اور دین ودنیا میں رسوائیاں اس کا مقدر بن جاتی ہیں اور پھر جب یہ عمل اس کی زندگی پر محیط ہو جاتا ہے تو آدم زاد کے قلوب پر، کانوں پر مہر لگا دی جاتی ہے اور آنکھوں پر پردے ڈال دیئے جاتے ہیں۔اور یہ انتہائی صورت حال بلاشبہ عذاب الیم ہے اور یہ عذاب مایوسی، بدحالی، خوف وہیبت بن کر اس کے اوپر مسلط ہو جاتا ہے۔

سورہ الشوریٰ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

''اور تم پر جو مصائب آتے ہیں وہ تمہارے ہی کرتوتوں کا نتیجہ ہیں اور خدا تو بہت سی خطائوں سے درگذر کرتا رہتا ہے۔''

قرآن پاک نے اس کا علاج بھی بتا دیا ہے:

''اور تم سب مل کر خدا کی طرف پلٹو! اے مومنو! تاکہ تم فلاح پائو۔''

جس قوم میں خیانت اور بے ایمانی در آتی ہے اس قوم کے دلوں میں دشمن کا خوف بیٹھ جاتا ہے۔ وہ وسوسوں اور توہمات میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ ناپ تول میں کمی، ذخیرہ اندوزی، اسمگلنگ کا رواج ظاہر طور پر کتنا ہی خوشنما نظر آئے لیکن بالآخر اس کا نتیجہ قحط اور فاقہ کشی کی صورت میں سامنے آتا ہے۔

توبہ استغفار کے ساتھ اپنے اللہ، خالق حقیقی کی طرف رجوع ہو کر یہ عزم کیجئے کہ ہم اپنے اور ملت کے اندر سے ان روگوں کو ختم کر کے دم لیں گے۔

نور نبوت

خوشی انسان کیلئے ایک طبعی تقاضہ اور فطری ضرورت ہے۔ اسلام یہ نہیں چاہتا کہ مسلمان مصنوعی وقار، غیر فطری سنجیدگی، مردہ دلی اور افسردگی سے قوم کے کردار کی کوشش کو ختم کردیں۔ اسلام چاہتا ہے کہ مسلمان بلند حوصلوں، نت نئے ولولوں اور نئی نئی امنگوں کے ساتھ تازہ دم رہ کر اپنا وقار بلند رکھیں۔

قوم کے کسی فرد کو علم و فضل میں کمال حاصل ہو، کوئی عزیز دوست یا رشتہ دار دروازے کے سفر سے واپس آئے، کوئی معزز مہمان آپ کے گھر میں رونق افروز ہو۔ شادی بیاہ یا بچے کی ولادت کی تقریب ہو، کسی عزیز کو اللہ تعالیٰ صحت عطا کریں، کوئی خبر ایسی ہو جس میں اسلام کی فتح و نصرت کی خوشخبری ہو، کوئی تہوار ہو تو ایسے تمام مواقع پر بھرپور خوشی کا اظہار کرنا ایک مسلمان کا فرض ہے۔ اسلام نہ صرف خوش رہنے اور خوشی منانے کی اجازت دیتا ہے بلکہ اس کو عین دینداری قرار دیتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ عید کا دن تھا۔ کچھ کنیزیں بیٹھی اشعار گا رہی تھیں کہ اسی دوران حضرت ابو بکرؓ تشریف لے آئے۔

بولے۔ ''نبی کے گھر میں یہ گانا بجانا کیسا؟''

نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ابو بکر! رہنے دو۔ ہر قوم کے لئے تہوار کا ایک دن ہوتا ہے اور آج ہماری عید کا دن ہے۔''

ایک مرتبہ تہوار کے دن کچھ حبشی بازیگر کرتب دکھا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے یہ کرتب خود بھی دیکھے اور حضرت عائشہؓ کو بھی دکھائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بازیگروں کو شاباش بھی دی۔

خوش رہنا اور دوسروں کو خوش رکھنا مسلمان کا اخلاقی کردار ہے۔ مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ خوشی میں بھی اسلامی و روحانی ذوق اور حفظ مراتب کا خیال رکھتا ہے۔

جب اسے کسی سے خوشی ملتی ہے تو اس بندہ کا صدق دل سے شکر ادا کرتا ہے۔ خوشی کے ہیجان میں ایسا کوئی عمل یا رویہ اختیار نہیں کرتا جو رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے خلاف ہو۔ ہر حال میں اعتدال کا راستہ اس کے سامنے رہتا ہے۔ خوشی میں وہ اتنا مست و بے خود نہیں ہو جاتا کہ اس سے فخر و غرور کا اظہار ہونے لگے، نیاز مندی اور بندگی کے جذبات دبنے لگیں۔

مارچ 1982ء

نورالٰہی

اگر ہم چاہتے ہیں کہ دوسرا شخص ہمارا ہم نوا بن جائے تو ہمیں اس شخص سے قریب ہونا ہوگا۔ اس کے رجحانات کا اندازہ کرکے اور اس کی ذہنی صلاحیتوں کو مد نظر رکھ کر اس سے بات کرنی ہوگی۔ اس کے ذاتی معاملات میں اگر وہ چاہتا ہے تو تعاون کرکے، اس کی ہمدردیاں حاصل کرنا ہوں گی۔ خدمت اور قلبی لگاؤ ایک ایسا عمل ہے کہ آدمی نہ چاہتے ہوئے بھی دوست بن جاتا ہے۔ اپنے مذہب کی تبلیغ حکمت کے ساتھ کیجئے۔ جس مسلک اور جس عقیدہ پر وہ قائم ہے براہ راست اس پر تنقید و تبصرہ نہ کیجئے۔ پہلے کوشش کی جائے کہ وہ آپ کو اپنا ہمدرد اور محسن سمجھے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ دامے، درمے، قدمے، سخنے اس کی خدمت کی جائے۔ جب آپ کے اوپر اس کا اعتماد بحال ہو جائے، نہایت نرم اور شیریں لہجے میں اسے نصیحت کیجئے۔ کوئی بات سمجھنے کے لئے وہ بحث مباحثہ کرے تو اپنے مقدور بھر اس کے سوالات کا شافی جواب دیجئے۔ بات کرتے وقت مخاطب کی صلاحیت کو ہر گز نظر انداز نہ کیجئے۔ تبلیغ کی گراں بہا دولت کو جلد بازی، نادانی اور جھنجھلاہٹ سے ضائع نہ کیجئے۔ ہر طبقے، ہر گروہ اور ہر فرد سے اس کی فکری رسائی، استعداد، صلاحیت، ذہنی کیفیت اور سماجی حیثیت کے مطابق بات کیجئے اور ان حقیقتوں کو باہم افہام و تفہیم کے ساتھ دعوت کی بنیاد بنایئے جن میں اتفاق ہو اور جو آپس میں رشتہ محبت کی راہ ہموار کریں۔ اگر آپ تنقید کریں تو یہ عمل تعمیری ہو، اخلاص و مروت کی آئینہ دار ہو۔ ضد، ہٹ دھرمی، نفرت اور تعصب کے جذبات سے ہمیشہ اپنا دامن بچائے رکھئے اور جہاں یہ کیفیتیں پیدا ہوتی نظر آئیں، اپنی زبان بند کر لیجئے اور اس محفل سے اٹھ آیئے۔

قرآن کریم فرماتا ہے:

''اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دیجئے حکمت کے ساتھ، عمدہ نصیحت کے ساتھ اور مباحثہ کیجئے تو ایسے طریقے پر جو انتہائی بھلا ہو۔''...(النحل)

نور نبوت

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے کہ پیارے بیٹے! جب تم اپنے گھر میں داخل ہوا کرو تو پہلے گھر والوں کو سلام کیا کرو۔ یہ تمہارے گھر والوں کے لئے خیر و برکت کی بات ہے۔

حضرت اسماء انصاریہؓ فرماتی ہیں کہ میں اپنی سہیلیوں میں بیٹھی ہوئی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمارے پاس سے گزر ہوا تو آپ ﷺ نے ہم لوگوں کو سلام کیا۔

حضرت اُم ہانیؓ فرماتی ہیں کہ میں نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا۔ ''کون ہے'' میں نے عرض کیا کہ میں اُم ہانی ہوں۔ فرمایا۔ ''خوش آمدید!''

ہمارے آقا، اللہ کے محبوب ﷺ کا ارشاد ہے:

''میں تمہیں ایسی تدبیر بتاتا ہوں جس کو اختیار کرنے سے تمہارے مابین دوستی اور محبت بڑھ جائے گی۔ آپس میں کثرت سے ایک دوسرے کو سلام کیا کرو۔''

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ سلام کو خوب پھلاؤ، خدا تم کو سلامت رکھے گا۔

ہر مسلمان کے اوپر دوسرے مسلمان کا یہ حق ہے کہ وہ جب بھی اپنے بھائی سے ملے اسے سلام کرے۔ رول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کثرت سے سلام کیا کرتے تھے کہ اگر کسی وقت آپ ﷺ کے ساتھی درخت کی اوٹ میں ہو جاتے اور پھر سامنے آتے تو رسول اللہ ﷺ پھر سلام کرتے۔

ارشاد ہے:

''وہ آدمی خدا سے زیادہ قریب ہے جو سلام کرنے میں پہل کرتا ہے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''کسی مسلمان کے لئے یہ بات جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ تک قطع تعلق کئے رہے کہ جب ملیں تو ایک ادھر کترا جائے اور دوسرا ادھر۔ ان میں افضل وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔''

السلام علیکم ہمیشہ زبان سے کہئے اور ذرا اونچی آواز میں سلام کیجئے تاکہ وہ شخص سُن سکے جس کو آپ سلام کر رہے ہیں۔ البتہ اگر کہیں زبان سے السلام علیکم کہنے کے ساتھ ساتھ ہاتھ یا سر سے اشارہ کرنے کی ضرورت ہو تو کوئی مضائقہ نہیں مثلاً آپ جس کو سلام کر رہے ہیں وہ دور ہے اور آپ کے ذہن میں یہ بات ہے کہ آپ کی آواز وہاں تک نہیں پہنچ سکے گی یا کوئی بہرا ہے اور آپ کی آواز نہیں سن سکتا، ایسی صورت حال میں سلام کے ساتھ ہاتھ یا سر سے اشارہ بھی کیجئے۔

اپریل1982ء

نور الٰہی

خدا کے حضور اپنے گناہوں کا اقرار کیجئے۔ اس ہی کے سامنے گڑگڑائیے اور اسی عفو و در گزر کرنے والی ستار العیوب، غفار الذنوب ہستی کے سامنے اپنی عاجزی، بے کسی اور اپنی خطائوں کا اعتراف کیجئے۔ عجز و انکساری خطاکار انسان کا وہ سرمایہ ہے جو صرف خدا کے حضور پیش کیا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص اس قیمتی اور انمول سرمایہ کو اپنے ہی جیسے مجبور و بے کس انسانوں کے سامنے پیش کرتا ہے تو وہ دیوالیہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ ذلیل ورسوا ہو کر ہمیشہ کے لئے در در کی ٹھوکریں کھاتا ہے۔ عزت کی روشن کرنیں ذلت کی کثافت میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔

توبہ ایک ایسی عبادت ہے جس میں فی الواقع آدمی اپنی نفی کر دیتا ہے اور اپنے پروردگار کے سامنے وہ سب کہہ دیتا ہے جو وہ کسی کے سامنے نہیں کہہ سکتا۔ بے شک اللہ ہمارا محافظ اور دم ساز ہے۔ اس کی رحمتیں ہمارے اوپر بارش بن کر برستی رہتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں:

’’اور آپ کا پروردگار گناہوں کو ڈھانپنے والا اور بہت زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔ اگر وہ ان کے کرتوتوں پر ان کو فوراً پکڑنے لگے تو عذاب بھیج دے مگر اس نے (اپنی رحمت سے) ایک وقت مقرر کر رکھا ہے اور یہ لوگ بچنے کے لئے اس کے سوا کوئی پناہ گاہ نہ پائیں گے۔‘‘ (الکہف)

’’اور وہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور اس کی خطائوں کو معاف کرتا ہے اور وہ سب جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔‘‘ (الشوریٰ)

صحیح طرز فکر یہ ہے کہ بندے سے خواہ کیسے بھی گناہ کیوں نہ ہو جائیں اس کا کام یہ ہے کہ وہ خدا ہی کے حضور خشوع و خضوع اور ندامت کے آنسوئوں کا نذرانہ پیش کرے۔ کوئی دروازہ ایسا نہیں ہے کہ جہاں سے وہ سب کچھ مل جائے جس کی بندہ کو ضرورت ہے۔ اللہ ایسی ذات یکتا اور غنی ہے کہ بندہ روزانہ لاکھوں خواہشات بھی اللہ کے ساتھ وابستہ کرے تو اللہ ان کو پورا کرنے کی قدرت رکھتا ہیں۔

اللہ ہمارا پیارا اللہ، ہر وقت اپنی مخلوق کی خدمت میں مصروف ہے۔ بندوں کے وسائل کی فراہمی، ایک ضابطے اور ایک قانون کے تحت ہمارا بڑھنا، گھٹنا، صحت یاب ہونا، اللہ کے کرم کی وجہ سے ہے۔

خداوند قدوس کا ارشاد ہے:

’’اے مومنو! خدا کے آگے سچی اور خالص توجہ کرو۔ امید ہے تمہارا پروردگار تمہارے گناہوں کو تم سے دور فرمادے گا اور تمہیں ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ اس دن خدا اپنے رسول کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لا کر ان کے ساتھی بن گئے ہیں، رُسوا نہیں کرے گا۔‘‘

نورِ نبوت

حضرتِ حق کے پیغام رساں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’جس کام کے شروع میں بسم اللہ نہیں کی جاتی وہ ادھورا اور بے برکت رہتا ہے۔‘‘

دوسرے کاموں کی طرح جب آپ اپنے کسی عزیز، دوست، رشتہ دار یا کسی کاروباری ادارے کو خط لکھیں تو

’’بسم اللہ الرحمٰن الرحیم‘‘

ضرور لکھیں۔ دیکھا گیا ہے کہ بعض حضرات پوری بسم اللہ کی بجائے ۷۸۶ لکھ دیتے ہیں۔ اس سے پرہیز کیجئے، اس لئے کہ خدا کے بتائے ہوئے ہر لفظ میں برکت اور حکمت ہے۔

ہر خط میں پورا پتہ ضرور لکھئے۔ پتہ لکھنے میں سستی نہ کیجئے۔ ممکن ہے کہ مکتوب الیہ کو آپ کا پتہ یاد نہ رہا ہو یا اگر اس نے ڈائری میں لکھا ہوا ہے اور وہ ڈائری گم ہو گئی ہو۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کو خط کا جواب دینا ضروری ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے کوئی جواب طلب بات لکھی ہو۔ پتہ لکھنے سے انتظار کی زحمت اٹھانا نہیں پڑے گی۔ پتہ ہمیشہ صاف اور خوش خط لکھئے۔

سرِ خط اپنے پتہ کے نیچے یا بائیں جانب تاریخ ضرور لکھئے۔ تاریخ لکھنے کے بعد مختصر القاب وآداب کے ذریعے مکتوب الیہ کو مخاطب کیجئے۔ القاب وآداب ایسے لکھئے جس سے خلوص اور قربت محسوس ہو۔ ایسے القاب نہ لکھئے جن سے تصنع اور بناوٹ محسوس ہو۔ القاب کے نیچے دوسری سطر میں السلام علیکم لکھئے۔

خط میں نہایت شُستہ، آسان اور سلجھی ہوئی زبان استعمال کیجئے۔ پورے خط میں مکتوب الیہ کے مرتبے کا لحاظ رکھئے۔ غیر سنجیدہ باتوں سے پرہیز کیجئے۔ غصہ کے عالم میں خط کبھی نہ لکھئے۔

کسی کا خط بغیر اجازت ہر گز نہ پڑھئے۔ یہ بہت بڑی اخلاقی خیانت ہے۔

کوشش کیجئے کہ آپ کی کوئی مجلس خدا اور آخرت کے ذکر سے خالی نہ رہے اور جب آپ محسوس کریں کہ حاضرین دینی گفتگو میں دل چسپی نہیں لے رہے ہیں تو گفتگو کا رخ حکمت کے ساتھ ایسے موضوع کی طرف پھیر دیجئے جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسوۂ حسنہ کا تذکرہ ہو۔

مجلس میں ماتھے پر شکنیں ڈالے بیٹھے رہنا غرور کی علامت ہے۔ مجلس میں غمگیں اور مضمحل ہو کر نہ بیٹھئے۔ مسکراتے چہرے کے ساتھ ہشاش بشاش ہو کر بیٹھئے!

مئی 1982ء

نور الٰہی

قرآن پاک ایک ایسی کتاب ہے جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے اور یہ کتاب ان لوگوں کو ہدایت بخشتی ہے جو متقی ہیں۔ اور متقی وہ لوگ ہیں جو غیب پر یقین رکھتے ہیں اور یقین کی انتہا یہ ہے کہ آدمی کے اندر کی نظر کھل جاتی ہے اور غیب اس کے لئے مشاہدہ بن جاتا ہے جب تک مشاہدہ عمل میں نہ آئے یقین کی تعریف پوری نہیں ہوتی۔ قرآن پاک ایک ایسی یقینی دستاویز ہے جس دستاویز میں ماشرتی قوانین کے ساتھ ساتھ ایسے فارمولے درج ہیں جن کے اوپر تسخیر کائنات کا دارومدار ہے۔ ان فارمولوں میں اس بات کی پوری وضاحت موجود ہے کہ ہم علم الکتاب حاصل کر کے زمان و مکان (Time & Space) کی گرفت کو توڑ سکتے ہیں۔ قرآن پاک کے علوم کو جاننے والا اور سمجھنے والا کوئی بندہ بغیر وسائل کے خلا میں پرواز کرنے اور ایک جگہ سے دور دراز دوسری جگہ کسی چیز کو منتقل کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ یہی بندہ اللہ تعالیٰ کا انعام یافتہ ہوتا ہے۔ آسمانوں میں اور زمین میں موجود تمام اشیاء اس کے لئے مسخر ہوتی ہیں۔

روئے زمین پر انسان کو اگر ہدایت مل سکتی ہے تو صرف اللہ کی کتاب قرآن پاک سے مل سکتی ہے۔

قرآن کریم کو اس عزم، اس ولولہ اور اس ہمت کے ساتھ پڑھئے کہ اس کی نورانی کرنوں سے ہمیں اپنی زندگی سنوارنی ہے۔ قرآن آئینے کی طرح آپ کے اندر ہر داغ اور ہر دھبہ نمایاں کر کے پیش کرتا ہے۔ قرآن ایک ایسی انسائیکلوپیڈیا ہے جس میں ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی بات وضاحت کے ساتھ بیان کر دی گئی ہے۔ اب یہ آپ کا کام ہے کہ آپ قرآن پاک میں بیان کردہ نعمتوں سے کتنا فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"کتاب جو ہم نے آپ کی طرف بھیجی برکت والی ہے تاکہ وہ اس میں غور و فکر کریں اور عقل والے اس سے نصیحت حاصل کریں۔"

نور نبوت

تخلیقی قوانین (فارمولوں) کے یکتا ماہر، اللہ تعالیٰ کی مشیت ہم راز اور احسن الخالقین کے امین، کائنات کے سرتاج، رحمت اللعالمین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

''اپنی آواز اور اپنے لہجے سے قرآن کو آراستہ کرو۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک کے ایک ایک حرف کو واضح کر کے اور ایک ایک آیت کو الگ کر کے پڑھا کرتے تھے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''قرآن پڑھنے والوں سے قیامت کے روز کہا جائے گا... جس ٹھہراؤ اور خوش الحانی کے ساتھ تم دنیا میں بنا سنوار کر قرآن پڑھا کرتے تھے، اسی طرح قرآن کی تلاوت کرو اور ہر آیت کے صلے میں ایک درجہ بلند ہوتے جاؤ۔ تمہارا ٹھکانہ تمہاری تلاوت کی آخری آیت کے قریب ہے۔''

قرآن پاک اس طرح نہ پڑھئے کہ گانے کا گمان ہو، نہ اتنی دھیمی آواز میں پڑھئے کہ سمجھ میں نہ آئے۔

اور اپنی نماز میں نہ تو زیادہ زور سے پڑھئے اور نہ بالکل آہستہ آہستہ بلکہ دونوں کے درمیان کا طریقہ اختیار کیجئے۔ (قرآن)

یاد رکھئے! جو دل گندے اور نجس خیالات کی آماجگاہ ہے اور جس دل میں طہارت اور پاکیزگی نہیں ہے وہ دل قرآن پاک کی عظمت و وقعت سے خالی رہتا ہے۔ دل کی پاکیزگی اور طہارت کے لئے پہلا مرحلہ حلال روزی ہے۔

قرآن پاک کی تلاوت تفکر اور تدبر کے ساتھ کیجئے۔ اس کے اندر بیان کردہ حقائق اور حکمتوں کو سمجھئے۔ فر فر تلاوت کرنے کی بجائے سمجھ کر پڑھنے کی طرز یں اختیار کیجئے۔

حضرت عبداللہؓ ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں ''القارعہ'' اور ''القدر'' جیسی چھوٹی سورتوں کو معانی اور مفہوم کے اعتبار سے سوچ سمجھ کر پڑھنا اس سے زیادہ بہتر سمجھتا ہوں کہ ''البقرہ'' اور ''آل عمران'' جیسی بڑی بڑی سورتیں جلدی جلدی پڑھ جاؤں اور کچھ نہ سمجھوں۔

نبی برحق، آقائے نامدار، باعث تخلیق کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ساری رات ایک ہی آیت کی تلاوت فرماتے رہے...

''اے خدا! اگر تو ان کو عذاب دے تو تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تُو انتہائی زبردست اور نہایت حکمت والا ہے۔''

جون 1982ء

نور الٰہی

کاروبار میں حسن اخلاق، کاروباری ترقی کے لئے ضمانت ہے۔ دکاندار کی حیثیت سے آپ کے اوپر بہت سی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

۱۔ یہ کہ خریداروں کو اچھے سے اچھا مال فراہم کریں۔ جس مال پر آپ کو خود اعتماد نہ ہو وہ ہرگز کسی کو نہ دیں۔

۲۔ آپ کو اپنے کردار سے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ خریدار آپ کے اوپر اعتماد کریں۔ آپ کو اپنا خیر خواہ سمجھیں تاکہ آپ سے متاثر ہوں اور ان کو پورا پورا اعتماد ہو کہ آپ کی دکان یا کاروبار سے انہیں کبھی دھوکہ نہیں دیا جائے گا۔

۳۔ اگر کوئی خریدار آپ سے مشورہ طلب کرے تو بالکل صحیح صحیح اور مناسب مشورہ دیں چاہے اس میں آپ کا نقصان ہی کیوں نہ ہوتا ہو۔

۴۔ وقت کی پابندی کا پورا خیال رکھیں اور دکان صحیح وقت پر کھولیں اور صبر کے ساتھ دکان پر جم کر بیٹھے رہیں۔ صبح بہت سویرے بیدار ہو کر فرائض ادا کرنے کے بعد رزق کی تلاش میں نکل جانے سے خیر و برکت ہوتی ہے۔

۵۔ خود بھی محنت کیجئے اور ملازمین کو بھی محنت کا عادی بنایئے اور ملازمین کے حقوق فیاضی اور ایثار کے ساتھ پورے کیجئے۔ ملازمین کاروباری فروغ میں آپ کے ہاتھ پیر ہیں۔ ہمیشہ ان کے ساتھ پیار و محبت اور نرمی کا سلوک کریں۔

۶۔ قرض مانگنے والوں کے ساتھ سختی نہ کریں۔ قرض کی ادائیگی میں انہیں پریشانی ہو تو ان سے تقاضے میں شدت اختیار نہ کریں۔

اللہ کے حبیب ﷺ کا فرمان ہے:

’’جس شخص کی یہ خواہش ہو کہ خدا اس کو روز قیامت کے غم اور گھٹن سے بچائے رکھے تو اسے چاہئے کہ تنگدست قرض دار کو مہلت دے۔ یا قرض کا بوجھ اس کے اوپر سے اتار دے۔‘‘

۷۔ تول کا حق پورا کرنا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ ناپ تول میں، لینے اور دینے میں پوری دیانت داری اختیار کی جائے۔

اللہ پاک کا ارشاد ہے:

''ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے ہلاکت ہے جو لوگوں سے لیتے وقت پورا وزن اور پورا ناپ لیں اور جب دوسروں کو دینے کا وقت آئے تو تول یا ناپ کم کر دیں۔ کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ یہ زندہ کر کے اٹھائے بھی جائیں گے، ایک بڑے ہی سخت دن میں جس دن تمام انسان اللہ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔'' (قرآن)

نور نبوت

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابیؓ حاضر ہوئے۔ نبی برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کوئی بات پوچھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ ''تمہارے گھر میں کچھ سامان بھی ہے؟''

صحابی رسول نے عرض کیا۔ ''یارسول اللہ ﷺ! صرف دو چیزیں ہیں۔ ایک ٹاٹ کا بستر ہے جس کو ہم اوڑھتے بھی ہیں اور بچھاتے بھی ہیں اور ایک پانی پینے کے لئے پیالہ ہے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''یہ دونوں چیزیں میرے پاس لے آئو۔''

صحابی دونوں چیزیں لے کر حاضر ہو گئے۔ آپ ﷺ نے وہ دونوں چیزیں دو درہم میں نیلام کر دیں اور دونوں درہم ان کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا۔ ''جائو ایک درہم میں تو کچھ کھانے پینے کا سامان خرید کر گھر والوں کو دے آئو اور ایک درہم میں کلہاڑی خرید لائو۔''

پھر کلہاڑی میں آپ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے دستہ لگایا اور فرمایا۔ ''جنگل سے لکڑیاں کاٹ کاٹ کر لائو اور بازار میں فروخت کرو اور پندرہ روز کے بعد آکر ساری روئداد سنائو۔''

پندرہ دن کے بعد جب وہ صحابی حاضر ہوئے تو ان کے پاس دس درہم تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا۔'' یہ محنت کی کمائی تمہارے لئے اس سے کہیں بہتر ہے کہ تم لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرو۔ اور قیامت کے روز تمہارے چہرے پر بھیک مانگنے کا داغ ہو۔''

ایک بار رحمت اللعالمین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے پوچھا۔ ''یارسول اللہ ﷺ! سب سے بہتر کمائی کون سی ہے؟''

فرمایا۔ ''اپنے ہاتھ کی کمائی اور ہر وہ کاروبار جس میں جھوٹ اور خیانت نہ ہو۔''

اس حکم کی تعمیل میں ہمارے اوپر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم دین پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہتے ہوئے کاروبار کریں۔ ہمیشہ سچائی اور راست گوئی سے کاروبار کو فروغ دیں۔ اپنے سامان کو اچھا ثابت کرنے یا گاہک کو متاثر کرنے کے لئے قسمیں نہ کھائیں۔

نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے...

''قیامت کے روز خدا تعالیٰ نہ اس شخص سے بات کرے گا، نہ اس کی طرف رُخ کر کے دیکھے گا اور نہ اس کو پاک صاف کر کے جنت میں داخل کرے گا جو جھوٹی قسمیں کھا کھا کر اپنے کاروبار کو فروغ دینے کی کوشش کرتا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے...

''سچا اور امانت دار تاجر قیامت میں نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ساتھ ہو گا۔''

☆☆☆☆☆

جنوری 1983ء

نور الٰہی

ایک بار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک آدمی آیا اور اپنے باپ کی شکایت کرنے لگا کہ وہ جو چاہتے ہیں میرا مال لے لیتے ہیں۔ نبی ﷺ نے اس آدمی کے باپ کو طلب فرمایا۔ لاٹھی ٹیکتا ہوا ایک بوڑھا اور کمزور شخص حاضر خدمت ہوا۔ آدمی نے جو شکایت کی تھی آپ ﷺ نے بوڑھے شخص کو بتائی تو اس نے کہا:

''خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ایک زمانہ تھا جب یہ کمزور اور بے بس تھا اور مجھ میں طاقت تھی، میں مالدار تھا اور یہ خالی ہاتھ تھا، میں نے کبھی اس کو اپنی چیز لینے سے نہیں روکا۔ آج میں کمزور ہوں اور یہ تندرست اور قوی ہے، میں خالی ہاتھ ہوں اور یہ مالدار ہے۔ اب یہ اپنا مال مجھ سے بچا بچا کے رکھتا ہے۔''

بوڑھے باپ کی یہ باتیں سن رحمت عالم ﷺ روپڑے اور بوڑھے کے لڑکے کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا:

''تو خود اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔''

ماں باپ اگر غیر مسلم ہوں تب بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔ ادب و احترام کے ساتھ ان کی خدمت کرتے رہئے۔ البتہ اگر وہ شرک اور معصیت کو حکم دیں تو ان کی اطاعت سے انکار کر دیجئے۔

''اگر ماں باپ دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ کسی کو شریک بناؤ جس کا تمہیں کوئی علم نہیں ہے تو ہرگز ان کا کہنا نہ مانو اور دنیا میں ان کے ساتھ نیک سلوک کرتے رہو۔''

حضرت اسمائؓ فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ کے عہد مبارک میں میرے پاس میری والدہ تشریف لائیں اس وقت وہ مسلمان نہیں تھیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میری والدہ آئیں ہیں اور وہ اسلام سے متنفر ہیں، کیا میں ان کے ساتھ حسن سلوک کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''ہاں۔ تم اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرتی رہو۔''

باپ کے مقابلے میں ماں کے احسانات اور قربانیاں بہت زیادہ ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ماں کا حق باپ سے زیادہ متعین کیا ہے اور ماں کے ساتھ حسن سلوک کی خصوصی ترغیب دی ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

''اور ہم نے انسان کو ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنے کی تاکید کی ہے۔''

اس کی ماں تکلیف اٹھا کر اس کو پیٹ میں لئے پھری۔ اور اس نے ولادت میں جان لیوا تکلیف برداشت کی اور پیٹ میں اٹھانے اور دودھ پلانے کی یہ مدت ڈھائی سال ہے۔

ماں باپ کی پر خلوص خدمات کا اعتراف کرنے اور ان کے احسانات کو یاد رکھنے کے لئے دل سوزی اور رقت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور رحم و کرم کی درخواست گزاریئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اور دعا کرو کہ پروردگار ان دونوں پر رحم فرما جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری پرورش کی تھی۔''

اے پروردگار! جس رحمت و محبت، تکلیف اور جانفشانی سے انہوں نے پرورش کی اور میری خاطر اپنے شب و روز میرے اوپر نثار کر دیئے تو بھی ان کے حال پر نظر کرم فرما۔

اے خدا! اب یہ بوڑھاپے کی کمزوری اور بے بسی میں مجھ سے زیادہ خود رحمت و شفقت کے محتاج ہیں۔ پروردگار میں ان کی خدمت کا کوئی بدلہ نہیں دے سکتا۔ تو ہی ان کی سرپرستی فرما اور ان کے اوپر اپنی رحمتوں کی بارش برسا دے۔

نور نبوت

نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد عالی مقام ہے:

تین باتیں ہلاکت میں مبتلا کر دیتی ہیں:

۱۔ ایسی خواہش انسان جس کا غلام بن کر رہ جائے۔

۲۔ ایسی حرص جس کو پیشوا مان کر آدمی اس کی پیروی کرنے لگے۔

۳۔ خود پسندی... اور یہ بیماری سب سے زیادہ خطرناک ہے۔

احتساب ایک ایسا عمل ہے جو تمام فاسد مادوں سے انسان کو پاک کر دیتا ہے۔ قوم میں توانائی اور زندگی کی روح پھونک دیتا ہے۔ اچھا دوست وہ ہے جو دوستوں کے احتساب پر خوش ہو۔ اور اپنی اصلاح کی کوشش کرے لیکن ساتھ ہی یہ عمل اختیار کرنا بھی ضروری ہے کہ اگر دوستوں کے دامن پر دھبے نظر آئیں تو ان کا اظہار اس طرح نہ کیا جائے کہ دوست کے دل پر میل آجائے۔ داغ دھبوں کو دھونے کی حکیمانہ تدبیریں بہترین دوستی ہے۔ جہاں آپ دوسروں کی اصلاح کی کوشش کرتے ہیں۔ وہاں اپنے دوستوں کو یہ موقع بھی دیجئے کہ وہ آپ کے اندر اٹھتے ہوئے تعفن اور کثافت کو آپ کے اوپر نمایاں کریں۔ اور جب وہ یہ تلخ فریضہ ادا کریں تو انتہائی عالی ظرفی، خوش دلی اور احسان مندی سے ان کی تنقید کا استقبال کیجئے اور ان کے اخلاص و کرم کا شکریہ ادا کیجئے۔ رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مثالی دوستی کو آئینہ سے تشبیہہ دی ہے۔

’’تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کا آئینہ ہے۔ پس اگر وہ اپنے بھائی میں کوئی خرابی دیکھے تو اسے دور کر دے۔‘‘ (حدیث)

روحانی قانون کے تحت ہر آدمی ایک آئینہ ہے۔ آئینہ کی شان یہ ہے کہ جب آدمی آئینہ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو آئینہ تمام داغ دھبے اپنے اندر جذب کر کے نظر کے سامنے لے آتا ہے۔ اور جب آدمی آئینہ کے سامنے سے ہٹ جاتا ہے تو آئینہ اپنے اندر جذب کئے ہوئے یہ دھبے یکسر نظر انداز کر دیتا ہے۔ جس طرح آئینہ فراخ حوصلہ ہے آپ بھی اسی طرح اپنے دوست کے عیوب اس وقت واضح کریں جب وہ خود کو تنقید کے لئے آپ کے سامنے پیش کر دے اور فراخ دلی سے تنقید و احتساب کا موقع دے۔ نصیحت کرنے میں ہمیشہ نرمی اور خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیجئے۔ اگر آپ یہ محسوس کر لیں کہ اس کا ذہن تنقید برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہے تو اپنی بات کو کسی اور موقع کے لئے اٹھا رکھیں۔ اس کی غیر موجودگی میں آپ کی زبان پر کوئی ایسا لفظ نہ آئے جس سے اس کے عیب آپ کے سامنے آئیں صرف ان ہی کی نشاندہی کیجئے۔ پوشیدہ عیبوں کے تجسس اور ٹوہ میں نہ لگئے۔ پوشیدہ عیبوں کو کریدنا بدترین، تباہ کن اور اخلاق سوز عیب ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار منبر پر چڑھے اور بلند آواز میں حاضرین مجلس کو تنبیہ فرمائی:

’’مسلمانوں کے عیوب کے پیچھے نہ پڑو۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائیوں کے پوشیدہ عیوب کے درپے ہوتا ہے تو پھر خدا اس کے چھپے ہوئے عیوب کو طشت از بام کر دیتا ہے۔ اور جس کے عیب افشاء کرنے پر خدا متوجہ ہو جائے تو اس کو رسوا کر کے ہی چھوڑتا ہے اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر گھس کر ہی بیٹھ جائے۔‘‘

فروری 1983ء

نور الٰہی

مال و دولت سے محبت انسان کے اندر رچی بسی ہوئی ہے اور وہ مال و دولت کی محبت میں اس قدر مبتلا ہے کہ خود قرآن کو کہنا پڑا کہ

''بے شک انسان مال و دولت کی محبت میں بڑا شدید ہے۔''

انسان سمجھتا ہے کہ مال و دولت کے انبار اس کی ضروریات کی کفالت کرتے ہیں چنانچہ وہ گن گن کر مال و دولت جمع کرتا ہے اور اس یقین کی وجہ سے اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ مرتے دم تک مال و دولت کے معاملے میں دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ اس دوڑ میں وہ اپنے بھائیوں کے حقوق کے اتلاف کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ قدرت نے اسے توانائیوں کے جو بیش بہا خزانے کسی اور مقصد کے لئے عطا کئے ہیں وہ انہیں ہوس زر میں صرف کر دیتا ہے۔

انسان کہتا ہے کہ جو کچھ میں کماتا ہوں وہ میرے دست و بازو کی قوت پر منحصر ہے اس لئے میں جس طرح چاہوں اسے خرچ کروں کوئی مجھے روکنے والا نہیں ہے اور یہی وہ طرز فکر ہے جو آدمی کے اندر سرکشی اور بغاوت کی تخم ریزی کرتی ہے۔ جب یہ سرکشی تناور درخت بن جاتی ہے تو اس کا اللہ سے ذہنی رشتہ ٹوٹ جاتا ہے اور آدمی کا شمار ذریت قارون میں ہونے لگتا ہے۔

اہل ایمان کے دلوں میں دولت کی اہمیت کو کم کرنے اور انہیں عطیہ خداوندی کا احساس دلانے کے لئے قرآن پاک میں جگہ جگہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے لئے مال و دولت کو کھلا رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے طرح طرح سے لوگوں کے دلوں میں یہ بات بٹھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ پاک اور حلال کمائی میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا ہے۔ مال و دولت کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے متعلق یہاں تک کہہ دیا گیا کہ

''تم نیکی اور اچھائی کو نہیں پا سکتے جب تک کہ وہ چیز اللہ کی راہ میں نہ دے دو جو تمہیں عزیز ہے۔''

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی حدود کو وسیع کرتے ہوئے کہا گیا کہ

''اے نبی ﷺ! وہ تم سے پوچھتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں۔ کہہ دو کہ اپنی ضرورت سے زائد۔''

ان احکام خداوندی کو سامنے رکھتے ہوئے اللہ کی مخلوق کی خدمت کیلئے زیادہ سے زیادہ خرچ کیجئے۔ یہ کام سب سے پہلے اپنے مستحق رشتہ داروں سے شروع کیجئے اور پھر اس میں دوسرے ضرورتمندوں کو بھی شامل کر لیجئے۔

یادر کھئے! جو کچھ آپ اللہ کے لئے خرچ کریں وہ محض اللہ تعالی کی خوشنودی کیلیئے ہو،اس میں کوئی غرض،بدلہ یا شہرت کا حصول پیش نظر نہ ہو۔

ضرورت مندوں کی امداد پوشیدہ طریقے سے کریں تاکہ آپ کے اندر بڑائی یا نیکی کا غرور پیدا نہ ہو اور ان کی عزت نفس مجروح نہ ہو۔کسی کو کچھ دے کر احسان نہ جتائیں اور نمود و نمائش کا اظہار نہ کریں۔

ارشاد خداوندی ہے:

''مومنو! اپنے صدقات احسان جتا کر اور غریبوں کا دل دکھا کر اس شخص کی طرح خاک میں نہ ملادو جو محض لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتا ہے۔''

اگر کوئی آپ سے سوال کرے تو اسے جھڑکئے نہیں۔اگر آپ اسے کچھ دینے کی حیثیت نہیں رکھتے تو مناسب الفاظ اور نرم لہجے میں معذرت کر لیجئے۔

قرآن پاک کا حکم ہے:

''اور مانگنے والے کو نہ جھڑکو۔''

نور نبوت

انسان کامل خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سخاوت،فیاضی اور مستحقین کی دست گیری میں سب سے ممتاز تھے۔صحابہؓ کا کہنا ہے کہ ہم نے آپ ﷺ سے زیادہ سخی اور فیاض کسی کو نہیں دیکھا۔یہ آپ کا طرز عمل اور اعلیٰ عملی نمونہ تھا جس نے ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا جس میں لوگ اپنی کمائی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بے قرار رہتے تھے۔

حضور اکرم ﷺ کا یہ حال تھا کہ کوئی ضرورت مند آپ ﷺ کے دروازے سے خالی ہاتھ نہ جاتا تھا۔اگر آپ ﷺ کے پاس اسے کچھ دینے کو نہیں ہوتا تھا تو آپ ﷺ کسی سے لے کر اسے عطا کرتے تھے۔زمانہ نبوت سے پہلے بھی یتیموں،بیوائوں اور مساکین کی امداد آپ ﷺ کا شیوہ تھی۔چنانچہ جب پہلی مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول ہوا اور بشری تقاضے کی وجہ سے آپ پریشان ہوئے تو حضرت خدیجہؓ نے ان الفاظ میں تسلی دی۔

''آپ پریشان نہ ہوں، اللہ آپ کو تنہا نہ چھوڑے گا، آپ یتیموں کے والی ہیں اور بیوائوں کی سرپرستی فرماتے ہیں۔''

تاریخ شاہد ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نے مکہ کی صاحب ثروت خاتون حضرت خدیجہؓ سے نکاح فرمایا تو آپ ﷺ نے اپنی ساری دولت راہ خدا میں خرچ کر دی۔

یہ فیضان نبوت کا اثر تھا کہ نبی ﷺ کا گھرانہ بھی انہی روایات کا علمبردار بنا جو نبی نے بطور ورثہ نوع انسانی کیلئے چھوڑی تھیں۔ ان لوگوں کے متعلق ارشاد خداوندی ہوا کہ

''ان کا یہ حال ہے کہ خود تنگی کی حالت میں رہتے ہیں اور دوسروں کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں۔''

حضور اکرم ﷺ نے مال و دولت کو راہ خدا میں کھلا رہنے کی تلقین طرح طرح سے کی۔ ایک مرتبہ فرمایا:

''آدم کے بیٹے کا یہ حال ہے کہ کہتا ہے کہ میرا مال! میرا مال! تیرا مال تو وہی ہے جو تو نے صدقہ کیا اور آگے بھیج دیا۔ کھالیا تو اس کو فنا کر چکا اور پہن لیا تو اس کو پرانا کر چکا۔''

ایک مرتبہ زبان نبوت یوں گویا ہوئی:

''اے آدمؑ کے بیٹے! تیرا دینا تیرے لئے بہتر اور تیرا رکھ چھوڑنا تیرے لئے بُرا ہے۔''

ہمارے اوپر فرض ہے کہ ہم اپنے نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں اپنی کمائی کو مخلوق خدا کی بھلائی کے بہترین مصرف میں صرف کریں تاکہ اس سے ہماری اپنی ذات کی نشوونما ہو اور معاشرہ سے معاشی ناہمواری کے عفریت کا خاتمہ ہو جائے...رحمت اللعالمین ﷺ نے ارتکاز دولت پر بار بار اظہار ناپسندیدگی فرمایا اور اسے مستحقین کی ضروریات پر خرچ کرنے کی تلقین فرمائی۔

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس کے پاس سواری کے لئے زائد اونٹ ہو وہ اسے دے دے جس کی پاس سواری نہیں۔ جس کے پاس زائد زادراہ ہو وہ اسے دے دے جس کے پاس زادراہ نہیں۔''

حضرت ابوسعیدؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح مختلف اموال کا ذکر فرماتے رہے حتیٰ کہ ہم نے محسوس کر لیا کہ ضرورت سے زائد مال رکھنے کا ہم میں سے کسی کو حق نہیں ہے۔

مارچ 1983ء

نورالٰہی

''اے چادر میں لپٹنے والے ! رات کو قیام کیجئے، مگر کچھ رات، آدھی رات یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ۔ اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھیئے۔ ہم جلد آپ پر ایک بھاری فرمان ڈالنے والے ہیں۔'' (المزمل)

بھاری فرمان سے مراد دین کی تبلیغ ہے۔ اس عظیم ذمہ داری کا حق ادا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالی سے رابطہ قائم ہو۔ اللہ تعالی سے رابطہ قائم ہونے کے لئے ذہنی یکسوئی کا ہونا ضروری ہے اور ذہنی یکسوئی حاصل کرنے کے لئے زمان و مکان کی بو قلمونی سے خود کو آزاد کرنا ہے۔ یہ آزادی پیغمبروں کی زندگی میں رچی بسی ہوئی ہے۔ ان کی طرز فکر یہ ہے کہ وہ ہر چیز کو اس کے حقیقی روپ میں دیکھتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرز فکر کو حاصل کرنے کے لئے غار حرا میں مراقبہ کر کے ہماری رہنمائی فرمائی ہے اور اللہ تعالٰی نے ہمیں روشنی دکھائی ہے کہ اللہ کے فرمان کو عام کرنے اور تبلیغ دین کا حق ادا کرنے کے لئے خالق حقیقی سے ہمیں اس وقت بھی تعلق قائم کرنا ہے کہ جو وقت عامتہ الناس کے لئے استراحت اور نیند کا ہے۔

حضور ﷺ کا غار حرا میں قیام ہمیں سبق دیتا ہے کہ ماورائی صلاحیتیں اس وقت پیدا ہوتی ہیں جب آدمی دنیا سے عارضی طور پر اپنا رشتہ منقطع کر کے مراقبہ کرتا ہے۔ گہرائی میں سوچ بچار اور تفکر کا عمل ہی دراصل مراقبہ ہے۔

قرآن پاک ہدایت و عبرت کا سرچشمہ ہے یہ اس لئے نازل ہوا ہے کہ اس کی آیات پر غور کیا جائے اور اس کے رموز و نکات سے فائدہ اٹھایا جائے۔

''اور قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھیئے'' سے مراد اللہ کے کلام میں تفکر کرنا ہے۔ قرآن پاک اس عزم و ہمت کے ساتھ تلاوت کیجئے کہ ہمیں اس کی رہنمائی میں اپنی زندگی تعمیر کرنی ہے اور اس ہی ہدایت کے مطابق اپنے ماحول میں ایسے لوگ تیار کرنے ہیں جو نوع انسانی کے لئے فلاح کا راستہ بن جائیں۔

خدا کے اور اس کے رسول ﷺ کے مشن کو وہی لوگ چلا سکتے ہیں جو قرآن کو اپنے لئے غور و فکر کا مرکز اور محور بنالیں۔ تلاوت کرنے والوں کو ہدایت کی گئی ہے۔

''کتاب جو ہم نے آپ کی طرف بھیجی ہے سرتاسر برکت ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور اور تدبر کریں اور عقل سلیم رکھنے والے اس سے سبق حاصل کریں۔'' (ص ۲۹)

جو لوگ غور اور تدبر کی عظیم الشان صلاحیت کو اپنے اندر پیدا نہ کر لیں، ان کے لئے نہ خود صراط مستقیم پر قائم رہنا ممکن ہے اور نہ ہی وہ بھٹکتے ہوئے انسانوں کے لئے مشعل راہ بن سکتے ہیں۔ خدا سے گہرا تعلق پیدا کئے بغیر دعوت و تبلیغ کا کام خود فریبی کے سوا کچھ نہیں۔ اور خدا سے وابستگی پیدا کرنے کا یقینی ذریعہ صلوٰۃ اور مراقبہ ہے۔

نور نبوت

محبوب پروردگار، باعث تخلیق کائنات حضرت رحمت اللعالمین ﷺ کا ارشاد ہے:

''یہ قلوب زنگ آلود ہو جاتے ہیں جس طرح لوہا زنگ آلود ہو جاتا ہے جب اس پر پانی پڑتا ہے۔''

پوچھا گیا۔ ''یا رسول اللہ ﷺ! پھر دلوں کے زنگ کو دور کرنے والی چیز کیا ہے؟''

فرمایا: ''دل کا زنگ اس طرح دور ہوتا ہے کہ آدمی موت کو کثرت سے یاد کرے اور دوسرے یہ کہ قرآن کی تلاوت کرے۔''

نبی مکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

''ان لوگوں کی طرف دیکھو جو تم سے مال و دولت میں اور دنیاوی جاہ و مرتبے میں کم ہیں۔ اور ان لوگوں کی طرف نہ دیکھو جو تم سے مال و دولت اور دنیاوی ساز و سامان میں بڑھے ہوئے ہوں تاکہ جو نعمتیں تمہیں اس وقت ملی ہوئی ہیں وہ تمہاری نگاہ میں حقیر نہ ہوں۔''

اس حدیث مبارکہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ دنیاوی جاہ و مرتبہ میں کم لوگوں کی طرف دیکھنے سے ہمارے اندر شکر کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''میں عیش و سہولت کی زندگی کیسے گزاروں! جب کہ اسرافیل صور منہ میں لئے، کان لگائے، سر جھکائے انتظار کر رہے ہیں کہ کب صور پھونکنے کا حکم ہوتا ہے۔''

میرے دوستو!

عیش کوشی سے بچے رہو اور ایک ایسے سپاہی کی طرح زندگی کی ڈیوٹی انجام دیتے رہو جو کسی وقت بھی اپنی ڈیوٹی سے غافل نہیں ہوتا۔

مسلمان کا کردار یہ ہے کہ وہ عصبیت تنگ نظری اور دھڑے بندی سے دور رہتا ہے۔ کشادہ دل اور خوش اخلاقی سے ہر ایک سے تعاون کرتا ہے اور جو لوگ بھی مخلصانہ طرزوں میں صراط مستقیم پر گامزن ہو کر اللہ کی مخلوق کی خدمت کرتے ہیں ان کے ساتھ خیر خواہی اور اخلاص کا برتائو کرتا ہے۔ باہمی منافرت، کشیدگی، بغض و عناد اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے عمل سے خود کو محفوظ رکھتا ہے۔

نیک اور پاکیزہ نفس لوگ وہ ہیں جو دل کی گہرائی سے اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کو خدا کی راہ میں قربان کر دیتے ہیں اور یہ ہی وہ لوگ ہیں جو اس عارضی زندگی میں خدا کے دین کی کچھ خدمت کر جاتے ہیں۔

اپریل 1983ء

نورالٰہی

تبلیغی کام اپنے گھر سے شروع کیجئے۔ اگر آپ کے گھر میں آپ کی رفیقۂ حیات یا آپ کا رفیق سفر دینی اور روحانی علم سے بہرہ ور ہیں تو آپ دونوں بچوں کی بہترین تربیت کر سکتے ہیں۔ بچہ کا پہلا گہوارہ ماں کی آغوش اور باپ کی گود ہے۔ آپ دونوں اگر اسلامی اخلاق سے آراستہ ہوں گے تو بچوں کی تربیت اور سدھار کے لئے گھر تعلیم و تربیت کا پہلا اسکول بن جائے گا۔

مرد کے اوپر فرض ہے کہ بچوں اور بیوی کی تمام ضروریات پوری کرے۔ عورت کے اوپر فرض ہے کہ ازدواجی زندگی خوش گوار بنائے رکھے۔ دونوں کو چاہئے کہ اپنے قول و عمل اور انداز واطوار سے ایک دوسرے کو خوش رکھنے کی کوشش کریں۔ کامیاب ازدواجی زندگی کا یہی راز ہے اور خدا کو خوش رکھنے کا ذریعہ بھی۔

اللہ تعالیٰ آپ کو جو اولاد دیتا ہے، اسے کبھی ضائع نہ کیجئے۔ پیدا ہونے سے پہلے یا پیدا ہونے کے بعد اولاد کو ضائع کرنا بدترین سنگ دلی، بھیانک ظلم، انتہائی بزدلی اور دونوں جہان کی تباہی ہے۔ ولادت کے وقت ولادت والی عورت کے پاس آیت الکرسی اور سورۂ اعراف کی آیتیں ۵۴۔۵۵ پڑھیں اور سورۂ فلق اور سورہ الناس پڑھ کر دم کریں۔ ولادت کے بعد بچہ کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہیئے۔ اذان اور اقامت کے بعد کسی نیک مرد یا نیک عورت سے کھجور چبوا کر بچے کے تالوں میں لگوایئے اور بچے کے لئے خیر و برکت کی دعا کرایئے۔ بچوں کے نام ایسے رکھئے جن کے معانی اور مفہوم اچھے ہوں، پھر ساتویں دن عقیقہ کیجئے۔

بچوں کو ڈرایئے نہیں کیونکہ ابتدائی عمر میں دماغ میں چھپا ہوا ڈر ساری عمر ذہن سے چمٹا رہتا ہے اور خوف زدہ بچے زندگی میں کوئی بڑا کام سرانجام دینے کے قابل نہیں رہتے۔

اولاد کو ہر وقت سخت و سست اور ہر وقت برا کہتے رہنا بھی غلط ہے۔ اس سے بچے کی صحیح پرورش نہیں ہوتی اور وہ ڈانٹ ڈپٹ کو روزانہ کا معمول سمجھنے لگتا ہے۔ بچے نادان ہوتے ہیں۔ ان کی کوتاہیوں پر بیزار ہونے کی بجائے یہ سوچئے کہ آپ بھی ان ہی کی طرح بچہ تھے اور آپ سے بھی بے شمار کوتاہیاں سرزد ہوتی تھیں۔ نفرت کا اظہار کی بجائے حکمت، تحمل اور بردباری سے ان کو سمجھایئے۔ ان کو یہ تاثر دیجئے کہ آپ ان کے ہمدرد ہیں...ان کے سروں پر شفقت سے ہاتھ پھیریئے تاکہ ان کے اندر اطاعت اور فرماں برداری کے جذبات ابھر آئیں۔

نور نبوت

اخلاق، خوش مزاجی اور دل کی نرمی کو پرکھنے کے لئے اصل مقام آپ کا گھر ہے جہاں آپ اپنی بیوی اور بچوں سے محبت بھی کرتے ہیں اور اصلاح و تربیت کے لئے اپنا اقتدار بھی چاہتے ہیں۔ گھر کی بے تکلف زندگی میں ہی طبیعت اور مزاج کا ہر رُخ سامنے آتا ہے۔ صحیح معنوں میں وہی بااخلاق اور نرم خو ہے جو حفظ مراتب کے ساتھ اپنے گھر والوں سے خندہ پیشانی اور مہربانی سے پیش آئے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

''میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی اور میری سہیلیاں بھی میرے ساتھ کھیلتی تھیں۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو سب چھپ جاتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایک ایک کو میرے پاس بھیجتے تاکہ وہ میرے ساتھ کھیلیں۔''

ایک بار حج کے موقع پر حضرت صفیہؓ کا اونٹ بیٹھ گیا اور وہ سب سے پیچھے رہ گئیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ زار و قطار رو رہی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رک گئے اور اپنے دست مبارک سے چادر کا پلو لے کر حضرت صفیہؓ کے آنسو پونچھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آنسو پونچھتے جاتے تھے اور وہ بے اختیار روتی جاتی تھیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح باہر تبلیغ و تعلیم میں مصروف رہتے تھے اسی طرح گھر میں بھی اس فریضہ کو ادا کرتے رہتے۔ قرآن نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو خطاب کیا ہے:

''اور تمہارے گھروں میں جو خدا کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور حکمت کی باتیں سنائی جاتی ہیں، ان کو یاد رکھو۔''

اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے مومنوں کو ہدایت کی گئی ہے:

''اور اپنے گھر والوں کو صلوٰۃ کی تاکید کیجئے اور خود بھی پابند رہیئے۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''جب کوئی مرد رات میں اپنی بیوی کو جگاتا ہے اور وہ دونوں مل کر دو رکعت ادا کرتے ہیں تو شوہر کا نام ذکر کرنے والوں اور بیوی کا نام ذکر کرنے والیوں میں لکھ لیا جاتا ہے۔''

مئی 1983 ء

نور الٰہی

اس کتاب میں ابراہیم کے قصے یاد کیجئے، بلاشبہ وہ ایک سچے نبی تھے۔ جب انہوں نے اپنے والد سے کہا۔ باباجان! آپ ان چیزوں کی عبادت کیوں کر رہے ہیں جو نہ سنتی ہیں اور نہ دیکھتی ہیں اور نہ آپ کے کسی کام آسکتی ہیں؟ باباجان! میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا ہے۔ آپ میرے کہے پر چلیں، میں آپ کو سیدھی راہ چلاؤں گا۔ باباجان! آپ شیطان کی بندگی نہ کریں، شیطان تو بڑا نافرمان ہے، باباجان! مجھے ڈر ہے کہ رحمان کا عذاب آپکڑے اور آپ شیطان کے ساتھ بن کر رہ جائیں۔

باپ نے کہا۔ ابراہیم! کیا تم میرے معبودوں سے پھر گئے ہو، اگر تم باز نہ آئے تو میں تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دوں گا، اور جاؤ ہمیشہ کے لئے مجھ سے دور ہو جاؤ۔

ابراہیم نے کہا۔ آپ کو میرا سلام ہے، میں اپنے پروردگار سے دعا کروں گا کہ وہ آپ کی بخشش فرمادے، بیشک میرا رب مجھ پر بڑا ہی مہربان ہے۔ میں آپ لوگوں سے بھی کنارہ کرتا ہوں اور ان ہستیوں سے بھی جن کو خدا کو چھوڑ کر پکارتے ہو، میں تو اپنے رب ہی کو پکاروں گا۔ مجھے امید ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر ہرگز نامراد نہ ہوں گا۔ (سورۂ مریم۔ ۴۱۔۴۸)

اللہ کے پیغام کو پہنچانے اور ہر قسم کی قربانی کے لئے اپنے اندر ہمت و عزم پیدا کر کے خدا کی راہ میں وقت اور پیسہ خرچ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے صعوبتیں برداشت کرنا اور لوگوں تک اللہ اور اس کے رسول کا پیغام پہنچا دینا امت مسلمہ پر فرض اور ان نعمتوں کا شکر ہے جو اللہ ہمارے رب نے ہمیں دی ہوئی ہیں۔ جب کوئی بندہ اپنی تمام تر روحانی اور جسمانی صلاحیتوں کے ساتھ نوع انسانی کو صراط مستقیم کی دعوت دیتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کا خصوصی تعاون حاصل ہو جاتا ہے اور فرشتے اس بندہ کے جذبۂ صادق کو اپنے ترغیبی پروگراموں میں شامل کر لیتے ہیں۔ لیکن تبلیغ اسی شخص کو زیب دیتی ہے جس کے اندر روحانی صلاحیتیں بیدار ہوں اور وہ خود بھی راہ حق کا سچا اور پُر عزم مسافر ہو۔

راہ حق کے سچے مسافر کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

والذین جاھدوفینالنھدینھم سبلنا

نور نبوت

یہ اُس زمانہ کا واقعہ ہے جب سنگ دل لوگ نبی ﷺ اور نبی ﷺ کے جاں نثار ساتھیوں پر بے پناہ ظلم و ستم کر رہے تھے۔ حضرت خبابؓ فرماتے ہیں:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے سائے میں چادر سر کے نیچے رکھے آرام فرما رہے تھے۔ ہم آپ کے پاس شکایت لے کر پہنچے۔ یا رسول اللہ ﷺ! آپ ہمارے لئے خدا سے مدد طلب نہیں فرماتے، آپ اس ظلم کے خاتمے کی دعا نہیں کرتے۔

حضور اکرم ﷺ نے یہ سن کر فرمایا:

تم سے پہلے ایسے لوگ گزرے ہیں کہ ان میں سے بعض کے لئے گڑھا کھودا جاتا، پھر اس گڑھے میں کھڑا کر دیا جاتا، پھر آرا لایا جاتا اور اس کے جسم کو چیرا جاتا یہاں تک کہ اس کے جسم کے دو ٹکڑے ہو جاتے۔ پھر بھی وہ اپنے دین سے نہ پھرتا اور اس کے جسم میں لوہے کے کنگھے چبھوئے جاتے جو گوشت سے گزر کر ہڈیوں اور پٹھوں تک پہنچ جاتے مگر وہ خدا کا بندہ حق سے نہ پھرتا۔ قسم ہے خدا کی یہ دین غالب ہو کر رہے گا۔ یہاں تک کہ سوار (یمن کے دارالخلافہ) صنعا سے حضر موت تک کا سفر کرے گا اور راستے میں خدا کے سوا اس کو کسی کا خوف نہ ہو گا۔ البتہ چرواہوں کو صرف بھیڑیوں کا خوف ہو گا کہ کسی بکری کو اٹھا نہ لے جائیں۔ لیکن افسوس کہ تم جلد بازی سے کام لے رہے ہو۔''

کسی مشن کو کامیاب بنانے کے لئے آزمائشیں ضروری ہیں۔ جب تک آزمائش سے آدمی نہیں گزرتا، مقصد کی تکمیل نہیں ہوتی۔ مقصد ہمہ گیر ہو یا اس کی حیثیت انفرادی ہو، آزمائش لازم ہے۔ ہم کوئی بھی کام کرتے ہیں اس کی تکمیل تک پہنچنے کے لئے ہمیں مختلف مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ اور ان مراحل میں ہر مرحلہ دراصل ایک آزمائش ہے۔ ہم اس آزمائش پر پورے اترتے ہیں تو نتائج مثبت نکلتے ہیں اور اگر ہم آزمائش سے جی چراتے ہیں تو نتیجہ منفی نکلتا ہے۔

آیئے! ہم عہد کریں کہ اللہ کے دوست اور محبوب رب العالمین ﷺ کے وارث، ابدال حق، قلندر بابا اولیاءؒ کے روحانی مشن کو ساری دنیا میں پھیلانے کے لئے ہر آزمائش پر پورے اتریں گے اور نہایت خندہ پیشانی، حسن اخلاق اور مدبرانہ حکمت سے لوگوں کو یہ باور کرائیں کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عرفان حاصل کرنے کے لئے خود اپنی روح کا عرفان ضروری ہے۔

من عرف نفسہ فقد عرف ربہ

جولائی 1983ء

نور الٰہی

تعریف اس رب کائنات کے لئے ہے جو اپنی ربوبیت کی صفت عالی سے ہمیں کھانا کھلاتا ہے اور جو ہمارے معاشی، معاشرتی اور زندگی کے سارے کاموں میں ہماری مدد فرماتا ہے اور جس نے ہمیں رہنے، بسنے کے لئے آرام و استراحت کے وسائل کے ساتھ ٹھکانا بخشا ہے۔

انسانی زندگی کے دو رخ ہیں۔ ایک بیداری، دوسرا رخ خواب۔ بیداری میں بھی اسے آرام و آسائش کے لئے وسائل کی ضرورت پیش آتی ہے اور سونے کی حالت میں بھی۔ سونے کی حالت بیداری کی مشقت و محنت کا ثمر ہے۔ آدمی جب تھک ہار کر اپنے اندر ضعف اور کمزوری محسوس کرتا ہے تو سونے کے بعد اس کی توانائیاں بحال ہو جاتی ہیں۔ یہ ایک قدرتی عمل ہے کہ آدمی روحانی طور پر بیداری کی حالت سے نکل کر اس دنیا میں پہنچ جاتا ہے جہاں وہ پیدائش سے پہلے مقیم تھا۔ سونے کی حالت میں وہ غیب کی دنیا میں سفر کرتا ہے اور غیب کی دنیا میں نورانی لہروں کو اپنے اندر جذب کرتا ہے اور سو اٹھنے کے بعد ایک نئی زندگی، نیا ولولہ، نیا جوش اپنے اندر موجود پاتا ہے۔

ہمارے آقا، سرور کون و مکاں صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ بستر پر پہنچنے سے پہلے قرآن پاک کا کچھ حصہ ضرور پڑھو تاکہ غیب کی دنیا میں داخل ہونے سے پہلے، بیداری میں ہی انوار کا نزول شروع ہو جائے۔

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"جو شخص اپنے بستر پر آرام کرتے وقت کلام اللہ کی کوئی سورۃ تلاوت کرتا ہے تو خدائے تعالیٰ بیدار ہونے تک ہر تکلیف دہ چیز سے اس کی حفاظت پر ایک فرشتہ مامور کر دیتا ہے۔

سونے کے لئے ایسی جگہ کا انتخاب کیجئے جہاں تازہ ہوا اور آکسیجن وافر مقدار میں پہنچتی رہے۔ ایسے بند کمرے میں نہ سوئیں جہاں تازہ ہوا کا گذر نہ ہو۔ منہ لپیٹ کر سونے سے صحت پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ سوتے وقت چہرہ کھلا رکھئے تاکہ تازہ ہوا ملتی رہے۔

سوتے وقت یہ دعا پڑھئے:

اللّٰھم باسمک اموت واحییٰ

اے اللہ میں تیرے ہی نام سے موت کی آغوش میں جاتا ہوں اور تیرے ہی نام سے زندہ اٹھوں گا۔

نور نبوت

روحانی دنیا میں رات غیب کے شہود کا ذریعہ ہے.....اللہ رب العزت نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا ہے:

''اے میرے محبوب ﷺ! رات کو اٹھ کر قرآن پاک کی تلاوت کیجئے۔''

''پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گئی مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔''

''اور وعدہ کیا موسیٰ سے تیس رات کا اور پورا کیا چالیس رات میں۔''

''اور نازل کیا ہم نے اس کو لیلۃ القدر میں لیلۃ القدر بہتر ہے ہزار مہینوں سے۔ اس رات میں اترتے ہیں فرشتے اور روح اپنے رب کے حکم سے، اور یہ رات امان اور سلامتی کی رات ہے۔''

خدا سے تعلق پیدا کرنے اور اس میں استحکام کے لئے آخری شب میں بیدار ہو کر خود کو خدا کی طرف متوجہ (مراقبہ) کرنا ضروری ہے۔ خدا نے اپنے دوستوں کی یہی امتیازی خوبی بیان فرمائی ہے کہ وہ راتوں کو اٹھ کر اپنے خالق کے سامنے جھکتے ہیں، سجدے کرتے ہیں اور اپنی خطائوں کی معافی مانگتے ہیں۔ شب بیدار لوگوں کو اطمینان قلب کی دولت نصیب ہوتی ہے۔ ان کے اوپر بشارت کے ذریعے آنے والی باتوں کا انکشاف ہوتا ہے۔ انہیں سچے خواب نظر آتے ہیں۔ نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اب نبوت میں سے بشارتوں کے علاوہ کچھ باقی نہیں رہا۔ لوگوں نے پوچھا۔ ''بشارت سے کیا مراد ہے یارسول اللہ ﷺ!''

آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''اچھا خواب۔''

حضرت محمد علی مونگیریؒ نے ایک بار حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی سے عرض کیا کہ کوئی خاص درود شریف بتایئے جس کی برکت سے سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو جائے۔

کچھ تامل کے بعد کہا۔ حضرت سید حسنؒ کو اس درود کی برکت سے حضور ﷺ کا دیدار نصیب ہوا ہے:

اَللّٰھم صل علیٰ محمدٍ وعترتہٖ بعدد کل معلوم لک

(خدایا رحمت نازل فرما محمد ﷺ پر اور ان کی آل پر ان تمام چیزوں کی تعداد کے بقدر جو تیرے علم میں ہیں)

ہادیٔ برحق رحمت اللعالمین ﷺ کا ارشاد ہے:

”جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا، اس نے واقعتاً مجھے ہی دیکھا اس لئے کہ شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا۔“

اللہ اور اس کے فرشتے نبی مکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی اللہ کے محبوب ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھیجو۔

ستمبر 1983ء

نورِ الٰہی

قیامت کے روز اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے آدم کے بیٹے! میں بیمار پڑا تو نے میری مزاج پرسی نہیں کی، میری عیادت نہیں کی۔

بندہ کہے گا۔ پروردگار عالم! آپ ساری کائنات کے رب ہیں بھلا میں آپ کی عیادت کیسے کرتا؟

اللہ فرمائے گا۔ میرا فلاں بندہ بیمار پڑا تو اس کی عیادت کو نہیں گیا۔ اگر تو اس کی مزاج پرسی کے لئے جاتا تو مجھے پاتا۔

اللہ رب کائنات کے دوست اللہ کے پیغام رساں نور اول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں۔''

لوگوں نے پوچھا۔ یارسول اللہ ﷺ! وہ کون کون سے حقوق ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''جب تم مسلمان بھائی سے ملو تو اس کو سلام کرو۔ جب وہ تمہیں دعوت کے لئے بلائے تو اس کی دعوت قبول کرو۔ جب وہ تم سے مشورے کا طالب ہو تو اس کی خیر خواہی کرو اور نیک مشورہ دو۔ جب اس کو چھینک آئے اور وہ الحمد اللہ کہے تو اس کے جواب میں کہو یرحمک اللہ۔ جب وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرو اور جب وہ مر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ۔''

حضرت عائشہؓ بنت سعدؓ بیان کرتی ہیں کہ میرے والد نے اپنا قصہ سنایا کہ میں ایک بار مکے میں سخت بیمار پڑا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے پوچھا۔ یارسول اللہ ﷺ! میں کافی مال چھوڑ رہا ہوں اور میری صرف ایک ہی بچی ہے۔ کیا میں اپنے مال سے دو تہائی کی وصیت کر جاؤں اور ایک تہائی بچی کے لئے چھوڑ جاؤں؟

فرمایا۔ ''نہیں۔''

میں نے عرض کیا۔ ''یارسول اللہ ﷺ! پھر ایک تہائی کی وصیت کر جاؤں؟''

فرمایا۔ ''ہاں۔ ایک تہائی کی وصیت کر جاؤ اور ایک تہائی بہت ہے۔''

اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میری پیشانی پر رکھا اور منہ پر اور پیٹ پر پھیرا اور دعا فرمائی۔ اے خدا! سعد کو شفاء عطا فرما اور اس کی ہجرت کو مکمل فرمادے۔ اس کے بعد سے آج تک جب کبھی خیال آتا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی ٹھنڈک اپنے جگر پر محسوس کرتا ہوں۔

نور نبوت

اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرمادیجئے اللہ یکتا ہے، اللہ کسی سے کوئی احتیاج نہیں رکھتا، نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کا باپ ہے، اس کا کوئی خاندان بھی نہیں ہے۔

اس سورۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی پانچ صفات کا تذکرہ فرمایا ہے:

وہ یکتا ہے۔ بے نیاز ہے۔ ماں باپ یا اولاد کے رشتے سے مبرا ہے۔ اس کا کوئی کفو، خاندان، کنبہ یا برادری نہیں ہے۔

خالق کی تعریف کے برعکس...۱۔ مخلوق یکتا نہیں ہوتی، مخلوق کا کثرت میں ہونا ضروری ہے۔ ۲ مخلوق ہونے کی تعریف ہی یہ ہے کہ وہ ہر ہر قدم پر محتاج ہوتی ہے۔ ۳ مخلوق کا اگر باپ نہ ہو تو مخلوق کا وجود ہی زیر بحث نہیں آتا۔ ۴ مخلوق کی پیدائش میں بنیادی عمل ماں باپ کا ہوتا ہے۔ ۵ مخلوق کی پہچان کا اصل ذریعہ اس کا خاندان ہے۔ دراصل ہر نوع ایک پورا کنبہ اور خاندان ہے۔

آیئے! تلاش کریں کہ اللہ کی صفات میں ہم بحیثیت مخلوق کس کس رشتہ سے وابستہ ہیں۔

اللہ ایک ہے، مخلوق کثرت ہے۔ اللہ کسی کی اولاد نہیں ہے، مخلوق اولاد ہوتی ہے۔ مخلوق باپ یا ماں ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ خاندانی جھمیلوں سے پاک اور مبرا ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ ان پانچ صفات میں سے صرف ایک صفت ایسی ہے کہ مخلوق تمام مخلوق سے رشتے منقطع کرکے ہمہ تن متوجہ ہو کر اللہ کی صفت میں اپنا ذہن مرکوز کر سکتا ہے اور وہ صفت ہے بے نیازی کی صفت یعنی مخلوق اپنا ذہن دنیاوی تمام وسائل سے ہٹا کر اللہ کے ساتھ وابستہ کرلیتی ہے اور جب ایسا ہو جاتا ہے تو مخلوق کے اوپر یہ بات منکشف ہو جاتی ہے کہ ہمارا خالق و رازق اللہ اور صرف اللہ ہے۔

اس یقین کے ساتھ زندگی گزارنے والے بندے جب زندگی میں جدوجہد اور کوشش کرتے ہیں تو کہتے اور سمجھتے ہیں کہ ہم یہ کوشش اور جدوجہد اس لئے نہیں کررہے ہیں کہ کوشش کے نتائج ہمارے ارادوں کے تابع ہیں بلکہ اس لئے کوشش کرتے ہیں کہ اللہ چاہتا ہے کہ کائنات متحرک رہے۔ رنگ روپ میں بنی سنوری یہ کائنات اپنے محور پر گردش کرتی رہے، تاآنکہ اسے اپنی منزل مل جائے اور یہ کن سے پہلے کے عالم میں داخل ہو جائے۔

اکتوبر 1983ء

نور الٰہی

قرآن پاک نوع انسانی پر اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے جو اس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہم پر کیا ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جو ہر قسم کے شک وشبہ سے پاک ہے اور اس میں ہدایت کے طلبگاروں کے لئے سامان نجات ہے۔ اس مقدس صحیفے میں سب کچھ سمو دیا گیا ہے۔ معیشت اور معاشرت کے اصولوں سے لے کر تخلیق و تسخیر کائنات کے فارمولے سب کچھ اس میں موجود ہیں۔ کوئی چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز ایسی نہیں ہے جو اس کے دائرۂ بیان میں نہ آتی ہو۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک کا حق ہم پر یہ بتاتے ہیں:

''کتاب جو ہم نے آپ کی طرف بھیجی برکت والی ہے تاکہ وہ اس میں غور وفکر کریں اور عقل والے اس سے نصیحت حاصل کریں۔''

چنانچہ ہمیں چاہئے کہ قرآن پاک کو محض ثواب و برکت کا ذریعہ سمجھ کر بے سوچے سمجھے نہ پڑھیں یا طاقوں کی زینت بنا کر نہ رکھیں بلکہ اس میں تفکر کریں جیسا کہ غور وفکر کرنے کا حق ہے۔

اللہ رب العزت نے فہم قرآن عطا کرنے کا ذمہ خود لیا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے کہ

''ہم نے قرآن کا سمجھنا آسان کر دیا ہے، کیا ہے کوئی سمجھنے والا؟''

اس آیت مبارکہ کی روشنی میں ہم پر یہ لازم ہے کہ اس عطیۂ خداوندی سے فیض اٹھاتے ہوئے قرآن پاک میں غور وفکر کو اپنا شعار بنائیں تاکہ ہماری روحیں نور ہدایت سے منور ہو جائیں اور ہم ان صفات کو حاصل کر سکیں جن سے بندے کے لئے آسمان و زمین مسخر ہو جاتے ہیں۔

نور نبوت

ہمارے آقا سرور کونین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پاک سے بہت شغف تھا۔آپ ﷺ نہ صرف قرآن پاک کی تلاوت کرنا پسند فرماتے تھے بلکہ دوسروں سے بھی سن کر خوش ہوتے تھے۔ ہر سال رمضان المبارک میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کو قرآن پاک سناتے تھے۔ حالت قیام بھی آپ ﷺ قرآنی آیات نہایت انہماک اور توجہ سے پڑھتے تھے اور ایک ایک حرف واضح ایک ایک آیت الگ ہوتی تھی۔

آپ ﷺ کاارشاد گرامی ہے کہ

''اپنی آواز اور اپنے لہجے سے قرآن کو آراستہ کرو۔''

رحمت اللعالمین ﷺ نے یہ بشارت بھی دی ہے کہ

''قرآن پاک پڑھنے والوں سے قیامت کے روز کہا جائے گا۔ جس ٹھہراؤ اور خوش الحانی سے تم دنیا میں بنا سنوار کر قرآن پڑھا کرتے تھے اسی طرح قرآن کی تلاوت کرو اور ہر آیت کے صلے میں ایک درجہ بلند ہوتے جاؤ۔ تمہارا ٹھکانہ تمہاری تلاوت کی آخری آیت کے قریب ہے۔''

قرآن کریم تھوڑا تھوڑا روزانہ پڑھیئے۔ اور اس کے معانی اور حکمتوں میں غور کیجئے۔ نہ یہ کہ جلدی جلدی وافر حصہ تلاوت کر لیا جائے اور معانی میں غور و فکر نہ کیا جائے۔ قرآن پاک میں تسخیری علوم و فارمولوں کا خزانہ پوشیدہ ہے۔ جتنی ذہنی توجہ اور اخلاص سے ہم اس کو تلاش کریں گے اتنا ہی ہم پر یہ منکشف ہوتا جائے گا۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں ''القارعہ'' اور ''القدر'' جیسی چھوٹی سورتوں کو معانی اور مفہوم کے اعتبار سے سوچ سمجھ کر پڑھنا اس سے زیادہ بہتر سمجھتا ہوں کہ ''البقرہ'' اور ''آل عمران'' جیسی بڑی بڑی سورتیں جلدی جلدی پڑھ جاؤں اور کچھ نہ سمجھوں۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک مرتبہ ساری رات ایک ہی آیت تلاوت فرماتے رہے۔

''اے خدا! اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تُو انتہائی زبردست اور حکمت والا ہے۔''

☆☆☆☆☆

جنوری 1984ء

نور الٰہی

اللہ رب العزت سارے جہانوں کا پرورش کرنے والا، سب کی ضروریات کا کفیل اور سب کا نگہبان ہے۔ چنانچہ جب ہم انسانوں سے بھلائی سے پیش آتے ہیں، ان کی مدد کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔ قرآن پاک نے ہم پر حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد یعنی بندوں کے حقوق پورا کرنا لازم وملزوم کر دیا ہے اور اس کی بہت تاکید کی ہے۔

حقوق العباد کی ادائیگی رشتہ داروں سے شروع ہوتی ہے جن میں والدین سب سے پہلے مستحق ہیں۔ ماں باپ کی خدمت اور ان کی اطاعت اولین فریضہ ہے۔ اہل وعیال کے لئے حلال رزق کا حصول اور بچوں کی اچھی تعلیم وتربیت بھی حقوق العباد میں سے ہے۔ اس کے بعد دوسری رشتہ داروں اور پڑوسی کا نمبر آتا ہے۔ آخر میں تمام انسان حقوق العباد کے دائرۂ کار میں آتے ہیں۔

حقوق العباد میں مالی حق بھی ہے اور اخلاقی حق بھی۔ قرآن پاک نے جابجا اس کی حدود وبیان کی ہیں اور اس کو ایمان کا جزو قرار دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”نیکی یہ نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق اور مغرب کی طرف کر لو لیکن نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص ایمان لائے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور آسمانی کتابوں پر اور نبیوں اور مال دیتا ہو اللہ کی محبت میں رشتہ داروں کو اور یتیموں و اور مسکینوں کو اور مسافروں کو اور سوال کرنیوالوں کو اور گردن چھڑانے میں۔“ (البقرہ)

اگر ہم اس پوزیشن میں نہ ہوں کہ مالی لحاظ سے کسی کی مدد کر سکیں تو خدمت کے اور بھی ذرائع ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مختلف صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ ہم ان کو لوگوں کے فائدے کے لئے استعمال کر سکتے ہیں۔

دین کا بنیادی جذبہ خیر خواہی ہے چنانچہ اگر ہم کسی کے لئے اچھائی نہیں کر سکتے تو اس کے لئے برائی کے مرتکب بھی نہ ہوں۔ خیر خواہی کے لئے محض مالی حالت کا اچھا ہونا ضروری نہیں ہے۔ لوگوں سے خوش اخلاقی سے پیش آنا۔ سلام میں پہل کرنا، کسی کی غیبت نہ کرنا اور نہ سننا، اللہ کی مخلوق سے حسن ظن رکھنا، لوگوں کے چھوٹے موٹے کام کر دینا، کسی ضعیف یا بیمار کو سڑک پار کرا دینا، بیمار کی مزاج پرسی کرنا، سڑک پر پڑے ہوئے پتھر یا کانٹوں کو راہ سے ہٹا دینا حقوق العباد کے زمرے میں آتے ہیں۔

نور نبوت

ہادیٔ برحق، معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے حقوق العباد کی اہمیت کو ایک مکالمہ کے ذریعے یوں فرمایا ہے:

''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا کہ ابن آدم! میں بیمار ہوا تو تُونے میری عیادت نہیں کی۔ بندہ عرض کرے گا کہ اے رب العزت! میں تیری عیادت کیوں کر کرتا، تو رب العالمین ہے۔ اللہ فرمائے گا، کیا تو نہیں جانتا تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا لیکن تو نے اس کی عیادت نہیں کی۔ کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ تو اگر اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا مگر تو نے مجھے کھانے کو نہیں دیا۔ بندہ عرض کرے گا کہ پروردگار عالم! میں تجھے کھانا کیوں کر دیتا۔ تُو تو رب العالمین ہے۔ اللہ فرمائے گا کہ کیا تو واقف نہیں تھا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا مگر تو نے اسے کھانے کو نہیں دیا۔ کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ تو اگر اسے کھانا دیتا تو اسے میرے پاس ہی پاتا۔ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا مگر تو نے مجھے پانی نہیں دیا۔ بندہ کہے گا کہ پروردگار! میں تجھے کس طرح پانی پلاتا تو تو رب العالمین ہے۔ اللہ فرمائے گا کہ کیا تو واقف نہیں تھا کہ میرے فلاں بندے نے پانی مانگا تو تو نے نہیں دیا۔ سن لے کہ اگر اسے پانی پلاتا تو اسے میرے پاس پاتا۔''

حقوق اللہ میں ہونے والی کوئی کوتاہی تو معاف ہو سکتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں لیکن بندوں کو تکلیف دے کر اور ان کے حقوق غصب کر کے ہم نجات کے مستحق نہیں ٹھہرتے چنانچہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے مخاطب ہو کر سوال کیا:

''تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟''

حاضرین نے جواب دیا۔ ''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس مال واسباب نہ ہو۔''

حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''میری امت میں قیامت کے دن وہ مفلس ہو گا جو نماز، روزہ، زکوٰۃ سب کچھ لے کر آئے گا لیکن اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہو گی، دوسرے پر بدکاری کی تہمت لگائی ہو گی، اس کا مال لیا ہو گا، خون کیا ہو گا، مارا ہو گا۔ چنانچہ اس کی تمام نیکیاں ان کو مل جائیں گی جن کے ساتھ اس نے یہ کام کئے ہوں گے۔ چنانچہ اس کی نیکیاں ان کے حقوق کی ادائیگی سے پہلے ہی ختم ہو جائیں گی تو پھر لوگوں کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی جن کے ساتھ اس نے ظلم کیا ہو گا اور وہ جہنم سپرد کر دیا جائے گا۔

فروری 1984ء

نور الٰہی

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہمیشہ پر امید رہیئے اور یہ یقین رکھیئے کہ گناہ خواہ کتنے ہی زیادہ ہوں اللہ تعالیٰ کی رحمت اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ سمندر کے جھاگ سے زیادہ گناہ کرنے والا بھی جب اپنے گناہوں پر شرمسار ہو کر خدا کے حضور گڑ گڑاتا ہے تو خدا اس کی سنتا ہے اور اس کو اپنے دامن رحمت میں پناہ دیتا ہے۔

زندگی کے کسی حصے میں گناہوں پر شرمساری اور ندامت کا احساس پیدا ہو اسے خدا کی توفیق سمجھئے اور توبہ کے دروازے کو کھلا سمجھئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اے میرے وہ بندو! جو اپنی جانوں پر زیادتی کر بیٹھے ہو، خدا کی رحمت سے ہر گز مایوس نہ ہونا یقیناً خدا تمہارے سارے کے سارے گناہ معاف فرمادے گا۔ وہ بہت ہی معاف فرمانے والا ہے اور بڑا ہی مہربان ہے اور تم اپنے رب کی طرف رجوع ہو جاؤ اور اس کی فرمانبرداری بجالاؤ اس سے پہلے کہ تم پر کوئی عذاب آپڑے اور پھر تم کہیں سے مدد نہ پاسکو۔'' (سورۃ الزمر ۵۴،۵۳)

توبہ کے بعد اس پر قائم رہنے کا پختہ عزم کیجئے اور شب و روز اللہ سے کئے ہوئے پیمان کی طرف دھیان رکھئے لیکن...... اگر باوجود کوشش کے آپ پھسل جائیں اور پھر کوئی خطا کر بیٹھیں تب بھی ہر گز مایوس نہ ہوں بلکہ دوبارہ اللہ تعالیٰ کے دامن رحمت میں پناہ حاصل کریں۔ یہاں تک کہ آپ اس درجہ پر فائز ہو جائیں جہاں آدم زاد انسان بن جاتا ہے۔

یاد رکھئے! اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا...... اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ رکھنے کے مترادف ہے۔

ارشاد ربانی ہے

''لا تقنطوا من رحمتہ اللہ''

نور نبوت

خدا کو سب سے زیادہ خوشی جس چیز سے ہوتی ہے وہ بندے کی توبہ ہے۔ توبہ کے معنی ہیں پلٹنا، رجوع ہونا، بندہ جب فکر و جذبات کی گمراہی میں مبتلا ہو کر گناہوں کی دلدل میں پھنستا ہے تو وہ خدا سے بچھڑ جاتا ہے، اور بہت دور جا پڑتا ہے گویا خدا سے وہ گم ہو گیا اور جب وہ پھر پلٹتا ہے اور شرمسار ہو کر خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو یوں سمجھئے کہ گویا خدا کو اپنا گمشدہ بندہ مل گیا۔

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

''خدا رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ جس شخص نے دن میں کوئی گناہ کیا ہے وہ رات میں خدا کی طرف پلٹ آئے اور دن میں وہ اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات میں اگر کسی نے کوئی گناہ کیا ہے تو وہ دن میں اپنے رب کی طرف پلٹے اور گناہوں کی معافی مانگے یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو۔''

ہاتھ پھیلانے سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو اپنی طرف بلاتا ہے اور اپنی رحمت سے ان کے گناہوں کو ڈھانپنا چاہتا ہے۔

آپ ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے کہ

''سارے کے سارے انسان خطاکار ہیں اور بہترین خطاکار وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندگی و اطاعت کا پیمان باندھنے کے لئے حضور ﷺ نے یہ دعا تعلیم فرمائی ہے:

اللّٰھم انت ربی لا الٰہ الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علی عھدک ووعدک مااستطعت اعوذ بک من شر ما صنعت وابوء لک بنعمتک علی وابواء بذنبی نا غفرلی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت

اپریل 1984ء

نور الٰہی

نور نبوت

قرآن ہمیں تفکر کی دعوت دیتا ہے...نوع انسان کی تاریخ ہمیں بہانگ دہل بتارہی ہے کہ زمین پر وہی قومیں حکمت و دانش مندی سے سرفراز کی گئی ہیں جو اللہ کی پھیلائی ہوئی نشانیوں میں غور کرتی ہیں۔ دنیا کی بادشاہت کا سہرا انہیں افراد کے سر پر سجتا ہے جو اللہ کی دی ہوئی عقل و فہم کو استعمال کرتے ہیں اور عقل و حکمت اور علم و حلم سے خود کو آراستہ کرتے ہیں۔ کیا ہم نے کبھی یہ سوچا کہ اگر زمین کے پیٹ میں جاری و ساری چشمیں سوکھ جائیں تو کون ہے جو انہیں دوبارہ جاری کر سکتا ہے۔

فضائوں میں رنگینی، زندگی کو تحفظ دینے والی روشنیاں، طرح طرح کی گیسیں، نیل گوں آسمان کی بساط پر ستاروں کی انجمنیں، رات کی تاریکی میں روشن چاند، دن کے اجالے کو جلا بخشنے والا سورج، ہوا، معطر معطر خراماں خراماں نسیم سحر درختوں کی نغمہ سرائی چڑیوں کی چہکار، بلبل کی سدا، کوئل کی کوک کس نے تخلیق کی ہے؟...کیا ان سب کے اوپر ہمارا کوئی دخل ہے، اگر یہ سب ایک مربوط نظام کے تحت قائم نہ رہیں...ہمارے پاس ایسا کون سا ذریعہ ہے جس سے ہم اس نظام کو قائم رکھ سکتے ہیں۔

اگر ان باتوں کو رفعت و عظمت سے تعبیر کرکے اپنی بے بضاعتی کہا جائے تو...خود ہمارے جسم میں ایسی بے شمار نشانیاں موجود ہیں جن سے ہم ہرگز ہرگز صرف نظر نہیں کر سکتے۔

ذرا غور تو کیجئے:

جسم کے اوپر بال کس طرح چپکے ہوئے ہیں۔ مرد کے چہرہ پر داڑھی ہوتی ہے۔ عورت کا چہرہ ملائم اور بالوں سے صاف ہوتا ہے......آخر کیوں؟......کیا اس نظام میں ہمارے لئے کوئی نشانی نہیں ہے۔

مرد کے چہرے پر بال مرد کی خوبصورتی ہے اور عورت کا نرم و نازک اور ملائم چہرہ عورت کی خوبصورتی ہے۔

یہی بال جو مرد کے چہرے پر نکلتے ہیں عورت کے چہرے پر اس لئے نہیں نکلتے کہ ایک مخصوص نظام کے تحت خون کی کثافت ختم ہو جاتی ہے یعنی بال دراصل خون کی کثافت ہے......ذرا غور تو فرمائیں کہ قدرت نے اس کثافت کی قلب ماہیئت کرکے بالوں کی شکل میں کس طرح چہرے سر اور جسم پر چپکا دیا ہے۔ آنکھ کے اندر کی مشینری کا کھوج لگایا جائے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ ہزاروں عضلات اللہ تعالیٰ کے کیمرے میں پرزے بن کر فٹ ہیں۔

دماغ کی کارکردگی پر غور کیجئے تو اندر کی آنکھ دیکھتی ہے کہ بارہ کھرب خلیے دماغ میں موجود ہیں اور ہر خلیہ آدمی کے اندر ایک حس ہے یہی وہ خلیے ہیں جو ہمارے اندر فکر و خیال کے چراغ روشن کرتے ہیں۔ دل کی بے چیدہ مشینری ایک حکم۔ ایک توازن۔ ایک پروگرام کے تحت رواں دواں ہے۔ دل انسانی بالوں کو متحرک رکھنے کے لئے ایک ایسا انجن ہے جس کے چلانے میں انسانی ارادہ کا کوئی دخل نہیں ہے۔

آپ نے کبھی سوچا ہے؟

ماں کے پیٹ کی اندھیری کوٹھری میں آپ کی پرورش کس طرح عمل میں آئی ہے اور اس ظلمت کدہ سے سفر کرتے ہوئے ہم کس طرح مینارہ نور بن جاتے ہیں۔ یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ حوا کے پیٹ سے آدمی کے بجائے کوئی سانپ، کوئی بندر پیدا ہو جاتا... بلاشبہ کائنات ایک مربوط نظام کے تحت مسلسل اور متواتر حرکت میں ہے اور جس نظام پر یہ کائنات چل رہی ہے وہ نظام تکوین ہے۔

ذرا سوچو! اگر اللہ رات کا دامن پھیلا کر اسے قیامت کے وقت سے ملا دے تو کیا اللہ کے بغیر کوئی اور طاقت ایسی ہے جو تمہیں اس طوالت سے بچا سکے اور اگر خدا دن کو قیامت تک طویل کر دے تو کیا اللہ کے بغیر کوئی طاقت ایسی ہے جو تمہیں سکون کی نیند اور رات کی آسودگیاں عطا فرمائے۔ جلی ہوئی خشک ویران بنجر زمین پر جب بارش برستی ہے تو زمین کے اندر سے انگور کی بیل اور کھجور کے درخت اُگ آتے ہیں جو رنگ، خوشبو اور ذائقہ میں الگ الگ ہوتے ہیں۔ یہ کیسا کمال ہے کہ ایک ہی پانی مختلف ڈائیوں میں جا کر رنگ وروپ اور ذائقوں میں مختلف ہو جاتا ہے۔ کیا یہ بات غور و فکر کی طرف ہمیں مائل نہیں کرتی کہ شہتوت پر آم کیوں نہیں اُگتے اور آم کے درخت پر آڑو کیوں نہیں اُگتے اور آڑوئوں کے درخت سے بیر کیوں نہیں اترتے......

کہکشائوں میں ہزاروں سورج ہونے کے باوجود رات کو زمین پر اندھیرا کیوں ہو جاتا ہے۔

سائنس نے یہ تو جان لیا ہے کہ زمین سورج کے گرد گھومتی ہے۔ سائنس دان یہ بھی کہتے ہیں کہ سورج میں آگ کے الائو روشن ہیں مگر یہ کوئی نہیں بتاتا کہ کہکشائوں کی گردش پر کنٹرول کس کا ہے۔ ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ آخر بڑے سے بڑا سائنس داں مر کیوں جاتا ہے۔ دل کی پیوند کاری کرنے والے سائنٹسٹ کا دل فیل کیوں ہو جاتا ہے۔

ارض و سماں کو بار بار دیکھو کیا تمہیں کوئی خلل نظر آتا ہے؟

حضرت ایوب علیہ السلام اپنی کتاب (ایوب کی کتاب باب ۳۸،۳۹) میں فرماتے ہیں:

''سیلابوں کی گذرگاہیں اور بجلی کی گرج اور چمک کی راہیں کس نے مقرر کیں۔ کیا تو بادلوں کو پکار سکتا ہے کہ وہ تجھ پر مینہ برسائیں۔ کیا تو بجلیوں کو اپنے حضور میں بلا سکتا ہے؟...''

دل میں سمجھ اور فہم کس نے عطا کی ہیں اور ہرن کو آزادی کس نے دی؟

مئی 1984ء

نور الٰہی

نور نبوت

قرآن مجید ہمیں ایسی اخلاقی اور روحانی قدروں سے آشنا کرتا ہے جن میں زمان و مکان کے اختلاف سے تبدیلی نہیں ہوتی۔ قرآن ہمیں ایسے ضابطۂ حیات سے متعارف کراتا ہے کہ جو دنیا میں رہنے والی ہر قوم کے لئے قابل عمل ہے۔ اگر قرآن کی بتائی ہوئی اخلاقی اور روحانی قدریں سوئٹزر لینڈ کی منجمد فضائوں میں زندہ اور باقی رہنے کی صلاحیت رکھتی ہیں تو افریقہ کے تپتے ہوئے صحرا بھی ان قدروں سے مستفیض ہوتے ہیں۔ جس طرح مادی دنیا میں رہنے کے لئے ایسے آداب معاشرت اور قوانین موجود ہیں جو زمان و مکان کے اختلاف سے تبدیل نہیں ہوتے اسی طرح روحانی زندگی کے بھی کچھ قوانین ہیں جن میں تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔

نوع انسانی کا یہ علم ہے کہ آگ جسم کو جلاتی ہے۔ آدم سے تا ایں دم اور قیامت تک آگ کا جلانا ایک مسلمہ امر ہے۔ ہر زمانے اور ہر خطہ زمین پر آگ کا یہ وصف قائم ہے کہ آگ جلا دینے والی شئے ہے۔ جس طرح صحت کے اصولوں کی خلاف ورزی ہے اس جہان آب و گل میں جسمانی صحت متاثر ہوتی ہے۔ اسی طرح روح کی صحت کے لئے بھی حفظان صحت کے اصول متعین ہیں جن اصولوں سے ہماری روحانی صحت برقرار رہتی ہے۔ یہی وہ اصول ہیں جن کا پرچار تمام پیغمبروں نے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا ہے۔ یہ روحانی صحت کو برقرار رکھنے کے اصول دو حصوں میں تقسیم ہیں۔ پہلا حصہ اللہ کے حقوق اور دوسرا حصہ بندوں کے حقوق۔ بندے کے اوپر اللہ کا یہ حق ہے کہ بندے کو اللہ کی ذات اور صفات کی معرفت حاصل ہو، اس کا دل اللہ کی محبت سے سرشار ہو، اس کے اندر عبادت کا ذوق اور اللہ کے عرفان کا تجسس کروٹیں لیتا ہو۔ بندے کا اللہ کے ساتھ اس طرح تعلق استوار ہو جائے کہ بندگی کا ذوق اس کی رگ رگ میں رچ بس جائے۔

بندہ یہ بات اپنے پورے ہوش و حواس کے ساتھ جان لے کہ میرا اللہ کے ساتھ ایک ایسا رشتہ ہے جو کسی آن، کسی لمحے اور کسی وقفے میں نہ ٹوٹ سکتا ہے، نہ معطل ہو سکتا ہے، نہ ختم ہو سکتا ہے۔ یہ بات بھی حقوق اللہ میں شامل ہے کہ بندہ اس بات سے باخبر ہو اور اس کا دل اس بات کی تصدیق کرے کہ میں نے عالم ارواح میں اس بات کا عہد کیا ہے کہ میرا رب، مجھے بنانے والا، خدوخال بخش کر میری پرورش کرنے والا اور میرے لئے

وسائل فراہم کرنے والا اللہ ہے اور میں نے اللہ سے اس بات کا عہد کیا ہے کہ میں زندگی، خواہ وہ کسی عالم کی زندگی ہو، آپ کا بندہ اور آپ کا محکوم ہو کر گزاروں گا۔

حقوق العباد یہ ہے کہ انسان اس بات کا یقین رکھے ساری نوع انسان اللہ کا ایک کنبہ ہے اور میں خود اس کنبے کا ایک فرد ہوں۔ جس طرح کوئی انسان اپنی فلاح و بہبود اور اپنی آسائش کے لئے اصول وضع کرتا ہے۔ اسی طرح ہر انسان پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے بھائی کی آسائش و آرام کا خیال رکھے۔ انبیاء اور اہل اللہ کی تاریخ پر اگر نظر ڈالی جائے تو یہ بات مظہر بن کر سامنے آتی ہے کہ تمام انبیائے کرام اور تمام اہل اللہ نے مخلوق کی خدمت کو اپنا نصب العین قرار دیا ہے۔

اللہ کی مخلوق کی خدمت کا سچا اور مخلصانہ جذبہ انسان کے اندر محبت، اخوت، مساوات اور مسامتا کو جنم دیتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر چالیس راتیں عبادت میں اس لئے گزاریں کہ ان کے پیش نظر بنی اسرائیل کو بھرپور فیض سے نوازنا تھا۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غار حرا سے باہر تشریف لائے تو نبی نوع انسان کو بے پناہ مادی اور روحانی فیض حاصل ہوا۔ اور حضور ﷺ نے غار حرا کی تاریکی میں گیان دھیان کر کے جو نعمت حاصل کی اس نعمت سے آدم زاد کی پیاسی روحوں کو سیراب فرمایا۔

قرآن پاک کی روحانی اور انسانی قدروں کا تذکرہ کر کے بندوں کو حقوق العباد اور حقوق اللہ کی ادائیگی کے طریقے سکھاتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے حقوق کا تذکرہ فرماتے ہیں تو کہتے ہیں کہ وہ بادشاہ ہے۔ وہ خداوند قدوس ہے، وہ سلامتی اور امن دینے والا ہے، وہ نگہبان ہے، وہ غالب اور دبدبے والا ہے اور کبریائی اسی کو زیب دیتی ہے، وہ خالق کائنات ہے، موجد کائنات ہے اور صورت گر موجودات ہے۔

بندہ جب اللہ تعالیٰ کے حقوق پورے کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس عمل کو قبول فرماتا ہے۔ سورۂ انعام میں ارشاد ربانی ہے:

"انسان کی آنکھیں اللہ کا ادراک نہیں کرتیں اور اللہ آنکھوں کا ادراک کر لیتا ہے۔"

یعنی بے بضاعت اور بے نظر انسان جو اپنی آنکھوں سے اللہ کو نہیں دیکھ سکتا، اللہ خود آنکھوں کا ادراک بن کر اس کے سامنے آجاتا ہے۔ سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"میں تو تیرے قریب ہوں، تو مایوس ہوتا ہے۔ میں تو ہر پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے ہیں:

"تم جہاں بھی جاتے ہو میں تمہارے ساتھ ہوتا ہوں۔"

قربت کے مزید اظہار کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''ہم تو تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ تمہارے قریب ہیں۔''

ناقابل ادراک ہونے کے باوجود اللہ انسان کے ساتھ اپنی معیت اور قربت کا بار بار اعلان کرتا ہے۔ سورہ فجر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''بلاشبہ تیرا پروردگار تجھے ہر دم جھانک رہا ہے۔''

حقوق العباد کے ضمن میں قرآن پاک کی تعلیم اور ہدایت ہر شعبے میں دلیل راہ ہے۔ قرآن پاک جب اصول معاشیات بیان کرتا ہے تو کہتا ہے:

''جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اپنے بھائی بندوں پر ضرورت کے وقت اسے خرچ نہیں کرتے ان کے لئے دردناک عذاب کی بشارت ہے۔ جس روز دوزخ کی آگ میں اسے (دولت) کو گرم کیا جائے گا اور اس دولت سے ان کی پیشانیاں، ان کے پہلو اور ان کی پیٹھ داغی جائے گی یہی ہے وہ دولت جو تم اپنے لئے سمیٹ کر رکھتے تھے۔ پس دولت سمیٹنے کا مزہ چکھو۔'' (سورہ توبہ)

حقوق العباد کے سلسلے میں قرآن ہمیں تہذیب اور شائستگی بھی سکھاتا ہے۔ اس نے ہمیں ایک دوسرے سے ملنے جلنے اور تعلقات برقرار رکھنے کے اصول بھی بتائے ہیں۔ سورۂ نساء میں ہے:

''اور جب تمہیں سلام کیا جائے تو تم زیادہ تپاک اور گرم جوشی سے سلام کا جواب دو۔''

سورۂ لقمان میں ہے:

''زمین پر اکڑتے ہوئے مت چلو، بلاشبہ اس متکبرانہ چال سے تم نہ تو زمین میں شگاف ڈال سکتے ہو اور نہ پہاڑوں کے برابر لانبے ہو سکتے ہو۔''

گفتگو کا تذکرہ آتا ہے تو قرآن کہتا ہے:

''بات کرتے ہوئے آواز کو دھیما رکھو، گدھوں کی آواز یقیناً نہایت بھدی اور بھونڈی ہوتی ہے۔''

سورۂ نور میں ہے:

''اے ایمان والو! اپنے گھروں کے علاوہ اوروں کے گھروں میں اطلاع دیئے بغیر اور سلام کے بغیر نہ داخل ہوا کرو۔''

دو آدمی مجلس میں بیٹھ کر اگر سر گوشی کریں تو وہاں موجود دوسرے آدمیوں کے دل میں یہ خیال آسکتا ہے کہ شاید ہماری نسبت کوئی بات کہی جا رہی ہے۔ اگر یہ نہیں تو اتنا گمان تو ضرور ہوتا ہے کہ ہمیں اس قابل نہیں سمجھا کہ ہمیں اپنی گفتگو میں شریک کیا جائے۔ اس خفت اور بد گمانی کو ختم کرنے کے لئے قرآن پاک نے مجلس میں بیٹھنے کے آداب بیان کئے ہیں اور سورۂ مجادلہ میں فرمایا ہے:

''سر گوشی پر شیطان ہی اکساتا ہے تاکہ دو مسلمانوں کو رنجیدہ کرے۔''

جون 1984ء

نور الٰہی

نور نبوت

ایمان ایک ایسا جوہر ہے جس کی چاشنی اور حلاوت دنیا کی ہر چیز سے زیادہ ہے مگر یہ حلاوت اور چاشنی اسی بندے کو حاصل ہوتی ہے جو دنیا کی ہر چیز سے زیادہ اللہ کو محبوب رکھتا ہے۔ وہ بندہ جو اللہ سے زیادہ دوسری چیزوں کو عزیز رکھتا ہے، اللہ کا سچا بندہ ہے اور شیدائی نہیں ہے۔ جب ہم محبت کا تذکرہ کرتے ہیں تو محبت ہم سے کچھ تقاضے کرتی ہے اور وہ تقاضہ یہ ہے کہ محبت ہمیشہ قربانی چاہتی ہے۔

سب جانتے ہیں کہ محبت ایک ایسی قلبی کیفیت کا نام ہے جو ظاہرہ آنکھوں سے نظر نہیں آتی لیکن انسان کا عمل اس بات کی شہادت فراہم کرتا ہے کہ اس کے اندر محبت کا سمندر موجزن ہے یا نہیں۔ ایک آدمی زبانی طور پر اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ میں اپنے محبوب سے محبت کرتا ہوں لیکن جب ایثار اور قربانی کا وقت آتا ہے تو وہ اپنے قول میں سچا ثابت نہیں ہوتا۔ اس کی محبت ہر گز قابل تسلیم نہیں سمجھی جائے گی۔ خدائے تعالیٰ سے جو لوگ محبت کرتے ہیں ان سے اللہ تعالیٰ بھی محبت کرتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو اس کے دل میں محبت بھر دیتے ہیں۔ محبت کی یہ خوشبو جب آسمان کی رفعتوں کو چھو جاتی ہے تو آسمان والے بھی اس بندے سے محبت کرنے لگتے ہیں اور جب محبت کی یہ خوشبو زمین کی چاروں سمت کو محیط ہو جاتی ہے تو زمین پر بسنے والا ہر فرد خواہ وہ انسان ہو، پرندہ ہو، چرندہ ہو، درندہ ہو اس شخص سے والہانہ محبت کرتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"جب اللہ اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بلا کر کہتا ہے میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں، تم بھی اس سے محبت کرو۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور عالم آسمان میں اعلان کرتے ہیں کہ خدا اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو تو آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر اس بندے کے لئے زمین والوں کے دلوں میں قبولیت اور عقیدت پیدا کر دی جاتی ہے۔

جب اللہ کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو ایک ہی بات سامنے آتی ہے کہ اللہ اپنی مخلوق سے محبت کرتا ہے۔ یہ محبت ہی تو ہے کہ مخلوق کو زندہ رکھنے کے لئے اللہ طرح طرح کے وسائل پیدا کرتا ہے۔ زمین کو اس نے حکم دے رکھا ہے کہ میری مخلوق کے لئے انواع واقسام کی غذائیں پیدا کر، سورج کو حکم دیا کہ فضا کو مسموم ہونے سے محفوظ کر دے کہ میری مخلوق بیمار نہ ہو جائے، چاند کو حکم دیا کہ اپنی ٹھنڈی کرنوں سے پھلوں میں شیرینی پیدا کرتا کہ

میری مخلوق خوشنما، خوش ذائقہ اور شیریں پھل کھاتی رہے۔ ہوا کو حکم دیا ہے کہ سبک خرامی کے ساتھ چلتی رہ تاکہ میری مخلوق کی زندگی میں کام آنے والی بنیادی شئے آکسیجن فراہم ہوتی رہے۔ زمین کو اللہ نے نہ اتنا سخت بنایا ہے کہ آدمی جب اس پر چہل قدمی کرے تو اس کے پر دکھ جائیں، نہ زمین کو اتنا نرم بنایا ہے کہ جب اللہ کی مخلوق زمین پر چلے تو اس کے پیر دھنس جائیں۔

یہ اللہ کی محبت ہی تو ہے کہ اس نے اپنی قدرت کو پابند کر دیا ہے کہ وہ ایک توازن کے ساتھ معین مقداروں کے ساتھ مخلوق کی پرورش کرتی رہے۔ یہ اللہ کی ہی محبت ہی تو ہے کہ اس نے اپنی مخلوق کو جھلسا دینے والی آگ کی تپش سے محفوظ رکھنے کے لئے ایک نظام بنایا، ایک نظام قائم کیا اور اس نظام سے اپنی مکلف مخلوق کو متعارف کرانے کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے۔ اس سے زیادہ محبت کی اور کیا روشن مثال ہو سکتی ہے کہ اللہ نے اپنے رحمت اللعالمین محبوب ﷺ کو مخلوق کے درمیان بھیج دیا اور یہ اللہ کی رحمت ہی تو ہے کہ اس نے ماں کے دل میں بچے کی محبت اس طرح پیوست کر دی کہ ماں اپنے خون کا ایک ایک قطرہ بچے کے اندر انڈیلتی ہے اور پھر بھی خوش ہے۔

اللہ جب کسی سے محبت کرتا ہے تو یہ بھی چاہتا ہے کہ اللہ سے محبت کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

’’جب کسی بندے نے اللہ کے لئے کسی بندے سے محبت کی تو اس نے اپنے رب کی تعظیم کی۔‘‘

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب خاتم النبیین، ختم المرسلین، رحمت اللعالمین ﷺ سے فرماتا ہے:

’’اے ہمارے چہیتے محبوب ﷺ! آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، خدا تم کو اپنا محبوب بنالے گا۔‘‘

خدا سے محبت کے دعوے کی تکمیل اسی وقت ہوتی ہے اور یہ دعویٰ خدا کی نظر میں اسی وقت قابل قبول ہے جب ہم خدا کے رسول ﷺ کی پیروی کریں۔

جولائی1984ء

نورالٰہی

ہجرت کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو اہل مدینہ دو مخصوص دن تفریح کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا۔ ’’ یہ دو روز کیا ہیں؟‘‘

اہل مدینہ نے عرض کیا۔ ’’یارسول اللہ ﷺ! زمانۂ جاہلیت کے وقت ہم ان دنوں میں کھیل کود اور تفریح کرتے تھے۔‘‘

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اہل یثرب! اللہ تعالیٰ نے تم کو ان دو دنوں کی بجائے ان سے بہت اعلیٰ وارفع دن عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے عطا کئے ہیں۔‘‘ اور فرمایا کہ جب عید کا دن ہوتا ہے تو فرشتے عیدگاہ کے راستے میں انتظار کرتے ہیں اور پکارتے ہیں:

’’اے مسلمانوں کے گروہ! چلو اپنے رب کریم کی طرف جو احسان کرتا ہے بھلائی کے ساتھ اور اجر عطا فرماتا ہے اور تم کو رات کو عبادت کرنے کا حکم دیا گیا، پس تم نے قیام کیا اور تم کو روزے رکھنے کا فرمان جاری کیا، پس تم نے روزے رکھے اور اپنے رب کریم کی اطاعت کی۔ اب تم انعام حاصل کرو۔‘‘

اور جب نمازی عید کی نماز سے فارغ ہو جاتے ہیں تو ملائکہ اعلان کرتے ہیں:

’’آگاہ ہو جائو! بے شک تمہارے رب نے تمہیں اجر عطا فرمایا اور تم آئے اپنے گھر کی طرف کامیاب ہو کر۔‘‘

عیدالفطر ایک اعلیٰ وارفع پروگرام کی کامیابی کی خوشی منانے کا دن ہے۔ رب کریم کا کرم ہے کہ اس نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ماہ شوال کی پہلی تاریخ کو دنیا وآخرت کی لازوال اور بے کراں مسرتوں اور نعمتوں سے ہم کنار فرمایا۔ جب کہ اسی شوال کے مہینے میں سابقہ امتوں کو ان کی نافرمانی کی پاداش میں ہلاک کر دیا گیا تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ ماہ شوال کی پہلی تاریخ بروز شنبہ قوم نوح غرقاب ہوئی جس دن قوم لوط پر عذاب نازل ہوا اس روز بھی شوال کی پہلی تاریخ تھی۔ فرعون اپنے لشکر سمیت سہ شنبہ کو دریا میں غرق ہوا اور یہ بھی شوال کی پہلی تاریخ تھی۔ قوم عاد چہار شنبہ کو ہلاک ہوئی اس روز بھی شوال کی پہلی تاریخ تھی۔ قوم صالح پر پنجشنبہ کو عذاب نازل ہوا اور یہ مہینہ بھی شوال کا تھا۔

عیدالفطر کا دن تھا۔ صبح سویرے تمام مسلمان اپنے مقدس تہوار کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ مسرت و شادمانی کی فضا مدینہ پر چھائی ہوئی تھی۔ عید کی نماز کا وقت جیسے جیسے قریب آرہا تھا بوڑھے اور جوان اپنے عمدہ ترین لباس میں ملبوس عید گاہ کی جانب گامزن تھے۔ بچے اپنے بزرگوں کے نزدیک عید گاہ کے میدان میں کھیل رہے تھے۔ فضا خوشبودار لباس، معطر رومالوں اور بچوں کی آوازوں سے روح پرور، فرحت انگیز اور دل کش تھی۔ عید کی نماز ختم ہوئی۔ لڑکے اچھلتے کودتے، شاداں و فرحاں اپنے اپنے گھروں کی جانب واپس ہونے لگے۔ نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے واپسی کا قصد فرمایا تو اچانک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان کے ایک گوشے میں تن تنہا پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس ایک نحیف و نزار، کمزور و ناتواں لڑکے کو دیکھا جو رو رہا تھا۔ نبی مکرم ﷺ فوراً اس لڑکے کے قریب پہنچے۔ شفقت و محبت اور بڑی ملائمیت سے لڑکے کے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا۔ ''میرے بچے! تم کیوں رو رہے ہو؟''

لڑکے نے غصے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ جھٹک دیا اور کہا۔ ''خدا کے واسطے مجھے تنہا چھوڑ دو۔''

حضور ﷺ نے اس کے بالوں میں شفقت سے اپنی انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔ ''لیکن میرے بچے! مجھے بتاؤ تو سہی آخر تمہارے ساتھ ہوا کیا ہے؟''

لڑکے نے اپنے سر کو گھٹنوں میں چھپا کر سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔ ''پیغمبر اسلام کی ایک جنگ میں میرا باپ ہلاک ہو چکا ہے، میری ماں نے دوسری شادی کر لی ہے اور اس کے نئے شوہر نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے۔ میری جائیداد بھی دوسروں نے چھین لی ہے۔ آج سب لڑکے نئے نئے جوڑے پہن کر خوشی سے ناچ رہے ہیں، کھیل رہے ہیں...اور میرے پاس، نہ کھانے کی کوئی چیز ہے اور نہ پہننے کو کوئی کپڑا...اور نہ پناہ لینے کو کوئی سایہ...''

لڑکے کی افسوس ناک داستان سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ مگر آپ ﷺ نے مسکرا کر فرمایا۔ ''اگر میں تمہارا باپ ہو جاؤں اور عائشہؓ تمہاری ماں اور فاطمہؓ تمہاری بہن تو میرے بچے کیا تم خوش ہو جاؤ گے؟''

لڑکے فوراً اثبات میں سر ہلا دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اپنے ساتھ گھر لے گئے۔ حضرت عائشہؓ کو آواز دی اور فرمایا۔ ''دیکھو! یہ تمہارا بیٹا ہے۔''

ام المومنین حضرت عائشہؓ نے اپنے ہاتھوں سے بچے کو نہلایا، نیا کپڑا پہنایا اور کھانا کھلانے کے بعد کہا۔ ''بیٹے! اب تم باہر جاؤ، دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلو جا کر... مگر دیکھو، تھوڑی دیر کے بعد اپنے گھر واپس آجانا...!''

اگست 1984ء

نور الٰہی

نور نبوت

باز آباز آ، ہر انچہ ہستی، باز آ

گر کافر و گبر و بت پرستی، باز آ

ایں در گہِ مادر گہِ نومیدی نیست

صد بار اگر توبہ شکستی، باز آ

ترجمہ: پلٹ آئو خدا کی طرف پلٹ آ۔ تو جو کچھ بھی ہے جیسا بھی ہے خدا کی طرف لوٹ آ۔ اگر تو کافر ہے، آتش پرست ہے یا بت پرست ہے تب بھی خدا کی طرف سے ناامید نہ ہو۔ اللہ کا دربار مایوسی اور ناامیدی کا دربار نہیں ہے۔ اگر تو نے سو (۱۰۰) بار بھی توبہ توڑی ہے تب بھی مایوس ہونے کی بات نہیں ہے آگے بڑھ اور اپنے خدا سے رجوع کر۔

توبہ کے معنی ہیں رجوع کرنا، واپس آجانا، بچھڑ کر مل جانا اور شرمسار ہو کر خدا کی طرف متوجہ ہونا۔ ہمارے پالنے والے کو، ہمیں زندگی عطا کرنیوالے کو اور ہمارے رب کو سب سے زیادہ خوشی اس وقت ہوتی ہے جب بندہ اظہار ندامت کے ساتھ عجز و انکسار کے ساتھ اللہ کے حضور جھک جاتا ہے۔

ایک دفعہ کچھ جنگی قیدی گرفتار ہو کر آئے۔ ان میں ایک عورت بھی تھی جس کا دودھ پیتا بچہ اس سے بچھڑ گیا تھا۔ وہ ممتا کی ماری ایسے بے قرار تھی کہ جس چھوٹے بچہ کو دیکھتی اسے اپنے سینے سے لگا کر دودھ پلانے لگتی۔ اس عورت کا یہ حال دیکھ کر حضور اکرم ﷺ نے صحابہ سے پوچھا۔ کیا تم توقع کر سکتے ہو کہ یہ ماں اپنے بچے کو خود اپنے ہاتھ سے آگ میں پھینک دے گی؟“

صحابہؓ نے عرض کیا۔ ”یارسول اللہ ﷺ! خود پھینکنا تو درکنار اگر بچہ آگ میں گرنے لگے تو یہ اپنی جان دے کر بھی بچہ کو بچالے گی۔“

نبی برحق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

”خدا اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ مہربان ہے۔“

گناہ سرزد ہو جائے تو توبہ کرنے میں کبھی تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔اظہار ندامت کے ساتھ،انکسار کے ساتھ،عاجزی کے ساتھ،اپنے اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہو کر معافی طلب کیجئے۔توبہ اور استغفار سے روح مجلّیٰ ہو جاتی ہے اور قلب دھل جاتا ہے۔نہایت خلوص اور سچائی کے ساتھ توبہ کرنے سے انسان کی زندگی بدل جاتی ہے۔ازل میں خدا سے کئے ہوئے عہد و پیمان کو قائم رکھنا بندہ کا اخلاقی اور روحانی فرض ہے۔اس فرض کو پورا کرنا ہمارے اوپر واجب ہے۔اپنی پاکیزگی اور اصلاح حال کا خیال رکھئے۔اپنی ساری کوششوں کے باوجود اگر آپ اپنے عہد پر قائم نہ رہیں اور آپ سے غلطی سرزد ہو جائے تو بھی خدا سے مایوس ہرگز نہ ہوں پھر خدا ہی کے دامن رحمت میں پناہ تلاش کریں۔خدا آپ سے دور نہیں ہے۔وہ آپ کی رگ جاں سے زیادہ قریب ہے۔جہاں آپ ایک ہیں وہاں دوسرا اللہ ہے۔جہاں آپ دو ہیں وہاں تیسرا اللہ ہے۔آپ جو کام کرتے ہیں اللہ دیکھتا ہے،آپ جو کچھ چھپاتے ہیں اللہ اسے جانتا ہے۔وہی آپ کی انتہا ہے وہ ہر چیز پر محیط ہے۔قادر مطلق اور علیم و خبیر ہے۔آپ خدا کو آواز دیں۔اے خدا،ہمارے پروردگار! بے شک میں بہت کمزور ہوں۔بلاشبہ میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے مگر آپ کی رحمت میرے گناہوں پر محیط ہے۔اے میرے رب! اے وہ ذات جو ستر مائوں سے زیادہ محبت اپنے بندوں سے کرتی ہے،میرے اوپر رحم فرما اور مجھے اپنے دامن عافیت میں قبول فرما!

ضروری نہیں ہے کہ آدمی جب گناہ کرے اسی وقت توبہ واستغفار کرے۔آدمی ہر وقت توبہ کا محتاج ہے۔قدم قدم پر اس سے کوتاہیاں ہوتی رہتی ہیں... حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ازل سے معصوم ہیں،اللہ کے محبوب ہیں،شافع روز جزا ہیں،رحمت اللعالمین ہیں۔اس کے باوجود ستر ستر بار اور سو سو بار استغفار فرماتے تھے اور آج بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل جاری ہے۔نبی مکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے عمدہ دعا یہ ہے:

''اے اللہ! تو میرا پروردگار ہے۔تیرے سوا کوئی اور معبود نہیں۔تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں نے تجھ سے اطاعت و بندگی کا جو عہد و پیمان کیا ہے اس پر اپنے ارادے اور اختیار کی حد تک قائم رہوں گا اور جو گناہ بھی مجھ سے سرزد ہوئے اس کی سزا سے بچنے کے لئے میں تیری پناہ میں آتا ہوں۔اے اللہ! تو نے مجھے جن جن نعمتوں سے نوازا ہے ان کا میں اقرار کرتا ہوں اور مجھے اعتراف ہے کہ میں گناہ گار اور خطاکار ہوں۔اے میرے پروردگار! میرے جوم کر معاف کر دے۔تیرے سوا میری لغزشوں اور خطائوں کو اور کون معاف کرنے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''فی الواقع جو لوگ خدا سے ڈرنے والے ہیں ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ کبھی شیطان کے اثر سے کوئی برا خیال انہیں چھو بھی جاتا ہے تو وہ فوراً چوکنے ہو جاتے ہیں اور پھر انہیں صاف نظر آنے لگتا ہے کہ صحیح روش کیا ہے۔'' (الاعراف۔۲۰۱)

ستمبر 1984 عیسوی

نور الٰہی

نور نبوت

ایک مصور کو خیال آیا کہ وہ نیکی کی تصویر تیار کرے چنانچہ وہ شہروں اور دیہاتوں میں برسوں گھومتا رہا۔آخر ایک روز اسے ایک نہایت حسین بچہ نظر آیا جس کا رنگ گورا تھا،آنکھیں موٹی اور حیادار تھیں۔ جسم سڈول اور ملائم، پیشانی روشن اور فراخ، دست و پا نرم و نازک تھے۔ وہ فرط مسرت سے چلا اٹھا۔ مل گئی، نیکی کی تصویر مل گئی۔ چنانچہ اس نے اس بچے کی تصویر اپنے اسٹوڈیو میں لٹکا دی اور نیچے لکھ دیا۔ ''نیکی کی تصویر''۔

ایک عرصہ کے بعد اسے خیال آیا کہ بدی کی تصویر بھی بنانی چاہئے چنانچہ اس مقصد کے لئے وہ دنیا میں نکل پڑا۔ بیس برس تک گھومتا رہا۔ لاکھوں کروڑوں چہرے دیکھے، بد سے بد تر لیکن اس کی تسلی نہ ہوئی۔ آخر ایک دن اسے ایک عجیب چہرہ نظر آیا کہ اسے دیکھتے ہی اس کا دل نفرت و حقارت کے جذبات سے بھر گیا۔اب وہ پھر چلا اٹھا۔ مل گئی، مل گئی بدی کی تصویر۔

اور یہ تصویر بھی اس کے اسٹوڈیو کی زینت بن گئی۔ ارباب ذوق اس کے اسٹوڈیو میں آتے جاتے رہے۔ ایک دن ایک شخص آیا اور ان دونوں تصاویر کے سامنے تصویر حیرت بن کر کھڑا ہو گیا اور پھر اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور مصور سے یہ کہہ کر چلا گیا کہ یہ دونوں تصاویر میری ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے:

''شر اور خیر کا ذرہ ذرہ تولا جاتا ہے۔''

قرآن پاک میں یہ بھی ارشاد ہے:

''آپ ﷺ کیا سمجھے علیین (نیکو کاروں کا مقام) کیا ہے اور آپ کیا سمجھے سجین (بدکاروں کا مقام) کیا ہے۔ یہ ایک لکھی ہوئی کتاب (فلم) ہے، انسان جو کچھ بھی کرتا ہے، اس کی زندگی کا ہر عمل، زندگی کی ہر حرکت ریکارڈ ہو جاتی ہے یعنی بندہ جو کچھ کر رہا ہے، ساتھ ساتھ اس کی فلم بھی بن رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ہم نیکو کاروں کو نہ صرف ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیں گے بلکہ کچھ زیادہ ہی عنایت کریں گے، ان کے چہروں کو ذلت اور سیاہی سے محفوظ رکھیں گے اور جنت کی بہاروں میں انہیں دائمی مسکن عطا کریں گے۔ دوسری طرف ہم بدکاروں کو ان کے اعمال کے مطابق سزا دیں گے۔ ان

کے چہروں پر ذلت برسائیں گے۔ انہیں ہماری قاہرانہ گرفت سے چھڑانے والا کوئی نہ ہوگا۔ ان کے منہ اس قدر سیاہ ہو جائیں گے گویا شب تاریک کا کوئی ٹکڑا کاٹ کر ان کے رخ پر چپکا دیا گیا ہو۔ یہ لوگ سدا جہنم میں رہیں گے۔'' (سورہ یونس)

ان آیات پر تفکر کریں تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ انسان کے اچھے اور برے اعمال کا عکس چہرہ میں منتقل ہوتا رہتا ہے اور جو بندہ جس قسم کے کام کرتا ہے اسی مناسبت سے اس کے چہرے پر تاثرات مرقوم ہوتے رہتے ہیں۔

نفسیات داں یہ بات جانتے ہیں کہ ہر انسان روشنیوں سے مرکب ہے اور روشنی کی یہ لہریں انسان کی ہستی سے غیر محسوس طریقے سے نکلتی رہتی ہیں۔ کوئی چہرہ ہمارے سامنے ایسا آتا ہے کہ ہم اس چہرہ کو دیکھ کر خوش ہو جاتے ہیں اور جس ہستی کا یہ چہرہ ہے ہم اس کے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔ کوئی چہرہ ہمارے سامنے ایسا بھی آتا ہے کہ ہم اس چہرے میں سے نکلنے والی لہروں سے بیزار ہو جاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جلد از جلد وہ چہرہ ہماری نظروں سے دور ہو جائے۔

جن لوگوں کے دل اللہ کے نور سے معمور ہوتے ہیں اور جن لوگوں کے دماغ میں خلوص، ایثار، محبت، پاکیزگی اور خدمت خلق کا جذبہ ہوتا ہے ایسے لوگوں کے چہرے بھی خوش نما، معصوم اور پاکیزہ ہوتے ہیں۔ ان چہروں میں ایسی مقناطیسیت ہوتی ہے کہ ہر شخص قریب ہونا چاہتا ہے، اس کے برعکس ایسے لوگ جو احساس گناہ اور اضطراب میں مبتلا ہیں، ان کے چہروں پر خشونت، خشکی، یبوست، بے آہنگی اور کراہت کے تاثرات پیدا ہو جاتے ہیں اور یہ تاثرات دوسرے آدمی کے دل دور رہنے کا تقاضہ پیدا کرتے ہیں۔

آیئے! ہم دیکھیں کہ ہماری تصویر کیسی ہے؟

سب کاموں سے فارغ ہونے کے بعد رات کو سونے سے پہلے قد آدم آئینہ کے سامنے کھڑے ہو جایئے۔ چند منٹ آنکھیں بند کر کے یہ تصور کیجئے کہ میری زندگی کے پورے اعمال کا ریکارڈ میرے اندر موجود ہے اور میں اس ریکارڈ یا اپنے اندر موجود فلم کو دیکھ رہا ہوں۔ آنکھیں کھول لیجے اور آئینہ کے اوپر بھرپور نگاہ ڈالئے۔ اگر آپ کا چہرہ روشن ہے، چہرہ پُر نور ہے، معصومیت ہے اور چہرہ کے خدوخال میں مسکراہٹ کی لہریں دور کر رہی ہیں تو آپ بلاشبہ نیکی کی تصویر ہیں۔ اور اگر آپ کا چہرہ سوگوار ہے، خشک ہے، چہرے پر نفرت و حقارت کے جذبات موجود ہیں، کبر و نخوت کے آثار ہیں اور آپ کا چہرہ خود آپ کو بُرا لگتا ہے تو آپ برائی کی تصویر ہیں۔

یاد رکھئے!

قانون فطرت یہ ہے کہ انسان کے ہر عمل کی فلم بنتی رہتی ہے اور ہر آدمی کی اپنی اس فلم کے لئے اس کا اپنا چہرہ اسکرین ہے۔ کراماً کاتبین کی بنائی ہوئی فلم انسانی چہرے پر چلتی رہتی ہے۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا ایک پریشان حال، مصیبت کا مارا اور غم کی چکی میں پسنے والے آدمی کے چہرے پر پریشانی اور غم و آلام کے پورے پورے تاثرات موجود ہوتے ہیں۔ یقیناً آپ نے ایسے آدمی بھی دیکھے ہیں کہ ایک آدمی خوش باش لوگوں کے ہجوم میں

داخل ہوتا ہے تو ساری محفل افسردہ اور پراگندہ دل ہو جاتی ہے اور یقیناً اس دنیا میں پاکیزہ نفس حضرات بھی موجود ہیں کہ ان کے وجود سے خوشی، مسرت اور سکون قلب کا بھرم پایا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ آل عمران میں فرمایا ہے:

''وہ دن آکر رہے گا جب بعض چہرے نورانی ہو جائیں گے، بعض تاریک سیاہ رُو۔ لوگوں سے کہو کہ تم نے اللہ کو تسلیم کرنے کے بعد اس کے احکام سے انحراف کیا۔ اب اس کی سزا بھگتو۔ باقی رہے وہ لوگ جن کے چہرے نورانی ہیں تو یہ مستقل اللہ کی رحمت میں رہیں گے۔

اکتوبر 1984ء

نورالٰہی

نورنبوت

بخت نصر نے یروشلم کو تاراج کر کے جب پیوند زمین کر دیا اور اس شہر کے رہنے والوں کو تہہ و تیغ کر کے محلات اور مکانات منہدم کر دیئے تو وہاں حضرت عزیز علیہ السلام کا گذر ہوا۔ انہوں نے دیکھا کہ ساری بستی کھنڈر بن گئی ہے، مکان ہیں اور نہ مکیں۔ بازار ہیں نہ خریدار۔ انہوں نے استغراق کے عالم میں سوچا۔ بھلا اتنا بڑا پر رونق عظیم شہر دوبارہ کس طرح آباد ہو گا؟

اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر موت طاری کر دی۔ یہاں تک کہ ستر سال کے بعد یروشلم پھر آباد ہو گیا اور شہر کی رونق بحال ہو گئی۔ انسانوں سے مانوس چرندوں اور پرندوں سے شہر بھر گیا۔ خوشنما پھولوں سے مزین باغات نظر آنے لگے وہی پہلی سی رونق چہل پہل، ہماہمی اور گہما گہمی پیدا ہو گئی۔ جب سو سال پورے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو دوبارہ زندہ کر دیا۔ پہلے روح ان کی آنکھوں میں اتری تا کہ حضرت عزیر علیہ السلام اپنا دوبارہ زندہ ہونا بھی خود دیکھ لیں جب روح نے حضرت عزیر علیہ السلام کے پورے جسم کو اپنا لباس بنا لیا تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا:

’’اے عزیر!

تم کتنے دن مردہ رہے؟‘‘

جواب میں حضرت عزیر علیہ السلام نے کہا۔ ’’ابھی تو ایک دن بھی پورا نہیں ہوا۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ’’تم سو سال تک مردہ رہے اب ہماری قدرت دیکھو تمہارا زادراہ انگور، انجیر اور پھلوں کا رس خراب نہیں ہوا۔ ہر چیز اپنی اصلی حالت میں ہے اور تمہاری سواری کا گدھا جس کی بوسیدہ ہڈیاں تمہارے سامنے پڑی ہیں۔ ہم اسے بھی تمہاری آنکھوں کے سامنے زندہ کر دیتے ہیں۔‘‘

چنانچہ سو سال تک مردہ پڑے ہوئے گدھے کی بوسیدہ ہڈیاں جو ان کے دائیں بائیں بکھری پڑی تھیں۔ ایک ایک کر کے پیوست ہونا شروع ہو گئیں یہاں تک کہ گدھا کا ڈھانچہ مکمل ہو گیا۔ جس پر گوشت نہیں تھا۔ پھر یہ ڈھانچہ ایک ترتیب اور معین مقداروں سے گوشت اور کھال کے ساتھ زندہ ہو گیا۔

موت وحیات کی زندگی اور یقین کی دنیا میں بلاشبہ حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ تازیانہ عبرت ہے...

اے وہ لوگو! جو دنیا کی منفعت کو ہی اپنا سرمایہ حیات سمجھتے ہو... تمہیں ایک روز یہ سب کچھ چھوڑ کر دوسری دنیا میں جانا ہے پھر اسی ہی جسم کے ساتھ زندہ ہونا ہے...اور یہ دنیا وہ دنیا ہے جہاں دنیا کی سرمایہ کاری کام نہیں آئے گی...جو آدمی لالچ اور طمع میں مر گیا وہ وہاں مفلس، قلاش اور تہی دست ہو گا...!

مادیت جب زندگی میں رچ بس جاتی ہے تو عقل وشعور کسی بات کو بھی مادی توجیہہ کے بغیر سننے اور سمجھنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔مادی زندگی کے بعد، دوسری ماورائی زندگی حکایت اور افسانہ بن جاتی ہے۔ جزا اور سزا کا قانون ذہن سے نکل جاتا ہے اور جب یہ صورتحال واقع ہو جاتی ہے تو آدم کا بیٹا اور حوا کی بیٹی دنیا اور دنیا کی منفعت ہی کو سب کچھ سمجھنے لگتے ہیں۔مادیت پرست شخص ہر اس شئے کی طرف مائل رہتا ہے جو اس کے خیال میں اسے نفع پہنچا سکتی ہے۔ کسی بندہ کے اوپر جب دوسرے عالم میں منتقل ہو کر دوسری زندگی گزارنے کا یقین ٹوٹ جاتا ہے تو اس کے اوپر توہمات اور وسوسے یلغار کر دیتے ہیں۔ معکوس خیالات، منفی احساسات اس کے ارد گرد ایسا جال بُن دیتے ہین کہ وہ بے دست و پا ہو کر زندہ درگور ہو جاتا ہے۔اور پھر وہ خود اپنی انا کے خول میں اس طرح بند ہو جاتا ہے۔ زمانہ کا ٹھکرایا ہوا ایسا انسان بن جاتا ہے جس کو خوف اور غم کے دبیز سائے ہشت پا(Octopus) بن کر اس کی زندگی میں دوڑنے والے خون کا ایک ایک قطرہ نچوڑ لیتے ہیں اور وہ یاد ماضی کو عذاب اور مستقبل کی تاریکی اپنا مقدر بنا لیتا ہے۔ سیم وزر اور جواہرات کسی کام نہیں آتے۔ وہ خود اپنے سائے سے بھی ڈرنے لگتا ہے اور اپنی ہی آواز سے کانپ کانپ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے دل پر اور کانوں پر مہر لگ جاتی ہے اور آنکھوں پر پردہ آجاتا ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

”اس شخص کے حال پر نظر کر جو ایک بستی سے گزرا تھا اس حال میں کہ وہ بستی اپنی چھتوں سمیت گری ہوئی تھی۔اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ان مردہ بستی والوں کو کس طرح زندہ کرے گا۔ سو اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو سو سال کے لئے موت کی نیند سلا دیا پھر اسے زندہ کیا اور اس سے پوچھا کہ کتنی مدت تک اس حالت میں رہا۔ اس نے کہا دن یا پھر دن کا کچھ حصہ۔ اللہ نے کہا۔ نہیں! تو سو سال تک موت کی نیند سوتا رہا۔ اپنے کھانے اور پینے کی چیزوں کی طرف دیکھ۔ اب تک وہ گلی سڑی نہیں اور اپنے گدھے کی طرف دیکھ۔ اور یہ ہم اس لئے دکھا رہے ہیں کہ تجھے لوگوں کے لئے نشان بنائیں اور ہڈیوں کی طرف دیکھ ہم انہیں کس طرح ترتیب دیتے ہیں اور پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں اور پھر اس پر سب روشن ہو گیا تو اس نے کہا۔

”میں یقین رکھتا ہوں۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

نومبر 1984ء

نور الٰہی

نور نبوت

’’ایسی کتنی ہی قومیں گزر چکی ہیں جنہوں نے خدا اور انبیاء کی ہدایت کو پس پشت ڈال دیا۔ چنانچہ ہم نے ان کا شدید محاسبہ کیا اور انہیں الم ناک عذاب دیا۔ یہ لوگ بدکاری کے نتائج سے نہ بچ سکے اور ان کی تمام تدبیریں ناکام ہو گئیں، ابھی ایک اور دردناک عذاب ان کا منتظر ہے۔ اے عقل والو، سمجھ بوجھ سے کام لو۔‘‘ (التحریم)

جو قوم اللہ کے احکامات کی نافرمانی کرتی ہے اور اللہ کی پرستش کی بجائے دولت پرستی میں مبتلا ہو جاتی ہے، اللہ ایسی قوم کو ذلیل و خوار کر دیتا ہے۔ یہ کوئی کہانی نہیں ہے بلکہ رُوئے زمین پر اس کی شہادتیں موجود ہیں۔ بڑی بڑی سلطنتوں کے مالک اور محلات کے مکین نظر میں آئے لیکن ان کے عالی شان محلات آج کھنڈرات کی شکل میں زمین پر جگہ جگہ موجود ہیں۔

’’کیا یہ لوگ زمین میں گھوم پھر کر نہیں دیکھتے کہ پہلی اقوام کا انجام کیا ہوا۔ وہ لوگ قوت اور تہذیب و تمدن میں ان سے برتر تھے لیکن اللہ نے انہیں ان کے گناہوں کی سزا میں پکڑ لیا اور انہیں کوئی نہیں بچا سکا۔‘‘ (المومن)

چھوٹی غلطیوں کو اللہ معاف کر دیتا ہے اور جب تک اللہ کے بنائے ہوئے نظام میں خلل واقع نہ ہو، قانون قدرت لغزشوں کو نظر انداز کرتا رہتا ہے لیکن جب افراد کے غلط طرز عمل سے خدا کی خدائی میں اضطراب پیدا ہو جاتا ہے اور اچھے لوگ بھی بے چینی کا شکار ہو جاتے ہیں تو خدا کا قاہرانہ نظام متحرک ہو جاتا ہے اور قوم دردناک عذاب میں گرفتار ہو جاتی ہے۔ اللہ کا قانون ایسے افراد سے اقتدار چھین لیتا ہے اور یہ افراد یا قوم غلام بن جاتی ہے اس لئے کہ قوم نے خود دولت کا غلام بن کر اپنے لئے عارضی اور مٹ جانے والی چیز کی غلامی پسند کر لی تھی۔

آج کا ہمارا دور بلاشبہ دولت پرستی کا دور ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ دولت پرستی اور بت پرستی دو الگ الگ طرز عمل ہیں۔ پتھروں کو پوجنا یا سونے کو پوجنا ایک ہی بات ہے، بت بھی اللہ کی مخلوق پتھروں اور مٹی سے تخلیق کئے جاتے ہیں اور سونا چاندی بھی مٹی کی بدلی ہوئی ایک شکل کا نام ہے۔ سونے چاندی اور جواہرات کی محبت نے قوم کو اس حد تک اندھا کر دیا ہے کہ شرافت اور خاندان کا معیار ہی دولت بن گیا ہے۔ ہوس زر کا عالم یہ ہے کہ ہماری تمام انسانی قدریں پامال ہو چکی ہیں۔ خاندانی اخلاق، اسلاف کی نجابت، قومی روایات اب ملبہ کا ڈھیر بن گئی ہیں۔ موت کے بعد زندگی سے یقین اٹھ گیا ہے۔ ساری قوم ’’بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست‘‘ کی تفسیر بن گئی ہے۔ روحانی قدروں کو ذبح کر کے اخلاقی برائیوں کو جنم دیا جا رہا ہے۔ اللہ کے اس فرمان کی کھلی خلاف ورزی کی جاری ہے۔

''اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔''

اللہ کے بندے جب اس کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں تو قوم کانوں میں روئی اور منہ میں گھنگھنیاں ڈال کر بیٹھ جاتی ہے۔ قوم کے نیک باطن افراد آنسو بہاتے ہیں اور شیطان اپنی کامرانی پر قہقہے لگاتا ہے۔

''ہم نے ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق سزا دی بعض پر پتھروں کا مینہ برسایا، کسی کو کڑک نے دبوچ لیا، کچھ کو زمین نے نگل لیا اور کچھ کو سمندر کی لہروں نے تہِ آب کر دیا۔ ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ یہ خود اپنی تباہی کے ذمے دار ہیں۔'' (العنکبوت)

آج کے انسان نے مال و زر کو زندگی کا مقصد بنا لیا ہے اور اس دولت سے بڑی بڑی حویلیاں اور محلات تعمیر کرنا ہی فخر کا باعث بن گیا ہے لیکن ہم نہیں سوچتے کہ آج سے پہلے بھی قوموں نے خوبصورت محلات کو اپنی معراج سمجھ لیا تھا۔ ایسے ایسے لوگ ہو گزرے ہیں جن کی فکر و تدبیر سے ظلم و ستم سے اور دنیاوی جاہ و حشم سے، کبر و نخوت سے دنیا دہل جاتی تھی لیکن جب قدرت کی گرفت ان کے اوپر مضبوط ہو گئی اور ان کے اوپر سے عفو و درگذر کا سایہ اٹھ گیا تو یہ سب مٹی میں مل گئے۔ آج ہم مٹی کے ان ہی ذرات کو پیروں میں روندتے پھرتے ہیں۔

''وہ لوگ کتنی ہی جنتیں، چشمے، کھیتیاں، بلند منازل اور نعمتیں جن سے فائدہ اٹھاتے تھے چھوڑ کر چلے گئے۔'' (القرآن)

اللہ کے قانون سے انحراف کرنے کی ہزار سزائیں ہمارے سامنے ہیں:

نئے نئے موذی امراض کی یلغار ہے، سب کچھ ہوتے ہوئے ہر شخص افلاس کے شکنجے میں جکڑا ہوا ہے، اولاد نالائق ہے یا والدین نالائق قرار دیئے جا رہے ہیں، قوم بصارت اور بصیرت سے محروم ہو رہی ہے۔ دماغی عارضے آج جتنے عام ہیں اتنے کبھی نہیں تھے، موت ایک کھیل تماشہ بن گئی ہے۔ ذرا زور سے دل دھڑکا اور آدمی لحد میں اتر گیا۔ عدم تحفظ کا عالم یہ ہے کہ پتہ بھی ہلے تو دل سینے کی دیوار سے باہر آجانا چاہتا ہے۔ گھر میں میاں بیوی کی تو تکار سے نوجوان نسل شادی کے بندھن کو بوجھ سمجھنے لگی ہے۔ وسائل کے انبار ہونے کے باوجود روزی تنگ ہو گئی ہے۔

''جو لوگ میرے احکام کو بھول جائیں گے، ہم یہاں ان کی روزی تنگ کر دیں گے اور قیامت میں انہیں اندھا بنا کر اٹھائیں گے۔'' (طٰہٰ)

☆☆☆☆☆

جنوری 1985ء

نور الٰہی

نور نبوت

اللہ وہ ہے جس نے آسمان سے بارش برسا کر مختلف قسم کے نباتات اگائے، سبز رنگ کے پودے پیدا کر کے ان سے خوشے نکالے اور کھجوروں کے ساتھ پھلوں کے دو گچھے لگائے جن تک تمہاری رسائی ہو سکتی ہے۔اللہ نے مختلف اور مماثل قسم کے انگور، زیتون اور اناروں کی جنتیں پیدا کیں۔ پھلوں کے لگنے اور پکنے پر غور کرو۔ان نباتات میں اہل ایمان کے لئے معجزات واسباق موجود ہیں۔(انعام۔۱۰۰)

اللہ وہ ہے جو ہواؤں کو سمندروں کی طرف بھیجتا ہے جہاں سے یہ آبی بخارات کو لے آتی ہیں اور اس طرح ہم مردہ بستیوں کو سیراب کیا کرتے ہیں۔(فاطر۔۹)

یہ بات کون نہیں جانتا کہ کائنات میں موجود ہر شئے کی زندگی غذاؤں کے اوپر قائم ہے، انسان گوشت، دالیں، نمک، گندم وغیرہ سے اپنی غذائی ضروریات پوری کرتا ہے۔کچھ جانور گھاس کھاتے ہیں۔درندے گوشت کھاتے ہیں، پرندے دانا چگتے ہیں۔حشرات الارض مٹی چاٹتے ہیں۔

پودوں کے لئے ان کی غذا نائٹروجن، چونا پوٹاس اور ہائیڈروجن فراہم کی جاتی ہے۔زمین کی غذائی ضرورت خزاں کے پت جھڑ، ہڈیوں، گوبر، خون اور بالوں سے پوری ہوتی ہے۔پچیس ہزار میل اور وسیع وعریض زمین کو قوت وتوانائی منتقل کرنے کے لئے قدرت نے سورج کی شعاعوں سے ایک خوبصورت اور فکر انگیز نظام قائم کیا ہے۔سورج کی تیز شعاعیں سمندر کے اوپر پڑتی ہیں تو پانی کے بخارات ہواؤں کے دوش پر اوپر اٹھتے ہیں اور پھر زمین پر جل تھل ہو جاتا ہے۔زمین میں تخلیقی سانچے انگڑائیاں لینے لگتے ہیں۔

بجلی کی چمک اللہ کی تخلیق میں سے ایک معجزہ ہے۔خالق کائنات آسمانوں سے بارش برسا کر مردہ زمین میں حیات تو پیدا کرتا ہے اس عمل میں دانش مند لوگوں کے لئے عقل وفکر کے اسباق موجود ہیں۔(روم۔۲۴)

کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ نے فضائی بلندیوں سے پانی اتارا جو زمین کی درزوں میں داخل ہو کر پھر چشموں کی صورت میں باہر نکلا اور ان چشموں سے رنگ برنگ کھیتیاں نمودار ہوئیں۔(زمر۔۲۱)

تم دیکھتے ہو کہ پہلے زمین پیاسی ہوتی ہے پھر جب ہم بارش برساتے ہیں تو وہ خوش ہوتی ہے اس کے قوائے نمو بیدار ہوتے ہیں اور وہ خوش نما درخت گھاس اور پودوں کے جوڑے اگاتی ہے۔(حج۔۵)

روحانی سائنس دان کہتے ہیں کہ درخت بھی آپس میں گفتگو کرتے ہیں۔انسانوں کی طرح کھاتے پیتے ہیں۔ سانس لیتے ہیں۔ بڑھتے اور بچے پیدا کرتے ہیں۔انسانوں کی طرح کش و مکش میں الجھے رہتے ہیں۔ایک دوسرے کے خلاف حسن وتدبیر کے ساتھ عسکری خرد و دانش کے ساتھ جنگ لڑتے ہیں۔

زمین میں بہت سی جڑی بوٹیاں ایسی پائی جاتی ہیں جن کے بیج خشخاش سے بیس گنا چھوٹے ہوتے ہیں۔ قدرت نے ان کے اندر دو جڑی ہوئی پتیاں ڈوڈی جو جڑ بن کر زمین میں پیوست ہو جاتی ہے۔ایک گرہ جو ڈنڈی بنتی ہے اور اس بیج میں جڑ پکڑنے سے پہلے چند روز کی غذا محفوظ رکھتی ہے۔اے عقل والو غور کرو۔ تفکر اور تدبر کے ساتھ کائنات کے اندر جھانک کر دیکھا اور اندازہ لگائو کہ اتنے کم وسعت بیج میں جب قدرت نے زندگی کا اتنا بڑا ذخیرہ محفوظ کر دیا ہے تو اللہ کے نائب انسان میں کتنے خزانے محفوظ ہوں گے۔

فروری 1985ء

نور الٰہی

نور نبوت

اللہ نے ہر جان دار کو سمندر سے پیدا کیا۔ ان میں سے بعض پیٹ کے بل اور بعض چار ٹانگوں پر چلتے ہیں۔ اللہ جو چاہے پیدا کرتا ہے وہ ہر قسم کے تنوع پر قادر ہے۔ (نور۔ ۴۵)

اللہ نے زمین کے اوپر طرح طرح کے حیوانات پیدا کئے ہیں۔ ان کا شمار کیا جائے تو الگ الگ لاکھوں نوعیں ہیں اور ہر نوع کے افراد کروڑوں اور اربوں سے زیادہ ہیں۔ ہر نوع کا الگ الگ رنگ اور الگ الگ ڈھنگ ہے۔ ہر نوع کے اربوں کھربوں افراد کی شکل ہیئت دوسری نوع کے افراد سے مختلف ہے۔

یہی حال نباتات اور جمادات کا ہے۔ پھولوں اور سبزیوں پر چھوٹی چھوٹی مکھیاں اس قدر باریک ہوتی ہیں کہ اگر انہیں پکڑ کر دیکھنا چاہیں تو ریزہ ریزہ ہو جاتی ہیں مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ ان میں گردے، ہڈیاں، پھیپھڑے، معدہ، انتڑیاں، دماغ، آنکھیں، پَر، ٹانگیں اور سب کچھ اپنی جگہ موجود ہیں۔

حالات کے مطابق مختلف حیوانات کی حرکات و سکنات بھی مختلف ہیں۔ بعض دن کو سوتے اور رات کو جاگتے ہیں۔ بعض رات کو سوتے ہیں اور دن کو جاگتے ہیں۔ ایسے جانور بھی ہیں جو سخت گرمی اور سردی میں مکانوں کی چھتوں اور سوراخوں میں مہینوں چھپے رہتے ہیں اور باوجود اس کے کہ بظاہر انہیں ہوا، غذا اور روشنی میسر نہیں ہوتی وہ زندہ رہتے ہیں۔

قدرت نے درختوں کی غذا کا اہتمام ہوا کے ذمے کر دیا ہے۔ اس لئے انہیں چلنے کی ضرورت لاحق نہیں ہوتی۔ ذرا غور کریں... غذا کی تلاش اور حصول رزق میں اگر درخت دوسرے چوپایوں کی طرح چلنا شروع کر دیں تو زمین پر کیسی ابتری پھیل جائے گی۔ پرندوں کی طرح درخت اگر اڑنا شروع کر دیں تو دنیا کا نظم کیا تباہ نہیں ہو جائے گا؟

موتی سیپ کی کشتی میں ہچکولے کھاتا ہوا دریا کی سطح پر تیرتا رہتا ہے۔ سائنسدان بتاتے ہیں کہ سیپ کے کئی منہ اور ہر منہ کے چار ہونٹ ہوتے ہیں۔

پرندوں میں ایسے پرندے بھی ہیں جن میں صرف لمس کی حس ہے۔ کچھ ایسے ہوتے ہیں جن میں حواس ہیں۔ کچھ ایسے ہیں جن میں چار حواس ہیں اور صرف بصارت سے محروم ہیں۔ پانچ حواس والے جانوروں سے ہم سب واقف ہیں۔ قدرت کی کاریگری دیکھئے کہ ہر مخلوق، وہ دو حواس کی ہو، تین کی ہو، چار حواس کی ہو یا پانچ حواس کی ہو تخلیق کے لحاظ سے مکمل ہے۔

بعض حیوانات چلنے کی بجائے لوٹتے ہیں، بعض کیڑے صرف سرکتے ہیں، کچھ پیٹ کے بل چلتے ہیں، بعض دوڑتے ہیں، پرندے دو پروں پر اڑتے ہیں۔ چار پروں والے پرندے بھی ہوتے ہیں۔ جانوروں کے دو پیر ہوتے ہیں، چار پیر ہوتے ہیں، چھ پیر ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس دنیا میں ہزار پیروں والے جانور بھی موجود ہیں۔

''کیا یہ لوگ غور نہیں کرتے کہ اونٹ کی تخلیق کیسے ہوئی، آسمان کو کس طرح رفعت دی گئی، پہاڑ کیسے نصب کئے گئے اور زمین کیوں کر بچھ گئی۔ اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کی صناعی کی یہ داستان لوگوں کو سنائیں۔'' (سورۂ غاشیہ)

پہاڑوں سے مختلف معدنی چشمے نکل کر کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں۔ پہاڑوں کی بلندیوں پر چیل اور دیودار جیسے درخت اگتے ہیں۔ کوئلہ، چاک، چونا، تانبا، سونا، لوہا اور دیگر معدنیات پہاڑوں کی آغوش سے ہی دستیاب ہوتی ہیں... یہ پہاڑ کروڑوں سال سمندر کے نیچے رہے اور جوان ہونے کے بعد اپنے پہلو میں معدنیات کے خزانے لے کر اس دنیا پر ظاہر ہو گئے۔

قادر مطلق، حقیقی صناع، واجب الوجود اللہ ارشاد کرتا ہے:

''ہم نے ہر چیز کو پانی کی بدولت زندگی بخشی۔'' (سورۂ انبیاءٔ)

انسان قدرت کا ایک حیرت انگیز اعجاز ہے۔ ماہرین نے یہ راز افشا کیا ہے کہ انسان کی تخلیق میں کھربوں خلیے کام کرتے ہیں۔ پہلے یہ خلیہ ایک ہوتا ہے، پھر دو، پھر چار پھر آٹھ میں ضرب ہو کر جسم انسانی کی تشکیل کرتا ہے۔ کچھ خلیے ناک، کان، کچھ آنکھ اور کچھ دوسرے اعضاء کی تشکیل میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ عقل محو حیرت ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوتا، نہیں ہوا کہ یہ خلیے ناک کی جگہ کان اور کان کی جگہ آنکھیں بنا دیں۔ ایسا کیوں ہے؟... اس لئے کہ ایک یکتا اور واحد آنکھ ان کی نگرانی کرتی ہے اور یہ نگرانی ہمہ وقت محیط ہے۔

''ارض و سما کی ہر چیز مشیت ایزدی کے تابع ہے۔'' (آل عمران)

اپریل 1985ء

نور الٰہی

نور نبوت

اللہ وہ ہے جو ہوائوں کو اپنی رحمت کی بشارت بنا کر بھیجتا ہے وہ آسمان سے آب مصفیٰ (بارش) برسا کر مردہ بستیوں کو زندہ کر دیتا ہے۔ یہ پانی تمام ذی حیات کے لئے مدار حیات ہے ہم پانی کو مختلف صورتوں میں بدلتے ہیں تا کہ لوگ فائدہ اٹھائیں۔ لیکن کفار ہماری نہیں سنتے۔ (سورہ فرقان ۴۸تا ۵۰)

پانی مرکب ہے اور روح بسیط ہے۔ پانی کا قطرہ تک فنا نہیں ہو سکتا۔ دریا سے اٹھا تو بادل بن گیا۔ وہاں سے ریگستان میں ٹپکا تو دوبارہ فضا میں اڑ گیا۔ باغ میں برسا تو اوس بن کر پھل میں جا پہنچا۔ وہاں سے ہمارے پیٹ میں آیا اور یہاں آیا تو جزو جسم بن کر باقی رہا۔ یا گردوں وغیرہ کے راستے پھر باہر نکل گیا اور اگر سمندر میں ٹپکا تو گویا وطن میں پہنچ گیا۔ الغرض قطرۂ آب کسی نہ کسی رنگ میں موجود رہتا ہے۔ اگر پانی باوجود مرکب ہونے کے زندہ رہتا ہے تو روح کو جو بسیط ہے بدرجۂ اولیٰ باقی رہنا چاہئے جس طرح آفتابی شعاعیں پیاسے ریگستان میں ٹپکے ہوئے قطروں کو ڈھونڈ کر آسمان بلندیوں کی طرف واپس لے جاتی ہیں اسی طرح زندگی کے یہ تمام قطرے جو اجسام انسان کے خاکدانوں میں ٹپک پڑتے ہیں لامکانی وسعتوں میں دوبارہ پہنچ جائیں گے۔

کیا یہ لوگ قیامت کے متعلق سوال کر رہے ہیں اور اس حقیقت کبریٰ کے متعلق ان میں اختلاف پایا جاتا ہے انہیں عنقریب یقین حاصل ہو جائے گا اور یقیناً ہو گا۔ کیا ہم نے زمین کو گہوارہ نہیں بنایا۔ (سورۃ النباء۔ ۱تا۶)

زمین پر سورج ہمیں روشنی دیتا ہے۔ بادل، پانی، درخت اور پھل ہمیں قوت بخشتے ہیں اور کچھ عرصہ کے بعد ہم اس گہوارہ کو چھوڑ کر دوسری دنیا میں چلے جاتے ہیں جس طرح کہ پرندے کی اصل دنیا آشیانے سے باہر ہے اسی طرح ہماری اصل زندگی کہیں اور ہے یہاں ہم صرف چند سو گوار گھڑیاں بسر کرنے کے لئے آتے ہیں اور بس......

اور ہم اس دنیا کو چھوڑ کر دوسری دنیا میں چلے جاتے ہیں۔ یہاں ہم صرف چند روز بسر کرنے کے لئے آئے ہیں اور بالآخر اس دنیا کو چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں گے......

کائنات میں اللہ کی نشانیوں کی تلاش و جستجو کے لئے قرآن کریم نے ان الفاظ میں ترغیب دی ہے۔

''اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے کہ بیابانوں اور سمندروں کے اندر اندھیروں میں راہ تلاش کر لو۔ بلاشبہ ہم نے ان لوگوں کے لئے جو جاننے والے ہیں اپنی ربوبیت اور رحمت کی نشانیاں کھول کھول کر بیان کر دی ہیں۔'' (سورہ روم)

’’کیا تو نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ اللہ بادل سے پانی برساتا ہے پھر ہم اس کے ذریعہ انواع واقسام کے پھل نکالتے ہیں اسی طرح پہاڑوں میں سفید و سرخ خطے ہیں جن کی رنگت ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ان میں سے بعض گہرے سیاہ ہیں۔اسی طرح انسانوں، جانوروں اور چوپایوں میں بھی رنگوں کا اختلاف ہے۔‘‘ (سورہ فاطر)

بلاشبہ چارپایوں میں سوچنے سمجھنے کی بڑی عبرت ہے ہم ان کے جسم سے خون اور کثافت کے درمیان دودھ پیدا کرتے ہیں یہ پینے والوں کے لئے ایسی لذیذ چیز ہوتی ہے کہ وہ بے غل غش اٹھا کر پی لیتے ہیں اسی طرح کھجور اور انگور کے درختوں کے پھل ہیں کہ ان سے نشہ اور عرق اور اچھی غذا دونوں طرح کی چیزیں تم حاصل کرتے ہو۔اور دیکھو تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ پہاڑوں میں درختوں میں اور ان ٹہنیوں میں جو اس غرض کے لئے بلند بنا دی جاتی ہیں اپنا چھتہ بنائے۔ پھر ہر طرح کے پھولوں سے رس چوستی پھر اپنے پروردگار کے ٹھہرائے ہوئے طریقہ پر پوری فرماں برداری کے ساتھ گامزن ہو جائے۔دیکھو اس کے پیٹ سے مختلف رنگوں کا رس نکلتا ہے۔اس میں انسان کے لئے شفا ہے بلاشبہ اس صورت حال میں ان لوگوں کے لئے ایک نشانی ہے جو غور و فکر کرنے والے ہیں۔(سورۃ النحل)

مئی 1985ء

نور الٰہی

نور نبوت

''یہ چوپائے اور اڑنے والے جانور تمہارے طرح امتیں ہیں۔'' (سورۂ انعام۔۲۸)

پرندوں، چوپائوں اور حشرات الارض کو نزلہ زکام اور ملیریا نہیں ہوتا...انہیں کھانسی اور دق وسل جیسی بیماریاں بھی لاحق نہیں ہوتیں۔آج تک نہیں سنا گیا کہ کسی کبوتر یا چڑیا کو کینسر ہوا ہو۔ یہ بھی بات نوع انسانی کے دانشوروں کے سامنے نہیں آئی کہ جنگل میں رہنے والے چوپائے نفسیاتی مرض میں مبتلا ہوئے ہوں۔اس بات کو بھی کوئی شہادت نہیں ملتی کہ کسی پرندے یا چرندے کے دل کے والو وبند ہوئے ہوں۔ جانوروں کی نوعوں میں بڑھاپے کے آثار بہت کم ظاہر ہوتے ہیں ان کے منہ پوپلے نہیں ہوتے۔ان کی آنکھوں پر عینک نہیں لگتی۔وہ عمر طبعی تک چست اور پھرتیلے رہتے ہیں... کیا ہم نے کبھی یہ سوچنے کی تکلیف گوارا کی ہے کہ ایسا کیوں ہے؟

اس لئے کہ اللہ کی یہ مخلوق اور انسانی شماریات سے کہیں زیادہ نوعیں اور ہر نوع کے بے شمار افراد مناسب غذا کھاتی ہیں ان کے یہاں کسی قسم کی غذائی ملاوٹ نہیں ہوتی۔ان نوعوں کی زندگی میں براہ راست ورزش کا عمل دخل ہے یہ سب نوعیں ایک نظام حیات کی پابند ہیں... حالات کے مطابق یہ اپنا نظام حیات بھی بدلتے رہتے ہیں۔

''کیا تم دیکھتے نہیں کہ زمین وآسمان کی ہر چیز آئین الٰہی پر عمل پیرا ہے اور پرندے بھی ایک نظام کو نباہ رہے ہیں ان میں سے ہر ایک اپنی نماز اور دستور العمل سے آگاہ ہے۔'' (سورہ نور۔۴۱)

وہ پرندے اور چوپائے بدنصیب ہیں جو انسانی ماحول میں زندگی گزارتے ہیں۔انسان کی پھیلائی ہوئی گندگی اور غلاظت سے متاثر ہو کر طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

انسان جو خود کو اشرف المخلوقات کہتا ہے۔اتنا غلیظ اور گندا ہے کہ بار بار تھوکتا ہے اپنے ارد گرد کوڑے کرکٹ کا ڈھیر لگائے رکھتا ہے۔ گھروں میں صفائی کا فقدان ہے تو گلیوں میں تعفن کے طوفان اٹھتے رہتے ہیں۔ گفتگو کی جائے تو منہ سے بدبو آتی ہے... جسمانی اتصال ہو جائے تو پسینے کی بو سے دماغ پھٹنے لگتا ہے۔خشک چہرے اور خشک بال اور بالوں کے اندر جوئیں اس کی نفاست اور طہارت سے بے پرواہی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اے انسان جنگلی جانوروں کو دیکھ۔ان کے گھونسلوں اور نشیمنوں میں کیسی صفائی پائی جاتی ہے۔بلی زمین میں گڑھا کھودتی ہے اور اپنا فضلہ اس میں چھپا دیتی ہے۔اللہ کی مخلوق انسانی ماحول میں رہنے والی بلی ہمیں ہر روز صفائی اور طہارت کا سبق دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اے انسان میل کچیل اور غلاظت سے دور رہ۔'' (سورہ مدثر)

زندہ قوموں کی تعریف یہ ہے کہ صفائی، نفاست، پاکیزگی ان کی زندگی کا ایک محرک عمل بن جاتا ہے۔اور جن قوموں میں صفائی اور طہارت نہیں ہوتی وہ پاکیزگی کے احساس سے ہی محروم ہو جاتی ہیں۔ان میں پرندوں کے پروں کا اجلا پن۔چوپائوں کے جسم کا حسن اور آنکھوں میں کشش باقی نہیں رہتی۔وہ گینڈے کی طرح بھدی۔گدھ کی طرح غلیظ اور الو کی طرح بد حواس اور اونگھی قوم بن جاتی ہے۔

اپنے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے جسم کو لباس سے زینت دینے والے رسول اٹھ! قوم کو غلاظت کے نتائج سے خبردار کر۔اللہ کی عظمت بیان کر۔اجلے کپڑے پہن اور ہر قسم کے میل کچیل سے دور رہ۔'' (سورہ مدثر۔ ۱تا۵)

ہماری حالت یہ ہے کہ ہم صرف پانچ فرض احکام کی بجاآوری میں اپنی نجات سمجھتے ہیں باقی ہزاروں احکامات کو مستحب کہہ کر گزر جاتے ہیں۔

اے مسلمان! غور کر، تیری بھلائی غلاظت اور ناپاک کاموں کی وجہ سے آج پوری مسلمان قوم کی صحت کا کیا حال ہے۔قوم کا ہر فرد بیمار نظر آتا ہے۔معصوم اور پھولوں جیسے بچوں کے چہرے کمہلائے ہوئے اور زرد نظر آتے ہیں۔غلیظ مکانات اور پراگندہ خیالات نے مسلمان قوم کا وقار کس قدر کم کر دیا ہے۔اجتماعی تمدنی، معاشرتی وسعتوں سے نکل کر ہم غیر اقوام کے آلہ کار بن گئے ہیں اور ہمارے اوپر غلامی مسلط کر دی گئی ہے۔

قرآن کا ایک حکم ہے

''صفائی اختیار کرو۔''

کو چھوڑ کر ہم کتنے ذلیل و خوار ہو گئے ہیں۔

اے قوم تو کیوں غور نہیں کرتی کہ

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں روحانی، جسمانی نجاستوں اور غلاظتوں سے نجات دلانے کے لئے تشریف لائے ہیں۔

سورہ ابراہیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اے رسول ہم نے تجھے یہ بلند کتاب اس لئے دی کہ تو دنیا کو غلاظت و کثافت کی تاریکیوں سے نکال کر نفاست، پاکیزگی اور لطافت کی روشنیوں کی طرف رہنمائی کرے۔''

جون 1985ء

نور الٰہی

نور نبوت

قرآن پاک نوع انسانی پر اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے جو اس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہم پر کیا ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جو ہر قسم کے شک وشبہ سے پاک ہے اور اس میں ہدایت کے طلبگاروں کے لئے سامان نجات ہے۔ اس مقدس صحیفے میں سب کچھ سمو دیا گیا ہے۔ معیشت اور معاشرت کے اصولوں سے لے کر تخلیق و تسخیر کائنات کے فارمولے سب کچھ اس میں موجود ہیں۔ کوئی چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز ایسی نہیں ہے جو اس کے دائرۂ بیان میں نہ آتی ہو۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم کا حق ہم پر یہ بتاتے ہیں:

''کتاب جو ہم نے آپ کی طرف بھیجی برکت والی ہے تاکہ وہ اس میں غور وفکر کریں اور عقل والے اس سے نصیحت حاصل کریں۔''

چنانچہ ہمیں چاہئے کہ قرآن پاک کو محض ثواب و برکت کا ذریعہ سمجھ کر بے سوچے سمجھے نہ پڑھیں یا طاقوں کی زینت بنا کر نہ رکھیں بلکہ اس میں تفکر کریں جیسا کہ غور وفکر کرنے کا حق ہے۔

اللہ رب العزت نے فہم قرآن عطا کرنے کا ذمہ خود لیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے کہ

''ہم نے قرآن کا سمجھنا آسان کر دیا ہے، کیا ہے کوئی سمجھنے والا؟''

اس آیت مبارکہ کی روشنی میں ہم پر یہ لازم ہے کہ اس عطیۂ خداوندی سے فیض اٹھاتے ہوئے قرآن پاک میں غور وفکر کو اپنا شعور بنائیں تاکہ ہماری روحیں نور ہدایت سے منور ہو جائیں اور ہم ان صفات کو حاصل کر سکیں جن سے بندے کے لئے آسمان و زمین مسخر ہو جاتے ہیں۔

ہمارے آقا سرور کونین محمد مصطفٰی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پاک سے بہت شغف تھا۔آپ ﷺ نہ صرف قرآن پاک کی تلاوت کرنا پسند فرماتے تھے بلکہ دوسروں سے بھی سن کر خوش ہوتے تھے۔ ہر سال رمضان المبارک میں حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کو قرآن پاک سناتے تھے۔حالت قیام میں بھی آپ ﷺ قرآنی آیات نہایت انہماک اور توجہ سے پڑھتے تھے اور ایک ایک حرف واضح ایک ایک آیت الگ ہوتی تھی۔

آپ ﷺ کاارشاد گرامی ہے:

''اپنی آواز اور اپنے لہجے سے قرآن کو آراستہ کرو۔''

رحمت للعالمین ﷺ نے ہمیں بشارت بھی دی ہے کہ

''قرآن پاک پڑھنے والوں سے قیامت کے روز کہا جائے گا۔ جس ٹھہراؤ اور خوش الحانی سے تم دنیا میں بنا سنوار کر قرآن پڑھا کرتے تھے اسی طرح قرآن کی تلاوت کرو اور ہر آیت کے صلے میں ایک درجہ بلند ہوتے جاؤ، تمہارا ٹھکانہ تمہاری تلاوت کی آخری آیت کے قریب ہے۔''

قرآن کریم تھوڑا تھوڑا روزانہ پڑھیئے اور اس کے معانی اور حکمتوں میں غور کیجئے۔نہ یہ کہ جلدی جلدی وافر حصہ تلاوت کر لیا جائے اور معانی میں غور و فکر نہ کیا جائے۔ قرآن پاک میں تسخیری علوم و فارمولوں کا خزانہ پوشیدہ ہے۔ جتنی ذہنی توجہ اور اخلاص سے ہم اس کو تلاش کریں گے اتنا ہی ہم پر منکشف ہوتا جائے گا۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ میں ''القارعہ'' اور ''القدر'' جیسی چھوٹی سورتوں کو معانی اور مفہوم کے اعتبار سے سوچ سمجھ کر پڑھنا اس سے زیادہ بہتر سمجھتا ہوں کہ ''البقرہ'' اور ''آل عمران'' جیسی بڑی بڑی سورتیں جلدی جلدی پڑھ جاؤں اور کچھ نہ سمجھوں۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک مرتبہ ساری رات ایک ہی آیت تلاوت فرماتے رہے۔

''اے خدا! اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں۔ اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو انتہائی زبردست اور نہایت حکمت والا ہے۔''

جولائی 1985ء

نور الٰہی

نور نبوت

اے اللہ تو جسے چاہتا ہے زمین کا وارث بنا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے غلامی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ عزت و ذلت تیرے اختیار میں ہے۔ دنیا کی تمام بلندیاں تیرے دست قدرت میں ہیں اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔ تو ہی وہ مالک ہے جو تہذیب و تمدن کے دن کو رات اور رات کو دن میں بدلتا رہتا ہے۔ مردہ اقوام کی خاکستر میں حیات پیدا کرتا ہے اور زندہ اقوام کو موت کی نیند سلانا تیری سنت ہے۔'' (آل عمران)

جس طرح رات دن غروب اور طلوع ہوتے رہتے ہیں اسی طرح اقتدار بھی اقوام عالم میں ردوبدل ہوتا رہتا ہے۔ بابل اور مصر کی تہذیبیں اپنی پوری آن بان اور شان و شوکت کے باوجود زمین دوز ہو گئیں۔ تہذیب کا آفتاب کبھی مشرق پر چمکتا تھا۔ پھر یونان علم و آگہی کا مرکز بن گیا۔ پھر یونان چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو کر ختم ہو گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سلطنت روم وجود میں آگئی۔ آفتاب تہذیب پھر پوری طرح مغرب پر چمکنے لگا۔ کچھ عرصہ بعد ایران نے زندگی کی ایک نئی انگڑائی لی۔ یہاں تک کہ ریگستان عرب سے علم و عرفان کے بادل اٹھے اور ان علم و عرفان کے بادلوں سے مشرق و مغرب دونوں سیراب ہو گئے۔

اور پھر جب مسلم قوم نے اپنا تشخص کھو دیا۔ اپنا کردار گھناؤنا بنا لیا تو علم و آگہی کا سورج مغرب کی طرف لوٹ گیا۔ آج پست اقوام اعلیٰ اور بلند ہیں اور اعلیٰ اقوام سابقہ پست اقوام کے سامنے ذلت و رسوائی کی تصویر بنی ہوئی ہے۔ قوم کے افلاس کا یہ عالم ہے کہ علم و ہنر میں ہی نہیں اپنی معاش میں بھی خود کفیل نہیں ہے۔ وہ قوم جو قرآن کو نافذ کرتی تھی معاشی اعتبار سے اتنی مفلوک الحال ہے کہ اس کی سوچ اور فکر پر بھی پردے پڑ گئے ہیں۔ سود جیسی لعنت نے اسلام نافذ کرنے والی قوم کو اس طرح بے بس و مجبور کر دیا ہے کہ حقیقت کا برملا اظہار بھی ایک لاینحل مسئلہ بن گیا ہے۔

اللہ کہتا ہے۔ سود لینے والے، سود دینے والے اور سودی معیشت میں زندہ رہنے والے اللہ کے ایسے دشمن ہیں جو اللہ کے ساتھ حالت جنگ میں ہیں۔ تمام مسلمان نمازیں بھی پڑھتے ہیں، روزے بھی رکھتے ہیں، حج بھی کرتے ہیں، زکوٰۃ بھی دیتے ہیں۔ عقل دست گریبان ہے کہ اللہ کے دشمنوں کی نماز، نماز کس طرح ہوئی۔ اللہ کے ساتھ حالت جنگ میں رہتے ہوئے روزہ کی برکتیں اور سعادتیں کیسے حاصل ہوں گی۔ جن لوگوں کو اللہ نے اپنا دشمن قرار دے دیا ہے وہ کس منہ سے خانہ کعبہ کا طواف کر سکتے ہیں۔ اور خانہ کعبہ کے انوار و تجلیات سے اللہ کے دشمن کیوں کر منور ہو سکتے ہیں...؟

تاریخ ایک عظیم گواہ ہے کہ جس قوم نے اللہ کے بنائے ہوئے قانون کا مذاق اڑایا۔اللہ نے اس قوم کو پست اور ذلیل کر دیا۔

کیاہمارے لئے ابھی بھی لمحہ فکریہ نہیں آیا کہ ہم اپنے ظاہر اور باطن کا محاسبہ کریں۔

پانی میں دو حصے ہائیڈروجن اور ایک حصہ آکسیجن ہے۔اگراس کی مقدار کو ذرہ بھر گھٹا یا بڑھادیا جائے تو ایک زہر تیار ہوگا۔اگر یہ دونوں عناصر مادی مقدار میں جمع کر دیئے جائیں تب بھی ایک مہلک مرکب بنے گا۔آکسیجن و ہائیڈروجن ہر دو قاتل و مہلک گیس ہیں جن کے مختلف اوزان سے لاکھوں مرکبات تیار ہو سکتے ہیں اور ہر مرکب زہر ہلاہل ہوتا ہے لیکن اگر دو حصے ہائیڈروجن اور ایک حصہ آکسیجن کو ایک جگہ کر دیا جائے تو ان دو زہروں سے جو پانی تیار ہو گا تمام عالمین کے لئے حیات و ممات کا ذریعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اور ہم نے پانی سے ہر شئے کو حیات عطا کی۔'' (سورہ انبیائ)

''ہم نے ہر چیز کو معین مقدار سے پیدا کیا۔'' (سورہ قمر)

''ہر چیز کے خزانے ہمارے پاس ہیں اور ہم معین مقدار میں ہر چیز کو نازل کرتے ہیں۔'' (سورہ حجر)

سبحان اللہ کیا کیا نشانیاں اللہ تعالیٰ نے غور و فکر کرنے والوں کے لئے بتائی ہیں۔

لیموں اور کالی مرچ دونوں چیزیں ہائیڈروجن دس حصے اور کاربن بیس حصے سے تیار ہوتے ہیں لیکن مقداروں کے تفاوت اور الگ الگ تعین سے دونوں کی شکل رنگ، ذائقہ، حجم اور تاثیر بدل گئی۔اسی طرح کوئلہ اور ہیرا کاربن سے وجود میں آتے ہیں لیکن مقداروں سے الگ الگ تعین سے ایک رنگ کالا اور دوسرے کا رنگ سفید بن گیا ہے۔ایک قابل شکست اور دوسرا ٹھوس ہے۔ایک کم قیمت اور دوسرا نایاب ہے۔ایک نوع انسانی کو حیات نو عطا کرتا ہے اور دوسرا انگشتری میں زینت و زیبائش کے کام آتا ہے۔

اللہ رب العالمین نے جس محبت اور یگانگت سے نوع انسانی کو پیدا کیا ہے ایسی ہی محبت اور یگانگت کے ساتھ وہ چاہتا ہے کہ انسان کائنات میں حکمران بن کر، اللہ کی بادشاہی میں شریک ہو۔تاکہ اللہ کی نیابت اور خلافت کا حق ادا کر سکے۔

اگست 1985ء

نور الٰہی

نور نبوت

کائنات کی ساخت ہمارے سامنے اس امر کی تشریح کرتی ہے کہ جو کچھ موجود ہے وہ پہلے سے کہیں قائم ہے اور کوئی شئے ایسی نہیں ہے جس کا تعلق ماضی اور حال سے نہ ہو۔ جب ہم ماضی کا تذکرہ کرتے ہیں تو دراصل کسی شئے کے آباؤ اجداد اور اسلاف کا اعتراف کرتے ہیں۔ بادام کے درخت سے اگر بات کرنا ممکن ہو جائے تو بادام کا درخت اسی طرح اپنا شجرہ بیان کرتا ہے جس طرح ایک آدم زاد اپنا شجرہ بیان کر کے خاندانی وجاہت اور وقار کی گفتگو کرتا ہے۔ ہم اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ بکری کا خاندان بھی اپنی معین مقداروں اور فطرتی تقاضوں پر قائم ہے جس طرح خاندانوں، نوعوں اور مخلوق کے شجرے ہوتے ہیں یہی صورت حال نیکی اور بدی کی ہے نیکی کا بھی ایک خاندان ہے یا نیکی ایک درخت ہے اور یہ درخت جب قائم ہو جاتا ہے تو اس کے اندر ہزاروں شاخیں اور بے شمار پھول اور پتے لگتے رہتے ہیں۔ شاخوں، تنوں اور پتوں کا پھیلاؤ اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ ایک درخت اپنے خاندان، اپنے کنبہ اور اپنی نسل کے لئے سایہ رحمت بن جاتا ہے۔

بسا اوقات ہم ایک برائی کو بہت کمتر اور معمولی سمجھتے ہیں لیکن جب بہت کمتر اور بظاہر حقیر نظر آنے والی برائی بیج بن کر نشوونما پاتی ہے اور درخت بن جاتی ہے تو اس درخت کے پتے، کانٹے، کریہہ رنگ پھول، خشک سیاہ اور کھردرے پتے بجھی بجھی سی اور بے رونق شاخیں پوری نوع کو غم سے آشنا کر دیتی ہیں۔ اور پھر یہ غم ضمیر کی ملامت بن کر مہلک بیماریوں کے ایسے کنبہ کو جنم دیتی ہے جس سے آدمی بچنا بھی چاہے تو نہیں بچ سکتا۔ اگر ہم واقعتاً حقیقت کو سمجھنا چاہتے ہیں اور تفکر کو اپنا شعار بنانا چاہتے ہیں تو ہمیں جاننا ہو گا کہ خیر و شر کے تمام مراحل ایک کنبہ کے افراد کی طرح زندہ اور متحرک ہیں۔ نیکی کا درخت رحمت و برکت کا سایہ ہے اور بدی کا درخت، خوف اور پریشانی اور رنج و ملال کی کیفیات کو نوع انسانی پر مسلط کر دیتا ہے۔

ہر آدمی یہ جانتا اور سمجھتا ہے کہ خاندان کے افراد جب تک مل جل کر یکجائی جذبات کے ساتھ رہتے ہیں ان کی ایک حیثیت ہوتی ہے ان کی اپنی ایک آواز ہوتی ہے، ان کی ایک اجتماعی قوت ہوتی ہے۔ جھاڑو کے تنکے الگ الگ کر دیئے جائیں اور ہر تنکے سے الگ الگ ضرب لگائی جائے، چاہے اس کی تعداد ایک ہزار تک ہو۔ چوٹ نہیں لگے گی اور نہ عمل سے کوئی مفید نتیجہ مرتب ہو گا لیکن ان ایک ہزار تنکوں کو ایک جگہ باندھ کر ضرب لگائی جائے تو جسم پر نیل پڑ جائے گا۔

اسی طرح ملت اسلامیہ کی شیرازہ بندی کی طرف قرآن ہمیں متوجہ کرتا ہے۔ ایک خاندان ایک کنبہ اور ایک بڑے درخت کی طرح مسلمانوں کو ہدایت کرتا ہے کہ سب متحد ہو کر مضبوطی کے ساتھ اللہ کی رسی کو پکڑ لیں اور بکھر کر اپنی شیرازہ بندی کو ختم نہ کریں۔ قرآن پاک کی اس

ہدایت کا تقاضہ ہے کہ اسلام کے نام لیوائوں کے درمیان جتنے بھی اختلافات ہوں انہیں قرآن کی ہدایت کے مطابق اللہ کی رسی کو سہارا بنا کر ختم کر دیا جائے لیکن وائے نصیب !......

بد قسمتی سے ہمارا المیہ یہ ہے کہ قرآن کے بارے میں مسلمان متفق نہیں ہیں ایک ایک آیت کی تاویل میں بیشمار اقوال ہیں اور ان اقوال میں سے اکثر ایک دوسرے کے متضاد ہیں......تفاسیر کا مطالعہ کر کے کوئی صاحب نظر بندہ کسی ایک راستہ پر قدم نہیں اٹھا سکتا۔ جبکہ مفسرین کرام کے پاس کوئی سند ایسی نہیں ہے جس کی بنیاد پر یہ فیصلہ کیا جا سکے کہ ان میں سے کون سا قول حق ہے......اس طرز عمل کا نتیجہ یہ نکلا کہ اختلافات کا درخت تناور، گھنا اور لمبا ہو گیا۔ کل جو درخت ایسا تھا جس کے نیچے بمشکل چند افراد قیام کر سکتے تھے آج اس درخت کے نیچے پوری قوم خواب خرگوش میں گم ہے۔

ہم جب اپنے اسلاف کے دور کو دیکھتے ہیں اور ان کے گرد و پیش کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس بات کے واضح اشارے ملتے ہیں کہ ان کے اندر اجتماعی حیثیت برقرار تھی۔ اور قرآن پاک کے لطیف اشارات اور مخفی کنایات اور اسرار و رموز سمجھ لینے میں انہیں کوئی زحمت پیش نہیں آتی تھی

اور

جب مسلمان قوم کی اجتماعی حیثیت متاثر ہوئی اور نیکی کے درخت کی جگہ برائی (اختلافات) کے درخت نے لے لی تو مسلمان خاندان افراد میں بٹ گیا اور قرآن کی حکمت اور انوار سے محروم ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

’’اللہ کی رسی کو باہم متحد ہو کر مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔‘‘

اللہ پرورد گار کی بنائی ہوئی یہ ساری کائنات اور نوع انسانی اللہ کی تخلیق ہے۔ ایک ماں کے سات، نو یا بارہ بچے اس کی تخلیق ہے کوئی ماں یہ نہیں چاہتی کہ اس کی اولاد آپس میں لڑتی جھگڑتی رہے۔ ماں کا فطری تقاضا ہے کہ اولاد باہم متحد ہو کر ماں کی ممتا کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہے اور ماں کی مرکزیت کبھی ختم نہ ہو...... تمثیلی اعتبار سے اللہ بھی ایک ماں ہے۔ اللہ کی ربوبیت، اللہ کی مامتا اور نوع انسانی کے ساتھ اللہ کی محبت چاہتی ہے کہ سارے انسان ایک کنبہ کے افراد بن کر اللہ کی سرزمین پر خوش ہو کر کھائیں پئیں۔ بلاشبہ مخلوق کی خوشی اللہ رب العالمین کی خوشی ہے۔

ستمبر 1984ء

نور الٰہی

نور نبوت

آدمی متعفن اور سڑی ہوئی غذائیں کھانے کے بعد بیماریوں پریشانیوں اور بے چینیوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔کیا سیاہ کارانہ زندگی میں رہتے ہوئے ارادوں میں کامیابی ممکن ہے؟ایسی کامیابی جس کامیابی کو حقیقی کامیابی اور مستقل کامیابی کہا جاسکے۔ظاہر ہے کہ ان تمام سوالات کا جواب یہ ہے کہ برے کام کا نتیجہ برا مرتب ہوتا ہے اوراچھے کام کا نتیجہ اچھائی میں ظاہر ہوتا ہے۔اس اصول کو لامحالہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ انسانی فلاح خیر میں ہے اور شر کا نتیجہ ہمیشہ تباہی کی صورت میں سامنے آیا ہے۔یہی قانون اجتماعی زندگی کا ہے۔اجتماعی طور پر اگر کوئی معاشرہ سیاہ کارانہ زندگی میں مبتلا ہو جائے تو اس کا نتیجہ بھی اجتماعی تباہی مرتب ہوتا ہے۔یہ بات کون نہیں جانتا کہ مسلمان من حیث القوم ادبار زدہ زندگی گزار رہا ہے۔اس کی حکومت ایک عالم کو محیط تھی۔آج یہ ان لوگوں کا محتاج کرم ہے۔جو قومیں اس کی کفالت میں زندگی گزارتی تھیں۔

آسمانی صحائف اور تمام اللہ کے فرستادہ پیغمبروں نے نوع انسانی کو یہی پیغام دیا ہے کہ راست بازی دیانت اور حقیقت پسندی انسانی زندگی کی معراج ہے جب کسی قوم کو یہ معراج حاصل ہو جاتی ہے تو اس کو سکون قلب مل جاتا ہے۔سکون قلب ایک ایسی کیفیت ہے جس کی موجودگی میں انسان کے اندر سوئے ہوئے دو کھرب خلیے بیدار ہو جاتے ہیں اور وہ قوم جس کے اندر سوئے ہوئے خلئے جس مناسبت سے بیدار ہوتے ہیں۔اسی مناسبت سے اس کے اندر نت نئی ایجادات کی صلاحیتیں کام کرنے لگتی ہیں۔یہ صلاحیتیں کیا ہیں؟یہ صلاحیتیں اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔ایسی صفات جن کے اندر یہ پیغام چھپا ہوا ہے کہ انسان زمین اور آسمان اور پوری کائنات کا حاکم ہے۔اللہ تعالیٰ کا قانون سچا ہے، برحق ہے، جو قومیں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی صفات یعنی انسانی صلاحیتیں اپنے اندر بیدار کر لیتی ہیں وہ زمین پر حکمرانی کرتی ہیں اور جو قوم ان صلاحیتوں سے کام نہیں لیتی وہ محکوم اور غلام بن جاتی ہے۔

آج کا دور ایک قوم کے لئے محکومیت اور طوق غلامی کا دور ہے۔اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق جو قوم زندہ ہے اور اس کے خون میں زندگی رواں دواں ہے اور جو قوم زمین پر پھیلائے ہوئے اللہ تعالیٰ کے وسائل کو استعمال کرنے کی جدوجہد میں مشغول ہے وہ حاکم ہے اور دوسری قوم کے لئے جس میں انتشار ہے،اختلاف ہے، منافقت ہے، بے یقینی ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمتوں کی ناشکری ہے وہ محروم اور ادبار زدہ ہے۔

آیئے!

ہم اپنے گریبانوں میں جھانکیں اور اپنی زندگی کا تجزیہ کریں کہ ہمارا شمار حاکم قوم میں ہے یا ہمارا مقدر محرومیت بن گیا ہے۔

اگر تو ان احکام پر جو آج تجھے دے رہا ہوں عمل کرے گا تو تیرا خداوند تجھے زمین کو قوموں میں سر فراز کرے گا۔ ساری برکتیں تجھ پر نازل ہوں گی۔ تو شہر میں بھی مبارک ہو گا اور کھیت میں بھی۔ تو گھر میں آتے وقت اور باہر جاتے وقت مبارک ہو گا۔ تیرے حملہ آور تیرے سامنے مارے جائیں گے اور وہ ایک راہ سے حملہ کریں گے تو سات راہوں سے بھاگیں گے... خداوند تیری زمین کے پھلوں میں فراوانی دے گا۔ وہ اپنا خاص خزانہ تیرے آگے کھولے گا۔ آسمان تیری زمین پر بروقت مینہ برسائے گا... تو اوروں کو قرض دے گا پر تو قرض نہ لے گا... لیکن اگر تو نے خداوند کی آواز کو نہ سنا تو... پھر تو شہر میں بھی لعنتی ہو گا اور کھیت میں بھی... تو اندر آتے اور باہر نکلتے وقت لعنتی ہو گا... خداوند تیرے کاموں پر لعنت، حیرت اور ملامت نازل کرے گا۔ یہاں تک کہ تو ہلاک ہو جائے گا... وبا تجھ سے لپٹی رہے گی... خداوند تجھ کو سوکھنڈی، تپ دق، جوش خون، سخت جلن، خشک سالی اور گرم لو سے مارے گا۔ تیرا آسمان پیتل کا اور تیری زمین لوہے کی بن جائے گی۔ خداوند مینہ کے بدلے تیری زمین پر خاک دھول برسائے گا... تو اپنے دشمن پر ایک راہ سے حملہ کرے گا اور سات راہوں سے بھاگے گا... خداوند تجھ کو دیوانگی، نابینائی اور گھبراہٹ سے مارے گا جس طرح اندھا (نابینائی کے) اندھیرے میں ٹٹولتا ہے تو دوپہر کو ٹٹولتا پھرے گا... تیرے بیٹے اور تیری بیٹیاں دوسری قوم کو دے دی جائیں گی تو دیکھتا رہ جائے گا اور ان کے انتظار میں تیری آنکھیں تھک جائیں گی۔ تیرے بازوئوں میں زور نہیں رہے گا۔ تیری محنتوں کا پھل ایک اجنبی قوم کھا جائے گی۔

(کتاب موسیٰؑ۔استثنائ ۲۸۔۱۔۳)

دنیا میں ایسی کوئی مثال سامنے نہیں آئی کہ ظالم کو دیر سویر اس کے ظلم کا بدلہ نہ ملا ہو۔ اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ بدمعاش اور بدکار آدمی کو زندگی میں سکون قلب کی دولت حاصل نہیں ہوتی۔ مکافات عمل کا یہ قانون ہے کہ کوئی بندہ اس وقت تک رنگ و بو کی اس دنیا سے رشتہ منقطع نہیں کر سکتا جب تک وہ مکافات عمل کا کفارہ ادا نہیں کر دیتا۔ کیا کوئی بندہ یہ کہہ سکتا ہے کہ خیانت اور بددیانتی سے اس کی مسرت میں اضافہ ہوا ہے۔

دسمبر 1985ء

نور الٰہی

نور نبوت

حضرت سید البشر، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"کائنات میں گھڑی بھر کا تفکر سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔"

جن قوموں نے کائنات کے اجزائے ترکیبی یعنی افراد کائنات کی تخلیق پر غور کیا وہ سرفراز ہوئیں۔ اور جس قوم نے کائناتی تفکر سے اپنا رشتہ منقطع کیا وہ اقوام عالم میں مردہ قوم بن گئی۔

تخلیق کائنات پر غور و فکر کی اہمیت کا واضح اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ قرآن نے نوع انسانی کو اس طرف بطور خاص متوجہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ پیدا کیا ہے وہ محض دکھاوے کے لئے پیدا نہیں کیا۔ کائنات کا ایک ایک ذرہ کسی نہ کسی مصلحت اور حکمت خداوندی کا کرشمہ ہے۔

قرآن پاک میں سات سو چھپن (۷۵۶) جگہ نوع انسانی کے بالغ اور باشعور افراد کو مطالعہ کائنات کی ترغیب دی گئی ہے...

المیہ یہ ہے کہ

ہم نے صرف توحید کے اقرار، صوم و صلوٰۃ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ کے معاملات و مسائل کو سامنے رکھ کر "کتاب مبین" میں موجود دوسرے احکامات پر توجہ دینے کی زحمت گوارہ نہیں کی اور ہادیٔ برحق باعث تخلیق کائنات محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مبارک "کائنات میں ایک لمحے کے برابر تفکر سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔" پر ہم غور و فکر نہیں کرتے۔

سورہ بقرہ میں ارشاد ربانی ہے:

"ارض و سماں کی تخلیق، اختلاف لیل و نہار، سمندر میں تیرنے والی کشتیوں اور اس گھٹا میں جو زمین و آسمان کے درمیان خیمہ زن ہیں، ارباب عقل و دانش کے لئے نشانیاں موجود ہیں۔

سورہ آل عمران میں ہے:

بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور دن رات کی تبدیلیوں میں عقل مندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

جو ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں اور زمین کی کوکھ سے جنم لینے والی نئی نئی موجودات پر غور وفکر کرتے ہیں۔ اے رب تو نے یہ سب کچھ بیکار پیدا نہیں کیا تو پاک ہے۔ ہمیں ایسی زندگی سے محفوظ کردے جس زندگی کے اوپر خوف اور حزن وملال محیط ہے۔

سورۂ روم میں رب ذوالجلال یوں گویا ہیں:

زمین وآسمان کی پیدائش اور چوپایوں کی افزائش نسل اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کے اختلاف میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں موجود ہیں۔

سورہ یوسف میں تنبیہہ کے لہجہ میں اللہ رب العزت کہتے ہیں:

ارض وسما میں کتنی ہی ایسی نشانیاں ہیں جن سے غافل لوگ منہ پھیر کر گزر جاتے ہیں اور ان منہ پھیرنے والوں کو سورۂ صبا میں یہ وعید کی جا رہی ہے کہ یہ لوگ اپنے آگے پیچھے، زمین وآسمان کے ظاہر وباطن، عیاں ونہاں، مخفی اور مشاہداتی معجزات پر غور نہیں کرتے؟ اگر ہم چاہیں تو انہیں اس ہی زمین میں پیوند کردیں یا آسمان کو ان کے سروں پر گرادیں۔ ہماری اس تنبیہہ سے صرف خداشناس لوگ ہی فائدہ اٹھاتے ہیں۔

سورۂ اعراف میں ذرا اور زیادہ تنبیہہ کی جارہی ہے:

کیا ان لوگوں نے آسمان وزمین کے انتظام پر کبھی غور نہیں کیا اور کسی چیز کو بھی جو خدا نے پیدا کی ہے آنکھیں کھول کر نہیں دیکھا اور کیا یہ بھی انہوں نے نہیں سوچا کہ شاید ان کو زندہ رہنے کی جو مہلت دی گئی ہے اس کے پورے ہونے کا وقت قریب آگیا ہے..... ہم رات دن ڈھول پیٹتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں، جنت ہماری میراث ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور عنایتوں کی ہمارے اوپر (ثواب کی شکل میں) بارش برستی ہے اور ثواب سے ہمارے خزانے بھرے ہوئے ہیں جبکہ من حیث القوم ہم تہی دست ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ہمارا ایمان قرآن پر ہے مگر ہم یہ کبھی نہیں سوچتے کہ قرآن کے نزدیک ایمان کی کسوٹی کیا ہے...

قرآن کہتا ہے...

زمین وآسمان میں اہل ایمان کے لئے حقائق اور بصائر موجود ہیں یعنی اہل ایمان کی خصوصیت یہ ہے کہ زمین وآسمان کی حقیقتوں اور زمین و آسمان کے اندر موجود تخلیقات کے فارمولوں پر ان کی نظر گہری ہوتی ہے۔ ان کے اندر مشاہدے کی طاقت کہکشانی نظاموں کی نقاب کشائی کرتی رہتی ہے۔

قرآن بار بار یہ اعلان کرتا ہے کہ یہ نشانیاں ایمان والوں کے لئے ہیں۔ مفہوم یہ ہے کہ نشانیاں تو سب کے لئے ہیں مگر انسانوں میں صرف ایمان والے لوگ ہی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں، آیتوں اور حکمتوں پر غور و فکر کرتے ہیں۔ غفلت اور جہالت میں ڈوبے ہوئے لوگ جو جانور کی طرح جیتے ہیں...ضدی اور ہٹ دھرم لوگ جو "میں نہ مانوں" کی زندہ متحرک تصویر ہیں، ان کے لئے اللہ کی نشانیوں کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہے۔

ایک آدمی جو اندھا ہے چمن کے اندر کھلے ہوئے داغ داغ پھولوں اور رنگ رنگ دلفریب مناظر سے آنکھوں والوں کی طرح لطف اندوز نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح بصارت اور ایمان کی روشنی سے محروم لوگ قدرت کے مناظر کو ادراک نہیں کر سکتے۔

قرآن برملا اعلان کرتا ہے کہ

وہ کہتے ہیں ہم مسلمان ہوئے مگر ابھی ان کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا۔

☆☆☆☆☆

جنوری 1986ء

نور الٰہی

نور نبوت

اللہ پاک نے جب کائنات کے بنانے کا ارادہ کیا تو کائنات کا ایک نظام بھی زیر بحث آیا۔اس لئے کہ کارخانۂ قدرت کسی مبسوط نظام، قاعدوں اور ضابطوں کے بغیر نہیں چلتا۔قرآن کہتا ہے کہ

"اس کا امر یہ ہے کہ جب وہ کسی شئے کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ وجود میں آجا اور وہ شئے تخلیقی عوامل سے گزر کر وجود میں آجاتی ہے۔" (سورہ یٰسین)

قرآن نوع انسانی کو اس تفکر کی طرف مائل کرتا ہے کہ نظام چلانے کے لئے کارندوں کی ضرورت پیش آتی ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ کائنات مادی، برقی، مقناطیسی اور سائنسی قوانین قدرت کا مجموعہ ہے۔ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ قوانین مظاہر قدرت اور مناظر کائنات پر بہر حال حاوی ہیں۔کائنات میں ہر شئے ایک نظام کے تحت ایک دوسرے کے ساتھ ہم رشتہ اور ایک دوسرے سے متعارف ہے۔ کائنات کا کوئی یونٹ کسی دوسرے یونٹ سے اپنا رشتہ منقطع نہیں کر سکتا۔

قرآن کریم ان تمام مناظر کو جو کائنات کے کل پرزے ہیں۔اللہ کی نشانیاں قرار دیتا ہے۔اور نوع انسانی کے لئے لازم کرتا ہے کہ نوع انسانی کے عاقل اور بالغ شعور افراد اللہ کے ان تمام زمینی اور آسمانی مناظر اور مظاہر کا مطالعہ کریں اور عقل و دانش کی گہرائیوں سے ان آیات پر غور و تفکر کریں۔اللہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے گونگے، بہرے رہ کر زندگی نہ گزاریں۔خالق چاہتا ہے کہ غور و فکر سے متعلق اللہ تعالیٰ نے بندہ کو جو صلاحیتیں دی ہیں ان کو استعمال کیا جائے۔

آپ ﷺ کہہ دیجئے۔مشاہدہ کرو جو کچھ کہ ہے آسمانوں اور زمین میں...

کیا تم مشاہدہ نہیں کرتے؟

کیا تم غور و فکر نہیں کرتے؟

کیا تم تدبر نہیں کرتے؟

خداوند قدوس کی نظر میں بد ترین مخلوق وہ لوگ ہیں جو گونگے بہرے ہیں یعنی گونگے بہروں کی سی زندگی بسر کرتے ہیں اور عقل و تدبر سے کام نہیں لیتے۔(قرآن)

بیشک آسمانوں اور زمین میں آسمان والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔اور تمہاری پیدائش میں بھی اور جانوروں میں بھی جن کو وہ پھیلاتا ہے۔یقین کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں((الجاثیہ)

اے دیکھنے والے کیا تو رحمٰن کی آفرینش میں کچھ نقص دیکھتا ہے۔ذرا آنکھ اٹھا کر دیکھ بھلا تجھے کوئی شگاف نظر آتا ہے۔پھر دوبارہ نظر کر ہر بار تیرے پاس ناکام اور تھک کر لوٹ آئے گی۔(الملک)

اور وہی تو ہے جس نیس ورج کو روشن اور چاند کو منور بنایا۔اور چاند کی منزلیں مقرر کیں تا کہ تم رسول کا شمار اور کاموں کا حساب معلوم کرو۔ یہ سب کچھ خدا نے تدبیر سے پیدا کیا۔ سمجھنے والوں کے لئے وہ اپنی آیتیں کھول کر بیان کرتا ہے۔(یونس)

تسخیر کائنات سے متعلق قرآنی آیتوں سے یہ بات روشن دن کی طرح ثابت ہے کہ کائنات کے بنانے والے نے حکم دیا ہے کہ انسان تخلیق کائنات کے قوانین کا اس انہماک اور غور و فکر سے مطالعہ کرے کہ ہر چیز کی کاریگری سامنے آجائے۔ تخلیقی فارمولوں پر غور کرنے والا طالب علم جب انہماک کے نقطہ عروج میں داخل ہو جاتا ہے تو اس کے اوپر ایسے ایسے علوم منکشف ہوتے ہیں جن علوم کی ابتداء لامحدودیت سے ہوتی ہے اور ایسے طالب علم کا علم محض کتابوں تک محدود نہیں رہتا۔اور وہ اسلاف کی بنائی ہوئی دہلیز پر بیٹھا ہوا مکان کی اینٹیں شمار نہیں کرتا رہتا۔وہ تدبر اور تفکر کی کسوٹی پر مشاہدہ اور تجزیہ کر کے یہ جان لیتا ہے کہ فضائے بسیط میں گیسوں کا آمیزہ زمین کو زندگی بخشتا ہے۔ بارش اور ہواؤں کا انتظام۔کاربن۔آکسیجن وغیرہ کا مشاہدہ اس کے لئے ایک عام بات بن جاتی ہے۔وہ یہ بھی جان لیتا ہے کہ کرہ ارض کا حجم مناسب اور معین مقداروں پر قائم ہے۔اگر حجم زیادہ ہوتا تو کشش ثقل کی زیادتی کی وجہ سے ہوا(کاربن ڈائی آکسائیڈ) خلا میں منتشر ہونے کی بجائے زمین کی سطح سے آچمٹتی اور ذی روح ہر مخلوق کا سانس لینا دشوار ہو جاتا۔اور اگر کرہ ارض کا حجم موجودہ معین مقداروں سے کم ہوتا تو کشش ثقل کی وجہ سے ہوا(آکسیجن) خلا میں اڑ جاتی اور تمام ذی روح فنا کے گھاٹ اتر جاتے......

یہ بات مشاہدے میں آجاتی ہے کہ چاند اور سورج سے زمین کا فاصلہ بھی معین مقداروں پر قائم ہے۔اگر زمین سورج سے معین مقداروں کی نسبت زیادہ دور ہوتی تو تمام کرہ یخ بستہ ہوتا۔ برف کی دبیز سلوں کے علاوہ زمین پر کسی چیز کا وجود نہ ہوتا... اور اگر یہ فاصلہ معین مقداروں سے کم ہوتا تو سورج کی تپش فصلوں کو جلا کر راکھ کر دیتی...چاند اور زمین کے فاصلے میں اگر معین مقداریں ٹوٹ جائیں تو مدوجزر کی لہریں اتنی بلند ہو جائیں گی کہ ساری زمین سمندر کی طوفانی لہروں میں غرق ہو جائے گی۔

کائنات میں تفکر کرنے والا بندہ اور روحانی سائنس کا طالب علم اپنے مشاہدہ اور تجزیہ کی بنا پر اس مقصد سے آشنا ہوتا ہے کہ

کائنات میں عناصر کی ترتیب، ہم اآہنگی نظام افادیت و مقصدیت کور چشم شعور کی کار فرمائی نہیں ہے۔ کوئی طاقت ہے کوئی ایسی ہستی ہے جس کے حکم پر ازل تا ابد نظام حیات و کائنات قائم ہے۔ اور اس سارے نظام میں تمام عناصر تمام مناظر اور سب مظاہر معین مقداروں پر قائم رہتے ہوئے ایک دوسرے سے ہم آہنگ اور ہم رشتہ ہیں...

پاک اور بلند مرتبہ ہے وہ ذات جس نے تخلیق کیا معین مقداروں کے ساتھ اور ہدایت بخشی۔(الا علیٰ)

فروری 1986ء

نور الٰہی

نور نبوت

قرآن پاک غور و فکر اور ریسرچ کو ہر مسلمان کے لئے ضروری قرار دیتا ہے۔مادی اشیاء کے حواس اور کائنات میں جاری و ساری قوانین کو جاننا ہر ذی شعور مسلمان کا فرض ہے۔اس لئے کہ یہ سب اللہ کی نشانیوں میں تدبر و تفکر ہے اور اللہ کی نشانیوں میں تفکر اور تفکر کے نتیجے میں سائنسی حقائق کا مشاہدہ صاحب تفکر کو اللہ تعالی کی ذات پر ایمان لانے پر مجبور کر دیتا ہے۔احادیث سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ارشاد گرامی ہے:

۱۔ حکمت سیکھو جہاں سے بھی ملے۔

۲۔ حکمت مومن کی کھوئی ہوئی پونجی ہے جہاں کہیں اس کو پائے اٹھالے۔

۳۔ ایک ساعت کا تفکر ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔

۴۔ طلب علم بہترین عبادت ہے۔

۵۔ علم اسلام کی حیات اور اسلام کا ستون ہے۔

۶۔ ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت پر علم سیکھنا فرض ہے۔پس علم حاصل کرو اگرچہ چین میں ہو۔جو شخص دنیاوی فوائد حاصل کرنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ علم حاصل کرے۔جو شخص اخروی متاع حاصل کرنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ علم حاصل کرے۔

رب العالمین کے فرستادہ رحمت اللعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات اور دعوت علم کا اثر یہ ہوا کہ حضور کے امتی پوری توجہ اور جذب و شوق کے ساتھ علم حاصل کرنے میں مشغول ہو گئے۔جہاں جہاں سے بھی ان کو علم حاصل ہو سکتا تھا انہوں نے علم حاصل کیا اور علم کی فضیلت نے انہیں علوم و فنون میں کرہ ارض پر قائد اور رہنما بنا دیا۔مسلمانوں نے اپنے علوم کی بنیاد ادھام پرستی قیاس آرائی اور مفروضہ باتوں پر نہیں رکھی بلکہ ہر ہر میدان میں تجربے اور مشاہدے کی بنیاد پر نئی نئی سائنسی تحقیقات کیں جس کے نتیجے میں مسلمان طبیب مسلمان ہیئت داں جابر فارابی زکریا۔ابن سینا۔خوارزمی۔عمر خیام۔نصیر الدین طوسی۔ابوالحسن۔ابن محمد قرزوینی۔راضی ابو قاسم البیرونی۔ابن خلدون۔امام غزالی وغیرہ پیدا ہوئے اور انہوں نے

اپنی محنت اور تحقیق سے سائنسی علوم میں ایک غیر معمولی اضافہ کیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب یورپ توہمات کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا مسلمان سائنسدانوں نے قطب نما، بارود اور کاغذ ایجاد کیا۔ یہ عرب سائنسدان ہی تھے جنھوں نے سب سے پہلے فضا میں پرواز کی کوشش کی۔ یہی لوگ تھے جنھوں نے پتھر سے شیشہ بنایا۔ دوربین اور پن چکی ایجاد کی۔ اندھوں کے پڑھنے کے لئے ابھرے ہوئے حروف (Brail) ایجاد کیئے۔ الجبرا کا وجود بھی عربوں کا رہین منت ہے۔ انہوں نے جیومیٹری اور ٹرگنومیٹری کے یونانی علوم میں بیش بہا اضافہ کیا۔ ستاروں کی فہرستیں اور ان کے نقشے تیار کئے۔ سطح زمین کے ایک درجے کو ناپ کر تمام کرہ ارض کا محیط دریافت کیا۔ مختلف قسم کی آبی شمسی گھڑیاں بنائیں۔ پنڈولم ایجاد کیا جس سے وقت ناپا جا سکے۔ فن طباعت ایجاد کیا اور فن طب میں انقلاب برپا کیا۔

حضور ﷺ کی پاکیزہ تعلیم نے عربوں کے دل میں علم کی وقعت اتنی جاگزیں کردی تھی کہ وہ علم و حکمت کو اپنی میراث سمجھتے تھے۔ جہاں کہیں سے بھی ان کو حکمت و دانش ملتی تھی اس کو حاصل کرتے تھے۔ سینکڑوں ہزاروں مسلم ماہرین علم نے بنی نوع انسان کے علم میں نہایت اہم اور جدید اضافے کئے ان نامور مصنفین کی تصنیفات پڑھ کر موجودہ زمانے کا ہر تعلیم یافتہ شخص ان کتابوں کو ایک امتیازی خصوصیت نوٹ کرتا ہے۔ وہ خصوصیت یہ ہے کہ ان میں کہیں بھی اسلامی عقائد کے ساتھ تضاد اور مخالفت نہیں پائی جاتی۔ کسی جگہ بھی اسلام اور سائنس کا ٹکراؤ نہیں ہوتا۔ ان نامور مسلم سائنسدانوں کے علم و فضیلت کی روشنی جب چار سُو پھیلی تو ان روشنیوں سے مسلم ممالک کے باہر دور دور ممالک میں یونیورسٹیاں قائم ہوئیں۔ عرب سائنس دانوں کے اثرات پیرس آکسفورڈ اٹلی اور مغربی یورپ تک جا پہنچے۔

آج کا غیر متعصب دانشور جب تخلیق کائنات اور تخلیقی اسرار و رموز پر غور کرتا ہے اور اس سوچ بچار اور تفکر کے ڈانڈے قرآن پاک سے ملاتا ہے تو یقینی اور حقیقی ایک ہی بات سامنے آتی ہے کہ سائنس انسان کی پیدائشی خاصیت ہے۔ حقیقت میں دانشور جب سائنس کے صحیح مقام کا تعین کرتا ہے تو وہ جان لیتا ہے کہ سائنس اور اصل تخلیق و تسخیر اور موت و حیات کی حقیقت اور اس کے تمام رازوں تک پہنچنے کا ایک یقینی ذریعہ ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ ہم نے آدم کو اپنی نیابت عطا کی اور اس کو سارے نام سکھا دیئے۔

نیابت سے مراد اللہ کے اپنے خصوصی اختیارات کا استعمال ہے۔ خصوصی اختیارات کا استعمال اسی وقت زیر بحث آتا ہے کہ جب اختیارات استعمال کرنے کے قواعد و ضوابط اور قوانین سے واقفیت حاصل ہو۔ اختیارات کے استعمال کے قوانین سے باخبر کرنے کے لئے آدم کو علم الاسماء سکھایا۔

اس سے مراد یہی ہے کہ آدم کو تسخیر کائنات کی سائنس سکھا دی گئی ہے تاکہ وہ اس خصوصی علم کے ذریعے کائنات پر اپنا تصرف قائم رکھ سکے۔

علمی اعتبار سے سائنس کا علم فطرت اور کائنات کا علم ہے۔ سائنس کا مقصد ہی یہ ہے کہ کائنات کے افراد اور ان افراد کے اجزائے ترکیبی کی تخلیق، ترکیب اور مقداروں کا پتہ چلے جو ایک ضابطے کے ساتھ متحرک ہیں اور یہ حرکت ہی کسی شئے کو زندہ رکھے ہوئے ہے۔ علمی طور سے سائنس کا

کام کائنات کی ساری قوتوں کو فتح کرنا زمین اور آسمان کے خزانوں سے استفادہ کرنا ہے۔ اللہ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے لوہا نازل کیا اس میں انسانوں کے لئے بے شمار فوائد رکھ دیئے۔

ہم جب سائنسی اعتبار سے لوہے کے اندر انسانی فوائد سے متعلق خصوصیات پر تفکر کرتے ہیں تو ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ آج کی سائنسی ایجاد میں کسی نہ کسی طرح لوہے کا وجود موجود ہے۔ ریل کی پٹری میں، ہوائی جہاز میں، لاسلکی نظام میں۔ ہر سائنسی ایجاد میں کسی نہ کسی طرح لوہے کا وجود اپنی اہمیت کا اظہار کر رہا ہے۔ اور اللہ کے ارشاد کے متعلق لوہے سے انسان کو بے شمار فوائد حاصل ہو رہے ہیں۔

ہم جب آدم سے اب تک شعوری زاویوں پر غور کرتے ہیں تو ہمیں یہ دیکھ کر اطمینان ہوتا ہے کہ انسانی زندگی کا ہر عمل ایک سائنس ہے اور یہ سائنسی عمل ہی انسان کی ساری ضروریات کا کفیل ہے۔ سارے انسانی پیشے صنعتیں، دستکاری، تعمیر، مشینیں سب ایک سائنسی عمل (تحقیق و ترقی) کا نتیجہ ہیں۔ قرآن پاک کے مطالعے سے ہمیں اس بات کا بھی بخوبی علم ہو جاتا ہے کہ عملی سائنس ہمیں مختلف اشیاء کے ذریعے پہنچی ہے مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کے ذریعے زراعت، حضرت نوح علیہ السلام کے ذریعے کشتی سازی، حضرت داؤد علیہ السلام کے ذریعے لوہے سے متعلق صنعت و حرفت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے طب جیسے سائنسی علوم اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے ذریعے لاسلکی نظام (Wireless System) نوعِ انسانی کو پہنچا ہے۔

ایک وقت تھا کہ یورپ علم کے میدان میں تہی دست تھا۔ پورے یورپ میں جہالت اور اندھیروں کے سوا کوئی نظر نہیں آتی تھی۔ مسلمان چونکہ اپنے نبی آخر الزماں ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا تھا۔ اس لئے وہ من حیث القوم ایک ممتاز قوم تھی اور جیسے جیسے وہ نبی آخر الزماں ﷺ کی تعلیمات فکر و تدبر تحقیق و ترقی اور علوم سے دور ہوتا گیا اسی مناسبت سے اس کی زندگی انفرادی طور پر اور من حیث القوم جہالت اور تاریکی میں ڈوبتی چلی گئی اور جس قوم نے علم کا حصول اور سائنسی ترقی کو اپنے لئے لازم قرار دے لیا وہ بلند اور سرفراز ہو گئی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے جو قوم اپنی حالت نہیں بدلتی اللہ تعالیٰ اس کی حالت تبدیل نہیں کرتا۔

ضرورت ہے کہ ہم ناخلف اور ناسعید اولاد کے زمرے سے نکل کر خلف اور سعادت مند اولاد بنیں اور اپنے اسلاف کے ورثے کو حاصل کریں تاکہ تاریکی کے گہرے غاروں سے ہمیں نجات مل جائے۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے کہ ایک ساعت کا تفکر ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔ علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت پر فرض ہے پس علم حاصل کرو اگرچہ چین میں ہو۔

مارچ 1986ء

نور الٰہی

عورتوں کو چاہئے کہ وہ دین کے احکام اور تہذیب سیکھیں۔ اسلامی اخلاق سے آراستہ ہوں۔ ہر ممکن کوشش کریں کہ وہ ایک اچھی بیوی اور اچھی ماں ثابت ہوں۔ خدا کی فرماں بردار بندی بن کر اپنے فرائض بہ حسن وخوبی انجام دیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''ایمان والو! اپنے آپ کو، اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔''

حضرت عمرؓ رات کے وقت خدا کے حضور حاضر ہوتے، پھر جب سحر کا وقت آتا تو اپنی رفیقۂ حیات کو جگاتے اور کہتے اٹھو اٹھو، نماز قائم کرو اور یہ آیت تلاوت فرماتے:

''اور اپنے گھر والوں کو نماز کی تاکید کیجئے اور خود بھی اس کے اوپر پابند رہئے۔''

خواتین کے لئے ضروری ہے کہ صفائی، سلیقہ اور آرائش وزیبائش کا پورا پورا اہتمام کریں۔ گھر کو صاف ستھرا رکھیں۔ گھر میں چیزوں کو سلیقے سے سجائیں اور سلیقے سے استعمال کریں۔ صاف ستھرا گھر، قرینے سے سجے ہوئے صاف ستھرے کمرے، پاک صاف باورچی خانہ، گھریلو کاموں میں سلیقہ اور سگھڑپن، بناؤ سنگھار کی ہوئی بیوی کی پاکیزہ مسکراہٹ سے نہ صرف گھریلو زندگی پیار و محبت اور خیر و برکت سے مالا مال ہوتی ہے بلکہ یہ خدا کو خوش کرنے کا بھی ایک ذریعہ ہے۔

ایک بار بیگم عثمان ابن مظعون سے حضرت عائشہؓ کی ملاقات ہوئی تو آپ نے دیکھا کہ بیگم عثمان نہایت سادے کپڑوں میں ہیں۔ اور کوئی بناؤ سنگار بھی نہیں کیا ہے۔ تو حضرت عائشہؓ کو بڑا تعجب ہوا اور ان سے پوچھا۔ ''بی بی! کیا عثمان کہیں سفر پر گئے ہوئے ہیں؟''

حضرت عائشہؓ کے اس تعجب سے اندازہ ہوتا ہے کہ سہاگنوں کا اپنے شوہروں کے لئے بناؤ سنگھار کرنا کیسا پسندیدہ عمل ہے۔

نور نبوت

بُردباری، تحمل اور حکمت کی روش یہ ہے کہ آدمی درگذر سے کام لے اور خدا پر بھروسہ رکھتے ہوئے اپنی بیوی کے ساتھ خوش دلی سے نباہ کرے۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ رب العزت اس عورت کے ذریعے مرد کو ایسی بھلائیوں سے نواز دے جن تک مرد کی پہنچ نہ ہو۔ دین دار عورت اپنے ایمان،

سیرت اور اخلاق کے باعث پورے خاندان کے لئے رحمت بن جاتی ہے۔اس کی ذات سے کوئی ایسی سعید روح وجود میں آسکتی ہے جو ایک عالم کے لئے مشعل راہ ہو۔اچھی اور نیک خُو بیوی مرد کی اصلاح حال کے لئے ایک مؤثر ذریعہ ہے۔بیوی خاوند کو جنت سے قریب کر دیتی ہے۔اس کی قسمت سے دنیا میں خدا مرد کو رزق اور خوش حالی سے نوازتا ہے۔

عورت کے کسی ظاہر عیب کو دیکھ کر بے صبری کے ساتھ ازدواجی تعلقات کو برباد نہ کیجئے بلکہ حکیمانہ طرز عمل سے آہستہ آہستہ گھر کی مکدر فضا کو زیادہ سے زیادہ خوشگوار بنایئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''اگر کسی شخص کی دو بیویاں ہیں اور اس نے ان کے ساتھ انصاف اور برابری کا سلوک نہ کیا تو قیامت کے روز وہ شخص اس حال میں آئے گا کہ اس کا آدھا دھڑ گر گیا ہو گا۔

خوش خلقی، نرم مزاجی کو پرکھنے کا اصل میدان گھریلو زندگی ہے۔گھر والوں سے ہر وقت واسطہ رہتا ہے اور گھر کی بے تکلف زندگی میں مزاج اور اخلاق کا ہر رخ سامنے آجاتا ہے۔اور یہ حقیقت ہے کہ وہی مومن اپنے ایمان میں کامل ہے جو گھر والوں کے ساتھ خوش اخلاقی، خندہ پیشانی اور مہربانی کا برتاؤ رکھے۔گھر والوں کی دل جوئی کرے اور پیار و محبت سے پیش آئے۔

ایک بار حج کے موقع پر حضرت صفیہؓ کا اونٹ بیٹھ گیا اور وہ سب سے پیچھے رہ گئیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ زار و قطار رو رہی ہیں۔آپ ﷺ رک گئے اور چادر کا پلو لے کر اپنے دست مبارک سے ان کے آنسو خشک کئے۔رسول اللہ ﷺ اپنی زوجہ محترمہ کے آنسو پونچھتے جاتے تھے اور وہ بے اختیار ہو کر رو رہی تھیں۔

جولائی 1986ء

نور الٰہی

نور نبوت

ظلم و بربریت اور فتنہ و فساد کی ہیئت ہو یا قدرتی غذائوں کی تباہ کاریوں کا خوف ہر حال میں بصیرت کے ساتھ اس کے اصل اسباب کا سراغ لگایئے اور سطحی تدبیروں پر وقت ضائع کرنے کی بجائے کتاب و سنت کے مطابق اپنی تمام صلاحیتوں کو کام میں لا کر صراط مستقیم پر قدم بڑھا دیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃالشوریٰ میں فرمایا ہے:

’’اور تم پر جو مصائب آتے ہیں وہ تمہارے ہی کرتوتوں کا نتیجہ ہیں اور خدا تو بہت خطائوں سے در گذر کرتا ہے۔‘‘

قرآن پاک نے اس کا علاج بھی بتایا ہے:

’’اور تم سب مل کر خدا کی طرف پلٹو، اے مومنو! تا کہ تم فلاح پائو۔‘‘

گناہوں کے ہیبت ناک اور دلدل میں پھنسی ہوئی امت جب اپنے گناہوں پر نادم ہو کر خدا کی طرف پھر جذبۂ بندگی کے ساتھ پلٹتی ہے اور انتہائے ندامت سے اپنے گناہوں کی گندگی دھو کر پھر خدا سے عہد وفا استوار کرتی ہے تو اس کیفیت کو قرآن توبہ کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے اور توبہ ہی ہر طرح کے فتنہ و فساد اور خوف و دہشت سے محفوظ ہونے کا حقیقی علاج ہے۔

حضور قلب کے ساتھ خدا کو یاد کیجئے، دل و دماغ، احساسات، جذبات، افکار و خیالات ہر چیز سے پوری طرح خدا کی طرف رجوع ہو کر یکسوئی اور دھیان کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کیجئے اور ساری زندگی کو تعلق اللہ کا نمونہ بنایئے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک سوکھی ٹہنی کو زور زور سے ہلایا۔ سب پتے ٹہنی ہلانے سے جھڑ گئے پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔ صلوٰۃ قائم کرنے والوں کے گناہ اسی طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح اس سوکھی ٹہنی کے پتے جھڑ گئے۔ اور اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

’’اور نماز قائم کرو دن کے دونوں کناروں پر اور کچھ رات گئے پر۔ بلاشبہ عمل خیر برائیوں کو مٹا دیتا ہے۔ یہ نصیحت ہے نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے۔‘‘

اللہ تعالیٰ کے ساتھ ربط قائم ہو جانے سے انسان کا دل مطمئن ہو جاتا ہے اور اس کے اوپر سکون کی بارش برستی رہتی ہے۔ روحانیت میں قیام صلوٰۃ کا ترجمہ ربط قائم کرنا ہے یعنی اپنے اللہ سے ہر حال اور ہر حرکت میں تعلق اور ربط قائم رکھا جائے۔ نماز کے ذریعے خدا سے قربت حاصل کیجئے۔ بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ اس کے حضور سجدہ کرتا ہے۔

دشمنوں کی فتنہ انگیزی اور ظلم و ستم سے گھبرا کر بے ہمت، بزدل اور پریشان ہو کر، بے رحموں کے سامنے سرنگوں ہو کر اپنے قومی وقار کو داغدار کرنا، دراصل احساس کمتری اور خود کو ذلیل کرنے کی علامت ہے اس کمزوری کا کھوج لگایئے کہ آپ کے دشمن میں آپ پر ستم ڈھانے اور آپ کے ملی تشخص کو پائمال کرنے کی جرأت کیوں ہوئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی دو وجہیں بتائی ہیں۔

۱۔ مسلمان دنیا سے محبت کرنے لگیں گے۔

۲۔ موت ان کے اوپر خوف بن کر چھا جائے گی۔

مسلمان کی تعریف یہ ہے کہ حالات کیسے بھی لرزہ خیز ہوں، وہ حق کی حمایت میں کبھی کوتاہی نہیں کرتا۔ شدید آزمائش میں بھی حق کا دامن نہیں چھوڑتا۔ کوئی موت سے ڈرائے تو وہ مسکرا دیتا ہے اور شہادت کا موقع آئے تو شوق و جذبے کے ساتھ اس کا استقبال کرتا ہے۔

ان اجتماعی امراض کے خلاف برابر جہاد کرتے رہیئے۔ سوسائٹی میں خوف و دہشت کی گھٹائیں چھا جاتی ہیں اور پھر دشمنوں کے تسلط سے قوم بے بس ہو کر رہ جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں جس قوم میں خیانت کا بازار گرم ہو جائے گا خدا اس قوم کے دلوں میں دشمن کا خوف اور دہشت بٹھا دے گا جس معاشرے میں ناپ تول میں کمی اور ملاوٹ کا رواج عام ہو جاتا ہے وہ ضرور قحط کا شکار ہو گی اور جہاں ناحق فیصلے ہوں گے وہاں لازماً خونریزی ہو گی۔ جو قوم بھی بدعہدی کرے گی اس پر بہر حال دشمن کا تسلط ہو کر رہے گا۔

خوف و دہشت کا غلبہ ہو جائے تو اصلاح نفس کے ساتھ ساتھ یہ دعا پڑھیئے انشاء اللہ ڈر اور خوف سے نجات مل جائے گی اور اطمینان قلب نصیب ہو گا۔

ایک شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! مجھ پر دہشت طاری رہتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ یہ دعا پڑھو۔ اس نے اس دعا کا ورد کیا خدا نے اس کے دل سے دہشت دور کر دی۔

سبحان اللہ الملک القدوس رب الملائکۃ والروح جللت السموات والارض بالعزۃ والجبروت۔

ترجمہ: ''پاک و برتر ہے اللہ! بادشاہ حقیقی، عیبوں سے پاک، اے فرشتوں اور جبرئیل کے پروردگار! تیرا ہی اقتدار اور دبدبہ آسمانوں اور زمین پر چھایا ہوا ہے۔''

اگر خدانخواستہ کسی خطہ میں مسلمان قوم دشمن کے نرغے میں پھنس جائے تو ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھنی چاہئے۔

اللّٰھم استر عوراتنا وامن روعاتنا

ترجمہ: ''خدایا! تو ہماری عزت وآبرو کی حفاظت کر اور خوف وہراس سے امن عطا فرما۔''

اگست 1986ء

نور الٰہی

نور نبوت

مادیت اور روحانیت پر فاعل مختار ایک ہی ہستی ہے اور وہ ہے الہ، مادیت میں ہم اللہ کے جاری قانون کا شب روز مشاہدہ کرتے ہیں جبکہ روحانیت میں حواس سے بلند تعقل و تفکر کارفرما ہوتا ہے۔

روحانیت میں وجدان عقل و شعور کو رہنما بناتے ہیں تو انسان کے سامنے اس کائنات کی حقیقت روشن ہو جاتی ہے۔

انسانی حواس میں سب سے پہلے بصیرت کام کرتی ہے اور اس طرح ہم سب سے پہلے اس کائنات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ مشاہدہ انسان کو دعوت فکر دیتا ہے اور اس طرح انسانی سوچ کا دھارا مڑتا ہے۔

یوں تو معمار کائنات نے جو کچھ بھی بنایا ہے اپنی مثال آپ ہے۔ خاکی زمین سے لے کر نیلے آسمان تک جو کچھ بھی ہے اگر اس پر غور و فکر کیا جائے تو یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ اللہ واحدہ کی احدیت میں ایک ہی قانون نافذ ہے اور وہ عبدیت ہے۔

اس زمین پر کہیں فلک بوس پہاڑ ہیں جن کی چوٹیوں پر برف جمی رہتی ہے اور کہیں سبزہ ہے جن کے درخت پھلوں اور پھولوں سے لدے ہوتے ہیں اور کہیں نہ پہاڑ ہیں اور نہ ہی سبزہ بلکہ ریت ہی ریت ہے۔

دنیا میں کوئی ایسا مصور، کوئی ایسا منظر نگار نہیں گزرا جس نے اس کرہ ارض پر واقع مناظر سے پہلو تہی کر کے کوئی نیا تصور پیش کیا ہو۔

یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اس دنیائے رنگ و بو کو اللہ تعالیٰ نے ایسے مناظر سے آراستہ کیا کہ انسان کسی سے بددل نہیں ہوتا۔ ان مناظر میں عبدیت کی وہ مہک شامل ہے جو انسان کی فطرت میں ازل سے قائم ہے۔

اللہ زمین سے آسمان تک ہے یعنی اس کا وجود تمام کائنات پر محیط ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان سے لے کر تمام جاندار اور نباتات و جمادات اس کی تسبیح میں مشغول ہیں۔ قرآن پاک کی سورہ انبیائ۔ سبا اور سورہ ص میں اس سلسلہ میں صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

ترجمہ: ''اور ہم نے پہاڑوں اور پرندوں کو تابع کر دیا ہے کہ وہ داؤد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور ہم ہی میں ایسا کرنے کی قدرت ہے اور بیشک ہم نے داؤد کو اپنی جانب سے فضیلت بخشی ہے (وہ یہ کہ ہم نے حکم دیا) اے پہاڑوں اور پرندو! تم داؤد کے ساتھ مل کر تسبیح اور پاکی بیان کرو۔''

ترجمہ: ''(سبا) بیشک ہم نے داؤد کے لئے پہاڑوں کو مسخر کر دیا ہے کہ اس کے ساتھ صبح و شام تسبیح کرتے ہیں اور پرندوں کے پرے کے پرے جمع ہوتے اور سب مل کر حمد و ثناء کرتے ہیں۔''

ان آیات پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ چرند و پرند اور پہاڑوں کی سبیح زبان حال سے ہے۔ گویا کائنات کی ہر شئے کا وجود اور اس کی ترکیب خدا کی خالقیت کی شاہد ہے اور یہی اس کی تسبیح و تمجید ہے۔

ایک اور جگہ قرآن پاک میں سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد ربانی ہے:

''آسمان اور زمین خدا کی تسبیح کرتے ہیں اور کائنات کی ہر شئے خدا کی تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کا فہم و ادراک نہیں رکھتے۔''

ان آیات میں دو باتیں قابل غور ہیں۔ اول یہ کہ کائنات کی ہر شئے تسبیح کرتی ہے، دوم یہ کہ جن و انس کی تسبیح سمجھنے کا فہم و ادراک نہیں رکھتے۔

اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین پر واقع ہر شئے جن میں حیوانات، نباتات و جمادات بھی شامل ہیں تسبیح کی نسبت فرمائی ہے اس پر دوسرے جملے کا اطلاق ہوتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جن و انس اس تسبیح کے فہم و ادراک سے قاصر ہیں اور یہ انسان ہی ہے جو اس قسم کی مشرکانہ گمراہی میں مبتلا ہو رہا ہے ورنہ ساتوں آسمان و زمین اور کائنات کی ہر شئے خدا کی پاکی بیان کرتی ہے اور شرک سے بیزاری کا اظہار کرتی ہے مگر انسان ان کی اس تسبیح کے فہم و ادراک سے قاصر ہے۔

بے شک اللہ بڑا بُردبار اور بخشنے والا ہے۔

ستمبر 1986ء

نور الٰہی

نور نبوت

نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرنا مسلمانوں کے لئے ذریعہ عظمت و نجات ہے۔ آپ کی تعلیم اس قدر کامل و مکمل ہے کہ اس سے صحت منداور لذیذ غذائوں تک علم حاصل کیا جا سکتا ہے اور ان کو استعمال کر کے ظاہری و مادی فائدے کے علاوہ سنت رسول ﷺ کی ادائیگی کا ثواب بھی نصیب ہو سکتا ہے۔ وہ مسلمان بڑا ہی خوش نصیب ہے جو کسی چیز کو اس لئے پسند کرے کہ وہ چیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھی۔ اس طرح اس چیز کا استعمال عبادت اور ذریعہ ثواب بن جاتا ہے۔

شہد: عربی میں شہد کی مکھی کو نحل کہتے ہیں۔ قرآن کریم کی ایک سورۃ کا نام نحل ہی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بے شمار نعمتوں میں سے کچھ کا ذکر کرتے ہوئے شہد کی مکھی اور شہد کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا ہے:

''اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کو حکم دیا کہ پہاڑوں میں گھر بنا اور درختوں اور چھتوں میں، پھر ہر قسم کے پھلوں میں سے کھا اور اپنے رب کی راہیں چل جو تیرے لئے نرم اور آسان ہیں اس کے پیٹ سے ایک چیز پینے کی رنگ برنگ نکلتی ہے جس میں لوگوں کے لئے تندرستی ہے۔ بے شک اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو غور کریں۔'' (آیت نمبر ۶۸۔۶۹)

قابل غور ہے یہ آیت کہ کس طرح ایک مکھی پھلوں اور پھولوں کا رس چوستی ہے اور جب وہ اس کے پیٹ میں رہ کر باہر آتا ہے تو میٹھا لذیذ بھی ہوتا ہے اور صحت بخش بھی۔ خدا کی پیدا کردہ اس لذیذ مفید نعمت کی اہمیت، افادیت اور لذت کا اندازہ نبی کریم ﷺ کے ارشاد سے مزید کیا جا سکتا ہے۔

علیکم بالشفائین العسل والقرآن

''دو چیزوں سے صحت حاصل کرو شہد اور قرآن کریم سے۔''

اس حدیث میں شہد کو صحت بخش ہونے کے ساتھ قرآن کریم کو بھی ذریعہ صحت فرمایا گیا کیونکہ شہد تو جسمانی امراض کو ختم کرنے اور جسم کو صحت یاب کرنے والی ایک غذا ہے اور قرآن کریم روحانی امراض کو ختم کرنے اور روح کو جلا بخشنے والی کتاب ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وننزل من القرآن ماھو شفاء ورحمۃ للمؤمنین (۱۷۔۱۸)

ہم اتارتے ہیں قرآن میں وہ چیز جو ایمان والوں کے لئے شفا اور صحت ورحمتہ المومنین ہے۔

حضور ابو سعید خدریؓ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ میرے بھائی کے پیٹ میں درد ہے یا اس نے کہا کہ میرے بھائی کو اسہال (دستوں) کی شکایت ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا:

اسقہ عسلاً (اسے شہد پلادو)

وہ شخص چلا گیا اور پھر واپس آکر عرض کرنے لگا کہ میں نے شہد پلایا لیکن کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے پھر شہد ہی پلانے کا حکم دیا۔ دو تین بار ایسا ہی ہوا۔ جب وہ چوتھی مرتبہ خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

صدق اللہ وکذب بطن اخیک

ترجمہ: ''اللہ نے سچ فرمایا اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے''۔

اس ارشاد کو سن کر وہ شخص گیا اور پھر شہد پلایا اور وہ صحت یاب ہو گیا۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق شہد کی افادیت پر کس قدر یقین تھا۔ مریض گھبرایا مگر آپ شہد ہی پلواتے رہے اور آخر کار اللہ کا ارشاد سچ ہوا اور مرض ختم ہو گیا۔ شہد کی یہ تاثیر آج بھی باقی ہے۔ شرط یہ ہے کہ شہد بھی اصلی ہو اور مسلمان بھی اصلی۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

من یلعق العسل ثلث عدداب فی کل شھر لم یصبہ عظیم من البلاء

''جو شخص ہر مہینے تین شہد چاٹ لے تو اسے کوئی بڑی تکلیف نہیں ہو گی۔''

یعنی شہد کا استعمال صحت کا ایک مستقل ذریعہ ہے اس حقیقت کو طبّی تحقیق نے بھی ثابت کیا اور اطبا نے تسلیم کیا کہ شہد بہت سی بیماریوں کی دوا ہے مثلاً جسم اور خاص طور پر پھیپھڑوں کیلئے قوت بخش ہے۔ قلب کیلئے فرحت بخش ہے۔ کھانسی دمہ اور ٹھنڈے ہونے والی بیماریوں کے لئے مفید ہے۔ لقوہ اور فالج کے لئے بھی بہت مفید ہے، خون کو صاف کرتا ہے اگر سرمہ کی طرح آنکھوں میں لگایا جائے تو آنکھوں کی بیماری سے بچاتا اور نظر کی حفاظت کرتا۔ غرض کہ بے شمار امراض کا علاج ہے۔

کھجور: کھجور ایک بہترین میوہ بھی ہے اور غذا بھی۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اس کا ذکر موجود ہے۔ سورہ رحمٰن کی دسویں آیت میں اس طرح ذکر فرمایا گیا۔

فیھا فاکھتہ والنخل ذات الاکمام

''اس میں میوے ہیں اور غلاف والی کھجوریں۔''

میوئوں کے تذکرے کے بعد خاص طور پر نخل (کھجور) کا ذکر اس کی افادیت واہمیت کو ظاہر کرتا ہے جس کی وضاحت نبی کریم ﷺ کے ان ارشادات سے ہوتی ہے۔

۱۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

من تصبح کل یوم مبع تمرات عجوۃ لم یضرہ فی ذالک الیوم سم ولا سحر

''جو شخص روزانہ صبح کے وقت سات عجوہ کھجوریں کھالیا کرے اسے اس دن زہر اور جادو سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔''

کھجور کی بہت سی قسمیں ہوتی ہیں ان میں سے ایک قسم عجوہ ہے جو درمیانہ سائز کی ہوتی ہے اور اس کا رنگ سیاہی مائل ہوتا ہے۔ یوں تو نبی کریم ﷺ نے ہر کھجور کو پسند فرمایا ہے لیکن عجوہ کی خاص طور پر افادیت بیان فرمائی اور اس کو بہت سے امراض کا علاج بتایا جیسا کہ اسی حدیث میں فرمایا گیا کہ جو روزانہ صبح سات عجوہ استعمال کرے وہ دن بھر زہر اور جادو کے اثرات سے بچا رہے گا۔ غور فرمایئے! زہر اور جادو کس قدر تکلیف دہ چیزیں ہیں اور اس کا علاج کتنا معمولی سا ہے۔ اس عجوہ کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا۔

۲۔ والعجرۃ من الجنۃ وھی شفاء من السم

''اور عجوہ جنت کا پھل ہے اس میں زہر سے شفا دینے کی تاثیر ہے۔

۳۔ حضرت سعیدؓ نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ میں بیمار ہو گیا تو نبی کریم ﷺ میری عیادت کو تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے میرے سینے پر اپنا نورانی ہاتھ رکھا، مجھے اس کی ٹھنڈک دل تک محسوس ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''تمہیں دل کی تکلیف ہے تم حارث بن کلیدہ ثقفی کے پاس جائو کیونکہ وہ طبیب ہے۔''

فلیا نخل سبع تمرات من عجوۃ المدینۃ فلیجا من بناتھن ثم لیارک

''اسے چاہئے کہ مدینہ کی عجوہ کھجور کے ساتھ دانے لے کر انہیں گٹھلیوں سمیت کوٹ لے اور تمہارے منہ میں ڈال دے۔''

اکتوبر 1986ء

نور الٰہی

نور نبوت

وسائل کی کمی، جنگ و جدل، ظلم و ستم و بربریت، فتنہ و فساد، قدرتی عذابوں کی تباہ کاریاں اور موت کے ان دیکھے شکنجوں میں مقید ہو کر دولت و حشمت دنیا سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جانے کی ہیبت یا روز بروز کے بڑھتے ہوئے سماجی اور سیاسی انفرادی اجتماعی مسائل کے خوف ہر صورت میں سطحی تدبیروں اور بے جا ہتھ کنڈوں میں وقت ضائع کئے بغیر ان کے اصل اسباب و وجوہات معلوم کر کے اپنی تمام تر روحانی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ان کے حل کے لئے صحیح خطوط پر قدم بڑھائیں۔ اس کو قرآن پاک میں صراط مستقیم کہا گیا ہے۔ جو یقیناً کامیابی کی راہ ہے۔

(اے اللہ! آپ) ہمیں سیدھی راہ دکھایئے۔ ان لوگوں کا راستہ جن کو آپ نے اپنے انعام سے نوازا۔ مغضوب اور معتوب لوگوں کے راستوں سے بچایئے۔'' (سورہ فاتحہ)

مخلوق کی استدعا کا جواب اللہ نے یوں دیا۔

''اور تم پر جو مصائب آتے ہیں وہ تمہارے ہی کرتوتوں کا نتیجہ ہیں اور خدا تو بہت خطائوں سے درگزر کرتا ہے۔'' (سورۃ الشوریٰ)

''اور تم سب مل کر خدا کی طرف پلٹو! اے مومنوں! تاکہ تم فلاح پائو۔''

اپنی ہی کرتوتوں کے ہیبت ناک دلدل اور اپنے ہی ہاتھوں سے بنائے ہوئے ان دیکھے شکنجوں میں مقید قوم یا فرد جب اپنے رب سے عہد وفا استوار کرتا ہے اور اپنے کرتوتوں پر نادم ہوتا ہے اور اپنی نااہلی کا اقرار کرتا ہے۔ اپنے رب کے آگے گڑگڑاتا ہے اور اتنا روتا ہے کہ آخر کار اس کی روح کا سارا نظام ساری کثافتوں سے دھل جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسی قوم یا ایسے فرد سے بہت خوش ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹنے کو قرآن پاک کی زبان میں توجہ کہا گیا ہے اور یہی توجہ (اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا ہے) یہی دین و دنیا کے تمام مسائل کے حل اور ہر قسم کے خوف و غم سے محفوظ رہنے کا واحد اور حقیقی علاج ہے۔

دل کی عمیق ترین گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ کی ذات کو پہچانیئے۔ دل و دماغ، احساسات و جذبات، افکار و قیادت اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ دوسری تمام صلاحیتوں کو مجتمع کر کے اپنے رب کی طرف یکسوئی اور دھیان سے متوجہ ہو جایئے۔ دوسروں کے لئے اپنی زندگی کو عشق و وفا کی چلتی پھرتی، منہ

بولتی تصویر اور نمونہ بنادیجئے بلاشبہ ایسے افراد کو اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کی صف میں شامل کر لیتا ہے۔ جس کا مشاہدہ روح کی آنکھیں اور روحانی لوگ کرتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ان مخصوص بندوں کا ایک سلسلہ ہے جس میں شامل ہونے کے بعد انسان کا دل، دماغ اور نفس مطمئن ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ایسے بندوں پر اپنے فضل و کرم سے اپنی رحمتوں برکتوں اور انوار و تجلیات کی بارش فرماتا ہے۔

آدمی اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہوتا ہے۔ اپنی پیشانی کو اپنے حقیقی معبود اور مالک کے سامنے جھکا دیتا ہے۔

دوسری اقوام کے سامنے سر کو جھکا کر نہ صرف خود کو ذلیل کرتا ہے بلکہ اپنے قومی وقار کو مجروح کرتا ہے۔

آیئے! اس کا سراغ لگائیں کہ وہ کون سے اسباب ہیں جنہوں نے دشمنوں کو آپ پر حاکم اور آپ کو ان کا محکوم اور غلام بنا دیا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی دو وجوہات بیان کی ہیں۔

۱۔ دنیا کی محبت

۲۔ مرنے کا خوف

ایک باہمت بہادر انسان (مسلمان) جس کا دل اپنے رب کی محبت میں سرشار ہے۔ کسی بھی حال میں حالات کے آگے سرنگوں نہیں ہوتا۔ دنیا کی محبت اسے دامنگیر نہیں ہوتی۔ اور موت کے کرخت وجود کو اپنے سامنے دیکھ کر وہ مسکراتا ہے۔ تاریخ میں ایسے بے شمار افراد کا تذکرہ ملتا ہے۔ جنہوں نے جام شہادت اس طرح ہنستے مسکراتے پی لیا جیسے کوئی شہد کا پیالہ ہو۔

یاد رکھیئے! ان اجتماعی کمزوریوں کا سدباب کریں۔ بزدلی اور احساس کمتری کا شکار ہو کر کسی بے بس پرندے کی طرح دشمنوں کے جال میں گرفتار نہ ہوں۔ دشمنوں کا خوف خیانت کے باعث پیدا ہوتا ہے۔ قحط ملاوٹ اور ناپ تول میں کمی کے باعث پڑتا ہے۔ جہاں ناحق فیصلے ہوں گے وہاں جھگڑا فتنہ و فساد، خون ریزی ضرور ہو گی۔ بدعہد قوم پر اس کے دشمن ہر حال میں اپنا تسلط جما لیتے ہیں۔ آیئے! ہم سب مل کر اپنا محاسبہ کریں اور دیکھیں کہ اس وقت ہم کہاں اور کس حال میں کھڑے ہیں اور فخر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمائے ہوئے الفاظ میں اس طرح اپنے رب کے حضور دعا کریں۔

ترجمہ: ''پاک و برتر ہے اللہ! بادشاہ حقیقی، عیبوں سے پاک۔ اے فرشتوں اور جبرائیل کے پروردگار! تیرا ہی رعب اور دبدبہ آسمانوں اور زمین پر چھایا ہوا ہے۔

خدایا! خدایا تو ہی ہماری عزت وآبرو کی حفاظت کر اور خوف وہراس سے امن عطا فرما۔"

نومبر 1986ء

نور الٰہی

نور نبوت

قیامت میں خدا فرمائے گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں جو صرف میرے لئے لوگوں سے محبت کیا کرتے تھے۔آج میں ان کو اپنے سائے میں جگہ دوں گا۔قیامت کے دن ایسے لوگوں کو جو قابل رشک، شان و شوکت حاصل ہوگی ان کے لئے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

’’خدا کے بندوں میں کچھ ایسے ہیں جو نبی اور شہید تو نہیں لیکن قیامت کے روز خدا ان کو ایسے مرتبوں پر سرفراز فرمائے گا کہ انبیاء اور شہداء بھی ان کے مرتبوں پر رشک کریں گے۔‘‘

صحابہ نے پوچھا۔وہ کون خوش نصیب ہوں گے یا رسول اللہ ﷺ؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

’’یہ وہ لوگ ہیں جو آپس میں ایک دوسرے سے محض خدا کے لئے محبت کرتے تھے، نہ یہ آپس میں رشتہ دار تھے اور نہ ان کے درمیان کوئی لین دین تھا۔خدا کی قسم! قیامت کے روز ان کے چہرے نور سے جگمگا رہے ہوں گے جب سارے لوگ خوف سے کانپ رہے ہوں گے تو انہیں کوئی خوف نہ ہوگا اور جب سارے لوگ غم میں مبتلا ہوں گے اس وقت انہیں قطعاً کوئی غم نہیں ہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

سنو! اللہ کے چاہنے والوں کے لئے نہ کسی بات کا خوف ہوگا اور نہ کسی قسم کا غم!‘‘

دوستی کے انتخاب میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ جن لوگوں سے آپ قلبی تعلق بڑھا رہے ہیں ان کی اخلاقی حالت کیسی ہے۔دوستوں کی صحبت میں بیٹھ کر وہی رجحانات اور خیالات پیدا ہوتے ہیں جو دوستوں میں کام کر رہے ہیں لہٰذا قلبی لگاؤ اسی سے بڑھانا چاہئے کہ جس کا ذوق، افکار و خیالات اور دوڑ دھوپ اسوۂ حسنہ کے مطابق ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست اور معاون ہیں۔''

دوستوں پر اعتماد کیجئے۔ انہیں افسردہ نہ کیجئے۔ ان کے درمیان ہشاش بشاش رہیئے۔ دوستی کی بنیاد خلوص، محبت اور رضائے الٰہی پر ہونی چاہئے نہ کہ ذاتی اغراض پر ایسا رویہ اپنایئے کہ دوست احباب آپ کے پاس بیٹھ کر مسرت، زندگی اور کشش محسوس کریں۔

حضور اکرم ﷺ نے دوستوں کی ملاقات کا ایمان افروز نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا:

''ایک شخص اپنے دوست سے جو کسی دوسری بستی میں تھا ملاقات کے لئے چلا۔ خدا نے اس کے راستے پر ایک فرشتے کو بٹھا دیا۔ فرشتے نے اس سے پوچھا۔ کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے جواب دیا۔ اس گائوں میں اپنے بھائی سے ملاقات کے لئے جا رہا ہوں۔ فرشتے نے کہا۔ کیا تمہارا اس پر کوئی حق نعمت ہے جو وصول کرنے جا رہے ہو؟ اس نے کہا۔ نہیں! بس صرف اس غرض سے اس کے پاس جا رہا ہوں کہ میں اس سے خدا کی خاطر محبت کرتا ہوں۔ فرشتے نے کہا۔ تو سنو! مجھے خدا نے تمہارے پاس بھیجا ہے اور یہ بشارت دی ہے کہ وہ بھی تجھ سے ایسی ہی محبت رکھتا ہے جیسی تو اس کی خاطر اپنے دوست سے رکھتا ہے۔''

حضور کا ایک اور ارشاد ہے کہ قیامت کے روز جب عرش الٰہی کے سوا کہیں کوئی سایہ نہ ہو گا، سات قسم کے افراد عرش الٰہی کے سائے میں ہوں گے۔ ان میں ایک قسم کے افراد وہ دو آدمی ہوں گے جو محض خدا کے لئے ایک دوسرے کے دوست ہوں گے۔ خدا کی محبت نے انہیں باہم جوڑا ہو گا اور اسی بنیاد پر وہ ایک دوسرے سے جدا ہوئے ہوں گے یعنی ان کی دوستی خدا کی خاطر ہو گی اور زندگی بھر وہ اس دوستی کو قائم رکھنے اور نبھانے کی کوشش کریں گے اور جب ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے جدا ہو کر دنیا سے رخصت ہو رہا ہو گا تو اسی حال میں کہ ان کی یہ دوستی قائم ہو گی اور اس دوستی کی حالت میں وہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہوں گے۔

ایک شب اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ سے فرمایا۔ مانگئے۔

آپ ﷺ نے دعا کی:

''خدایا! میں تجھ سے نیک کاموں کی توفیق چاہتا ہوں اور برے کاموں سے بچنے کی قوت چاہتا ہوں اور مسکینوں کی محبت چاہتا ہوں اور یہ کہ تو میری مغفرت فرما دے اور مجھ پر رحم فرمائے اور جب تو کسی قوم کو عذاب میں مبتلا کرنا چاہے تو مجھے اس حال میں اٹھا لے کہ میں اس سے محفوظ رہوں اور میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں اور اس شخص کی محبت کا سوال کرتا ہوں جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور اس عمل کی توفیق چاہتا ہوں جو تیرے قرب کا ذریعہ ہو۔''

دسمبر 1986ء

نور الٰہی

نور نبوت

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے کئی بار والدین کی اطاعت اور خدمت گزاری کی پر زور تلقین کی ہے۔ جب ہم والدین کے مقام پر غور کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ خالق نے والدین کو عظیم نعمت بنایا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ماں باپ قدرت کی تخلیق کے ایک کارکن ہیں اور عمل تخلیق میں ایک ذریعہ بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ماں باپ کو ذریعہ بنا کر کسی آدمی کو اس آب و گل کی دنیا میں پیدا فرماتے ہیں۔ یہی واسطہ اور ذریعہ وہ امر ہے جو والدین کی عزت اور تعظیم کا سبب بنتا ہے۔

ماں باپ اولاد کی تمنا کرتے ہیں اور پھر ماں مہینوں ایک نئی زندگی کو اپنے وجود میں پروان چڑھاتی ہے۔ نئی زندگی اس کے جسم کے اجزاء سے نشوونما پاتی ہے اور اس طرح اس کے جسم کا ایک حصہ ہوتی ہے۔ پھر پیدائش کے بعد بھی اولاد اور ماں کا رشتہ نہیں ٹوٹتا۔ اور ماں ہر وقت اولاد کی خدمت گزاری پر کمربستہ رہتی ہے۔ خود رات دن تکلیفیں اٹھاتی ہے لیکن اولاد کے آرام و آسائش میں کمی نہیں آنے دیتی۔ اولاد کو ذرا سی تکلیف میں دیکھتی ہے تو بے چین ہو جاتی ہے اور اس کا تدارک کرتی ہے۔ دوسری طرف باپ رزق کے حصول کے لئے صبح سے نکلتا ہے اور شام کو گھر میں داخل ہوتا ہے۔ اپنی پوری توانائی سے اولاد کے سامان خورد و نوش کا انتظام کرتا ہے۔

یہی وہ عظیم احسانات ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کئی جگہ حقوق اللہ کے فوراً ہی بعد حقوق والدین کا تذکرہ فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور آپ ﷺ کے رب نے فیصلہ فرمادیا ہے کہ تم خدا کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔''

ان تمام باتوں کے پیش نظر والدین کے آگے فرماں برداری، احترام اور محبت کو ہمیشہ ملحوظ رکھیئے اور کوئی ایسی بات نہ ہونے دیجئے جو انہیں ناگوار گزرے۔ یا جس سے ان کے جذبات کو ٹھیس پہنچے۔ بڑھاپے کی عمر ایک ایسا زمانہ ہوتا ہے جب آدمی کو اپنی ناتوانی کا احساس ہونے لگتا ہے اور معمولی سی بات بھی محسوس ہونے لگتی ہے۔ والدین کی خدمت گزاری میں کوئی کسر باقی نہ رہنے دیجئے۔ کوئی بات ایسی نہ ہو جو ان کے لئے ناگواری کا سبب بن جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں تو تم ان کو اُف تک نہ کہو اور نہ انہیں جھڑ کیاں دو۔''

حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں ایک شخص حاضر ہوا اور اپنے باپ کی شکایت کرنے لگا۔ اس نے کہا کہ وہ جب چاہتے ہیں میرا مال لے لیتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے اس شخص کے باپ کو بلوایا۔ لاٹھی ٹیکتا ہوا ایک ضعیف شخص حاضر ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے اس بابت پوچھا تو اس نے کہا۔

اے اللہ کے رسول ﷺ! ایک زمانہ تھا جب یہ کمزور اور بے بس تھا۔ مجھ میں طاقت تھی میں مال دار تھا اور یہ خالی ہاتھ تھا۔ میں نے کبھی اس کو اپنی چیز لینے سے نہیں روکا۔ آج میں کمزور ہوں اور یہ تندرست اور طاقت ور ہے۔ میں خالی ہاتھ ہوں اور یہ مال دار ہے۔ اب یہ اپنا مال مجھ سے بچا بچا کر رکھتا ہے۔

رحمت اللعالمین ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ بوڑھے کے بیٹے سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ ''تُو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔''

حقوق انسانی کے مبلغ اعظم محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں باپ کے حقوق کو مختلف مواقع پر مختلف پیرائے میں بیان کر کے اس کی اہمیت اور عظمت کو مکمل طور پر واضح کر دیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''خدا کی خوشنودی والد کی خوشنودی میں ہے اور خدا کی ناراضی والد کی ناراضی میں ہے۔''

ایک شخص نے رسول کریم ﷺ نے پوچھا۔ یا رسول اللہ ﷺ! ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے؟

ارشاد ہوا۔ ''ماں باپ ہی تمہاری جنت اور ماں باپ ہی دوزخ۔''

اگرچہ حضور اکرم ﷺ بہت چھوٹی عمر میں یتیم ہو گئے تھے لیکن اپنی رضاعی ماں کے ساتھ بھی آپ ﷺ نہایت تعظیم و اکرام کے ساتھ پیش آتے تھے۔ حضرت ابو طفیلؓ کہتے ہیں کہ میں نے جعرانہ کے مقام پر نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ گوشت تقسیم فرما رہے ہیں۔ اتنے میں ایک خاتون آئیں اور نبی ﷺ کے بالکل قریب پہنچ گئیں۔ آپ ﷺ نے فوراً اپنی چادر بچھا دی اور وہ صاحبہ اس پر بیٹھ گئیں۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ محترمہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ نبی اکرم ﷺ کی وہ ماں ہیں جنہوں نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔

والدین میں ماں کو جو امتیازی حیثیت حاصل ہے نبی اکرم ﷺ نے اس کو بھی واضح کیا ہے اور ماں کی خدمت کی پُر زور تلقین فرمائی ہے۔

جنوری 1987ء

نور الٰہی

نور نبوت

جس شخص کی روح میں فطری طور پر انسلاخ واقع ہوتا ہے اس کو لطائف کے رنگین کرنے کی جدوجہد میں کوئی خاص کام نہیں کرنا پڑتا یعنی کسی خاص واقعہ یا حادثہ کے تحت جو محض ذہنی فکر کی حدود میں رونما ہوا ہے، اس کے باطن میں توحید افعال منکشف ہو جاتی ہے۔ وہ ظاہری اور باطنی طور پر کسی علامت کے ذریعے یا کوئی نشانی دیکھ کر یہ سمجھ جاتا ہے کہ پس پردہ نور غیب میں ایک تحقیق موجود ہے اور اس تحقیق کے اشارے پر عالم مخفی کی دنیا کام کر رہی ہے اور اس عالم مخفی کے اعمال و حرکات و سکنات کا سایہ یہ کائنات ہے۔ قرآن پاک میں جہاں اس کا تذکرہ ہے کہ اللہ اسے اُچک لیتا ہے وہ اس ہی کی طرف اشارہ ہے۔

ذات باری تعالیٰ سے نوع انسانی یا نوع اجنہ کا ربط دو طرح پر ہے۔ ایک طرح جذب کہلاتی ہے اور دوسری طرح علم۔ صحابہ کرامؓ کے دور میں اور قرون اُولیٰ میں جن لوگوں کو مرتبۂ احسان حاصل تھا ان کے لطائف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت سے رنگین تھے۔ انہیں ان دونوں قسم کے ربط کا زیادہ علم نہیں تھا۔ ان کی توجہ زیادہ تر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق غور و فکر میں صرف ہوتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے روحانی قدروں کے جائزے زیادہ نہیں لئے کیونکہ ان کی روحانی تشنگی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقوال پر توجہ صرف کرنے سے رفع ہو جاتی تھی۔ ان کو احادیث میں بہت زیادہ شغف تھا۔ اس انہاک کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں کے ذہن میں احادیث کی صحیح ادبیت، ٹھیک مفہوم اور پوری گہرائیاں موجود تھیں۔ احادیث پڑھنے کے بعد اور احادیث سننے کے بعد وہ احادیث کے انوار سے پورا استفادہ کرتے تھے۔ اس طرح انہیں الفاظ کے نوری تمثلات کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔

وہ الفاظ کے نوری تمثلات سے بغیر کسی تعلیم اور بغیر کسی کوشش کے روشناس تھے۔

جب مجھے عالم بالا کی طرف رجوع کرنے کے مواقع حاصل ہوئے تو میں نے یہ دیکھا کہ صحابہ کرامؓ کی ارواح میں ان کے ''عین'' قرآن پاک کے انوار اور احادیث کے انوار یعنی نور قدس اور نور نبوت سے لبریز ہیں۔ جس سے میں نے اندازہ لگایا کہ ان کو لطائف کے رنگین کرنے میں جدوجہد نہیں کرنا پڑتی تھی۔ اس دور میں روحانی قدروں کا ذکر و فکر نہ ہونا اور اس قسم کی چیزوں کا تذکرہ میں نہ پایا جانا غالباً اس ہی وجہ سے ہے۔ البتہ تبع تابعین

کے بعد لوگوں کے دلوں سے قرآن پاک کے انوار اور احادیث کے انوار معدوم ہونے لگے۔ اس دور میں لوگوں نے ان چیزوں کی تشنگی محسوس کر کے وصول الی اللہ کے ذرائع تلاش کئے۔

چنانچہ شیخ نجم الدینؒ اور ان کے شاگرد مثلاً شیخ شہاب الدین سہر وردیؒ، خواجہ معین الدین چشتیؒ ایسے لوگ تھے جنہوں نے قرب نوافل کے ذریعے وصول الی اللہ کی طرزوں میں لاشمار اختراعات کیں اور طرح طرح کے اذکار و اشغال کی ابتدا کی۔ یہ چیزیں شیخ حسن بصریؒ کے دور میں نہیں ملتیں۔ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے وہ ربط تلاش کیا جس کو علمی ربط کہا جا سکتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات کے جاننے میں ان لوگوں نے انہماک حاصل کیا اور پھر ذات کو سمجھنے کی قدریں قائم کیں۔

از ''لوح و قلم'' تصنیف قلندر بابا اولیاءؒ

فروری 1987ء

نور الٰہی

نور نبوت

اللہ رب العالمین کے دوست رحمت اللعالمین (ہمارے خون کا ایک ایک قطرہ ان پر نثار ہو) سعی پیہم اور جہد مسلسل، توجہ خالص، ذہنی یکسوئی اور یقین و عمل کا مجسمہ تھے۔ جب عبادت کی طرف رجوع ہوتے تو اپنی ساری توجہ اسی طرف مرتکز کر دیتے اور جب کسی کام کا ارادہ فرماتے تو اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے بغیر چین سے نہ بیٹھتے۔ جب آپ ﷺ کسی سے گفتگو فرماتے تو اپنا سارا دھیان مخاطب کی طرف مرکوز کر دیتے، جب تک خود مخاطب گفتگو ختم نہ کرتا، آپ ﷺ اس سے گفتگو فرماتے رہتے۔

نماز آپ ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور قلب کے لئے طمانیت تھی۔ آپ ﷺ ان عبادت گزاروں میں نہیں تھے جو رہبانیت اختیار کر کے گوشہ نشین ہو جاتے ہیں۔ حقوق العباد پورے کرنے کا حد درجہ اہتمام فرماتے تھے۔ روحانی واردات و کیفیات کی لذت سے سرشار ہو کر دنیا کی لذتوں کو خیر باد نہیں کیا۔ دنیا کے تمام امور انجام دہی اور زندگی کی دیگر ضروریات و علائق سے وابستہ ہو کر دینی فرائض اور بالخصوص انتہا درجے کی عبادت کرتے تھے۔

ایک طرف ہمارے پیارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل و عیال، خاندان اور مسکینوں کی تربیت و سرپرستی کرتے تھے تو دوسری جانب امت کے اہم امور انجام دیتے تھے۔ سیاسی و حکومتی ذمے داریاں بھی پوری فرماتے تھے۔ بادشاہوں کے پاس اپنے سفیر روانہ کرتے اور انہیں اسلام میں داخل ہونے کی دعوت تھے۔

الغرض آپ ﷺ نے ہر شعبۂ حیات میں جو مثالی کردار پیش کیا ہے وہ بلاشبہ تاریخ عالم میں ایک سنہرا باب ہے۔

تین اشخاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آئے اور آپ کی ازواج مطہرات ؓ سے آپ ﷺ کی عبادت کا حال پوچھا۔ جب انہوں نے آپ ﷺ کی عبادت کے بارے میں بتایا تو ان میں سے ایک نے کہا۔

"میں ہمیشہ رات بھر نمازیں پڑھتا رہوں گا۔" دوسرے نے کہا۔ "میں ہمیشہ روزے رکھا کروں گا اور افطار نہ کروں گا۔" تیسرے نے کہا۔ "میں کبھی شادی نہ کروں گا۔"

اللہ پاک کے محبوب ﷺ تشریف لائے اور فرمایا:

''کیا تم لوگوں نے ایسا کہا ہے؟

سنو! قسم اللہ کی میں تم سے زیادہ اللہ کا احترام کرتا ہوں۔ لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں۔ نماز بھی قائم کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور شادی بھی کرتا ہوں۔ جو شخص میرے طرز عمل سے روگردانی کرے گا وہ میری امت سے نہیں۔''

یہی وہ میانہ روی اور اعتدال کے ساتھ زندگی کی روش ہے جس پر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں قائم رہنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ خیال رہتا تھا کہ لوگ کہیں اعتدال کی راہ سے نہ ہٹ جائیں۔ جس طرح آپ ﷺ دنیاوی امور انجام دیتے اور شجاعت و بہادری کے جوہر دکھانے میں لاثانی تھے اسی طرح آپ ﷺ کی عبادت اور اطاعت خداوندی بے مثال تھی۔

ارشاد خداوندی ہے:

''اے کپڑوں میں لپٹنے والے! رات کو کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی سی رات، کبھی نصف رات یا اس نصف سے کسی قدر کم کر دیا کرو یا نصف سے کچھ بڑھا دو۔ اور قرآن کو خوب صاف صاف پڑھو۔ ہم تم پر ایک بھاری کام ڈالنے کو ہیں۔ بے شک رات کے اٹھنے میں دل اور زبان کا خوب میل ہوتا ہے اور بات خوب ٹھیک نکلتی ہے۔''

عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''خدا کو داؤد علیہ السلام کی نماز سب سے زیادہ پیاری تھی۔ اور ان کا روزہ تمام اعمال سے زیادہ عزیز تھا۔ آپ نصف رات سوتے اور باقی تیسرے حصے میں عبادت کے لئے کھڑے ہو جاتے اور پھر چوتھے حصے میں سوتے۔ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے۔

آنحضور ﷺ نے ہر چیز میں اعتدال پسندی اور میانہ روی کے جو اوامر و احکام نافذ کئے وہ تمام صحابہؓ کے دلوں میں سرایت کر گئے۔ انہوں نے اپنے رہبر اعظم کے مقصد کو پہچان لیا اور انہی قوانین و اصول پر کاربند رہے۔

ایک مرتبہ حضرت سلمان فارسیؓ ابودرداؓ کے گھر آئے۔ یہ وہ اشخاص تھے جن کے درمیان آنحضرت ﷺ نے مدینے میں ہمدردی اور بھائی چارہ پیدا کر دیا تھا۔ سلمانؓ نے دیکھا کہ ابودرداؓ کی بیوی غمزدہ بیٹھی ہوئی ہیں۔ انہوں نے اس کا سبب دریافت کیا۔ ان کی بیوی نے جواب دیا۔ آپ کے بھائی ابودرداء کو دنیا سے کوئی سروکار نہیں رہا ہے۔ اتنے میں ابودرداء بھی آ پہنچے۔ انہوں نے اپنے بھائی کے لئے دستر خوان چنا اور کہنے لگے آپ تناول فرمائیے۔ میں روزے سے ہوں۔ سلمانؓ نے کہا۔ میں تمہارے بغیر نہیں کھاؤں گا۔

چنانچہ یہ سن کر وہ بھی ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گئے۔ جب رات ہوئی تو ابو درداء نے جانے کا قصد کیا۔ انہوں نے کہا سو جایئے تو وہ سو گئے۔ کچھ دیر بعد اٹھ گئے اور جانے کا ارادہ کیا۔ پھر انہوں نے کہا سو جایئے۔ جب رات کا آخری حصہ آپہنچا تو سلمانؓ نے کہا۔ تم پر اپنے پرور دگار کا حق ہے۔ اپنے نفس کا حق ہے اور اپنے گھر بار والوں کا حق ہے۔ تم ہر حقدار کا حق ادا کرو۔ اس کے بعد سلمانؓ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ ماجرا بیان کیا آپ ﷺ نے سن کر فرمایا۔ ''سلمان نے سچ کہا ہے۔''

مارچ 1987ء

نور الٰہی

نور نبوت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی نشیب وفراز کا ایک عجیب مرقع ہے...آپ ﷺ ولادت سے پہلے یتیم ہو گئے۔ابھی صحیح طرح شعور کی نشوونما بھی نہیں ہوئی تھی کہ ماں کو موت نے چھین لیا۔ماں کی جدائی کو ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ دادا کا سایۂ شفقت بھی سر سے اٹھ گیا۔جوان ہوئے تو ناداری رفیق سفر رہی مگر جواں ہمت کبھی مایوس نہیں ہوئی۔قدم آگے اور آگے بڑھتے رہے۔اور ایک دن ایسا آیا کہ ظاہری دولت قدموں میں ڈھیر ہو گئی۔ظاہری دنیا کی کوئی ایک ایسی زندگی باقی نہیں رہی جس سے آپ ﷺ نہ گزرے ہوں۔زندگی کے اتار چڑھائو سے جب آپ صلی اللہ علیہ و سلم کا شعور بالغ اور تجربہ کار ہو گیا تو خالق کون و مکاں کی طرف سے چالیس سال کی عمر میں خلوت نبوت عطا ہوئی لیکن اس کے ساتھ ہی ہر چار طرف سے دشمنی کا ایک باب کھل گیا۔یہ دشمنی یہاں تک بڑھی کہ دس برس پریشانی کے حال میں گزرے۔قصور کیا تھا؟...اللہ کا حبیب ﷺ یہ نہیں چاہتا تھا کہ نوع انسانی بت پرستی اور شرک کی پاداش میں دوزخ کا ایندھن بنے۔اس کے صلہ میں قوم نے انہیں ایسے مسائل سے دوچار کر دیا کہ دس برس کی بے شمار تکلیفوں اور مصیبتوں کے بعد عزیزوں کی مخالفت نے وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔

حضور پاک ﷺ کی استقامت اور صبر قدرت کو پسند آیا تو زمانے نے رنگ بدلا اور صدائے لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کی صدائوں نے حدود عرب سے نکل کر قیصر و کسریٰ کے ایوانوں میں غلغلہ ڈال دیا لیکن...آپ ﷺ جس طرح بچپن میں بکریاں چرایا کرتے تھے اسی طرح نبوت اور سلطنت مل جانے کے بعد بھی سادہ زندگی بسر کی۔ہمیشہ اپنا کام اپنے ہاتھوں سے کیا۔خود کو کبھی اوروں سے ممتاز نہیں کیا۔جیسے اور لوگ اپنے گھروں میں کام کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خود اپنا کام کرتے تھے،خود ہی بکری کا دودھ دوہتے تھے،خود ہی اپنے کپڑے سیتے تھے،خود ہی جوتیاں گانٹھ لیتے تھے۔مدینہ منورہ میں جب مسجد نبوی کی تعمیر ہو رہی تھی تو آپ ﷺ بہ نفس نفیس سب کاموں میں شریک تھے۔یہاں تک کہ مزدور کی طرح آپ ﷺ اینٹیں اٹھا اٹھا کر لاتے تھے...ملبوسات میں سادگی کا یہ عالم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس قمیض،چادر اور تہبند اور عمامہ تھا۔یہ سب چیزیں بالعموم معمولی قسم کے سوتی کپڑے کی ہوتی تھیں...مگر یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ یہ فقیرانہ زندگی بے نوائی اور تنگدستی کی وجہ سے نہیں تھی۔نہ رہبانیت اور گوشہ نشینی اور دنیا سے بے تعلقی کی وجہ سے تھے بلکہ یہ سب اس لئے تھا کہ امت کیلئے مثال قائم ہو جائے...سب کچھ ہوتے ہوئے بھی سادہ زندگی گزارنے میں عافیت اور سکون ہے۔

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ لوگوں نے آپ ﷺ سے کہا کہ مشرکین کیلئے بددعا کیجئے۔آپ ﷺ نے فرمایا۔"میں بُرا چاہنے کے لئے نہیں آیا، مجھے اللہ تعالیٰ نے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔" آپ ﷺ کا اخلاق حسنہ یہ تھا کہ مدینہ میں لوگ اکثر صبح ہی پانی لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے تھے تا کہ آپ ﷺ اس میں برکت کے لئے ہاتھ ڈال دیں۔ کتنی ہی زیادہ سردی کیوں نہ ہو۔آپ ﷺ لوگوں کو مایوس نہیں فرماتے تھے اور پانی میں ہاتھ ڈال دیتے تھے۔اگر کسی کنیز کو بھی کچھ ضرورت ہوتی تو آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر جہاں چاہتی لے جاتی اور آپ ﷺ کبھی جانے میں تعامل نہیں فرماتے تھے۔

آپ ﷺ کی شادی عین جوانی میں حضرت خدیجہؓ سے ہوئی۔ حضرت خدیجہؓ عمر میں آپ ﷺ سے پندرہ سال بڑی تھیں لیکن پچیس برس کا ساتھ حسن معاشرت کا ایک بے مثل نمونہ ہے۔اس تمام مدت میں کوئی بات ایسی پیش نہیں آئی جو ذرا دیر کے لئے بھی کسی قسم کی رنجش کا باعث بنتی۔جب آپ ﷺ قربانی فرماتے تو سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ مرحومہ کے ملنے جلنے والی عورتوں کے ہاں حصہ بھجواتے۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد بھی ان کا ذکر ایسی دلی محبت سے فرمایا کرتے تھے کہ حضرت عائشہؓ کو شک ہونے لگتا تھا۔حالانکہ حضرت عائشہؓ ازواج مطہرہ میں سب سے زیادہ محبوب اور منظور نظر تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں سے بہت پیار کرتے تھے...چونکہ اس زمانے میں لڑکیوں کو حقارت سے دیکھا جاتا تھا۔آپ ﷺ اپنی نواسی نبت زینب کو گود میں لے کر کاندھے پر بٹھا کر نماز قائم فرماتے تھے۔جب رکوع میں جاتے تو ایک طرف بٹھا دیتے تھے اور جب قیام فرماتے اٹھا کر گود میں بٹھا لیتے تھے۔

انسؓ کہتے ہیں...آپ صلی اللہ علیہ وسلم،ان کے چھوٹے بھائی ابو عمیر کے ساتھ کھیلا کرتے تھے۔ابو عمیر نے ایک بلبل پال رکھی تھی اور اس سے اسے بہت محبت تھی۔آپ ﷺ اس سے فرمایا کرتے تھے۔"اے عمیر! بلبل کیسی ہے؟...اس کا کیا حال ہے؟"

ام خالد بنت خالد کہتی ہیں کہ ایک دن میں اپنے والد کے ساتھ جناب رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔میں اس وقت زرد قمیض پہنے ہوئے تھی۔آپ ﷺ نے دیکھ کر فرمایا۔"یہ بہت اچھی ہے،بہت اچھی ہے۔" پھر میں آپ ﷺ کی پشت میں جا کر مہر نبوت سے کھیلنے لگی۔میرے والد نے مجھے ڈانٹا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے والد سے فرمایا۔"اسے کھیلنے دو۔"

آپ ﷺ جب مکہ تشریف لائے تو عبدالمطلب کے بچے آپ ﷺ کے استقبال کے لئے بھاگے ہوئے آئے۔آپ ﷺ نے نہایت شفقت سے ان میں سے ایک کو اپنے آگے اور دوسرے کو اپنے پیچھے سوار کر لیا۔

آپ ﷺ کی ہر ایک بات،ہر ایک کام اور ہر ایک تعلق اللہ تعالیٰ کے اس اعلان کی مجسم تصدیق اور ثبوت تھا:

"اور ہم نے تجھے تمام دنیا والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

اپریل1987ء

نور الٰہی

نور نبوت

انسان جب کسی شعبۂ حیات میں قدم رکھتا ہے تو اس کی فطری خواہش یہ ہوتی ہے کہ اس نے زندگی کے جس شعبے کو اختیار کیا ہے اس سے صحیح لطف اٹھانے اور زندگی کو صحیح طرح گزارنے کے لئے اس کے سامنے کوئی اچھا نمونہ ہو۔ وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ قدم قدم پر پیش آنے والے مسائل کو اپنے اسلاف کے تجربوں سے حل کرے اور ان تجربوں کی روشنی میں اپنی زندگی کو بہتر سے بہتر بنا سکے۔

ہمارا اللہ۔ ہمارا سب سے بڑا بزرگ، سب سے بڑا دوس اور سب سے بڑا ہمدرد ہے۔ اللہ نے ہماری زندگی کو سنوارنے کے لئے پہلے تو قوانین بنائے اور پھر ان قوانین کو اپنے پیغمبروں کے ذریعے ہم تک پہنچایا۔ یہ سارے قانون ایسے ہیں کہ اس میں اللہ کی کوئی ضرورت، کوئی حاجت، کوئی ذاتی منفعت نہیں ہے۔ سارے قوانین ہماری بھلائی کے لئے ہین۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں نے جب نوع انسانی کو اچھی طرح برائی اور بھلائی کے تصور سے آگاہ کر دیا تو اللہ نے ہمارے دوست اللہ نے اس قانون کو آخری شکل دے کر سیل بند کر دیا تاکہ آئندہ اس میں کوئی رخنہ دراندازنہ ہو......ہمارا دوست اللہ رب العالمین ہے اور اللہ کے دوست رحمت اللعالمین ﷺ ہیں۔ رب العالمین کے دوست رحمت اللعالمین ﷺ نے جو قانون میں تحریف کی تھی اس کے پیش نظر نوع انسانی کے لئے ایک ضابطۂ حیات بنایا اور اس ضابطے کو اپنی زندگی کے ایک ایک شعبے پر نافذ کر کے نوع انسانی کے لئے مثال پیش کی۔

اللہ رب العالمین کے دوست رحمت اللعالمین ﷺ حضرت محمد ﷺ بن عبداللہ ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ان تمام امور سے تعبیر ہے جس سے نوع انسانی قیامت تک گزرتی رہے گی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی آپ ﷺ کی سیرت ہے۔ سرور عالم کی سیرت کا کمال یہ ہے کہ وہ بیک وقت زندگی کے تمام شعبوں میں انسان کی رہنمائی کرتی ہے۔ آپ ﷺ کی حیاطیبہ کسی خاص جماعت، کسی خاص قوم، کسی خاص ملک اور کسی خاص زمانے کے لئے نہیں تھی اور نہ ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی، آپ ﷺ کی سیرت رب العالمین کے بنائے ہوئے سارے عالمین کے لئے ہے... دنیا کا ہر فرد اپنی حیثیت کے مطابق آپ ﷺ کی منور زندگی کی روشنی میں اپنی زندگی بہتر بنا سکتا ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی میں ادب واخلاق، معاشرت اور معیشت، حسن اخلاق، عدل اور ایفائے عہد کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جو ہمیں آپ ﷺ کی حیات میں نہ ملتا ہو۔

تجارت: ایک تاجر کاروباری انسان کی زندگی کا سب سے بڑا وصف یہ ہے کہ وہ حسن معاملہ کا خوگر ہو اور ایفائے عہد کا پابند ہو اور اس کے اندر حوصلہ ہو۔ اگر کسی تاجر کی زندگی میں یہ تینوں وصف نہ ہوں تو وہ کبھی اچھا تاجر نہیں بن سکتا۔

ایفائے عہد: ایک صحابی بیان فرماتے ہیں کہ نبوت سے پہلے میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تجارتی معاملہ کیا تھا۔ ابھی وہ معاملہ پورے طور پر طے نہیں ہوا تھا کہ میں کسی ضرورت سے یہ وعدہ کر کے چلا آیا کہ میں ابھی آتا ہوں۔ اتفاقاً ایک لمبے وقفے کے بعد جب مجھے اپنا وعدہ یاد آیا تو میں اس جگہ پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ میرا انتظار فرما رہے ہیں۔ میری اس پیمان شکنی اور لاپرواہی پر بغیر کسی ناراضگی کے ارشاد فرمایا، تم نے مجھے بہت زحمت دی میں بہت دیر سے تمہارا منتظر ہوں۔

عدل وانصاف: مکہ فتح ہونے کے بعد عرب میں صرف طائف باقی رہ گیا تھا جو فتح نہیں ہوا تھا۔ مسلمان بیس روز تک طائف کا محاصرہ کئے ہوئے پڑے رہے مگر طائف فتح نہیں ہوا۔ اور مسلمانوں کو محاصرہ اٹھالینا پڑا... صخر ایک رئیس تھا، اس نے طائف والوں کو اتنا مجبور کیا کہ وہ صلح پر آمادہ ہو گئے۔ صخر نے اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی۔ جب طائف اسلام کے ماتحت آگیا تو مغیرہ بن شعبہ جو طائف کے رہنے والے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں آپ ﷺ سے انصاف چاہتا ہوں۔ صخر نے میری پھوپھی پر قبضہ کر لیا ہے۔ میری پھوپھی صخر سے واپس دلائی جائے۔ اس کے بعد بنو سلیم آئے اور انہوں نے کہا کہ صخر نے ہمارے چشموں پر قبضہ کر رکھا ہے۔ ہمارے چشموں کو واپس دلایا جائے... آپ ﷺ نے فرمایا۔ اگرچہ صخر نے ہمارے اوپر احسان کیا ہے لیکن احسان کے مقابلے میں انصاف کا دامن کبھی نہیں چھوٹنا چاہئے... اسی وقت آپ ﷺ نے صخر کو حکم دیا کہ مغیرہ کی پھوپھی کو ان کے گھر پہنچا دو اور بنو سلیم کے پانی کے چشمے واپس کر دو۔

دوستی اور تعلقات پر اگر گہری نظر ڈالی جائے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ دوستی اور محبت کی بنیادیں خلوص، باہمی ارتباط اور ایک دوسرے کی ہمدردی سے مستحکم ہوتی ہیں۔ دیکھئے کہ آپ ﷺ بحیثیت ایک دوست اور ساتھی ہونے کے اپنے دوستوں اور ساتھیوں کے ساتھ کس طرح پیش آتے تھے۔

ایک سفر میں صحابہ کرامؓ نے کھانا پکانے کا انتظام کیا اور ہر ایک نے ایک ایک کام اپنے ذمے لے لیا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لائوں گا۔ صحابہؓ نے کہا کہ ہمارے ماں باپ قربان! آپ ﷺ کو زحمت فرمانے کی ضرورت نہیں، ہم سب کام خود انجام دے لیں گے... ارشاد فرمایا۔ یہ صحیح ہے لیکن خدا اس بندے کو پسند نہیں کرتا جو دوسروں سے اپنے آپ کو نمایاں کرتا ہو۔

معیشت: آپ ﷺ مزدوروں کی مشکلات حل کرتے ہوئے فرمایا کہ مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی مزدوری ادا کی جائے۔ آپ ﷺ نے سرمایہ دارانہ ذہنیت، سرمایہ دارانہ اخلاق اور سرمایہ دارانہ نظام کو قلع قمع کر کے دنیا پر خوشحالی، امن اور بلند اخلاقی کے دروازے کھول دیئے۔

خود غرض اور نفس پرست سرمایہ داروں نے جن مصیبتوں کو انسانوں پر مسلط کیا ہے وہ بلیک مارکیٹنگ اور چور بازاری ہے جو غریبوں کے لئے عذاب الیم سے کم نہیں ہے۔آپ ﷺ نے ان لوگوں پر جو غذائی اجناس اور دوسری اشیاء کو محض نفع اندوزی کی خاطر روک رکھتے ہیں، بہت بڑی ذمے داری عائد کی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔''جو لوگ غذائی اجناس اور دوسری اشیاء کو ذخیرہ کر لیتے ہیں تاکہ بازار میں مصنوعی طور پر قلت ہو جائے اور قیمت بڑھ جائے تو وہ بڑے گناہگار ہیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا۔''اللہ اس آدمی پر رحم کرتا ہے جو خریدنے، بیچنے اور تقاضا کرنے میں نرمی اختیار کرتا ہے۔''

مئی 1987ء

نور الٰہی

نور نبوت

مذہب کا جب تذکرہ آتا ہے تو مسلمان اس بات پر اصرار کرتا ہے کہ سنت کی پیروی مذہب اسلام ہے اور اتباع سنت ہی اپنے پیغمبر کی محبت کی سب سے بڑی علامت ہے کیونکہ اگر محبوب کا ہر عمل محبوب نہیں ہے تو محبت میں صداقت نہیں ہے۔ اتباع سنت کی غرض و غایت صرف محبت کا اظہار ہی نہیں بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہر عمل کی تقلید کرنا ہے۔

اللہ کے ارشاد کے مطابق ہم محب رسول بن کر محبوب خدا بن جاتے ہیں۔

اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ (القرآن)

اتباع سنت کے بارے میں بلاشبہ تفکر سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ اتباع سنت سے مراد محض چند اعمال کی پیروی کرنا نہیں ہے۔ ظاہر اعمال و عبادات کے مقابلے میں ان کے اندر حقیقت بھی تلاش کرنا چاہئے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ارکان ظاہری ہیں۔ ان ارکان ظاہری میں اگر تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن نہ ہو تو دل کی پاکیزگی اور نفس کی صفائی حاصل نہیں ہوتی۔ نفس کی صفائی اور دل کی پاکیزگی ہی معرفت الٰہی اور تقرب ربانی کی راہبر ہے اور یہی عمل روحانی ترقی اور باطنی اصلاح کی معراج ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں پس جو کوئی اپنے پروردگار سے ملنے کا آرزومند ہے اسے چاہئے کہ اپنے اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔ کیا کوئی ایک آدمی بھی اس بات کا دعویٰ کر سکتا ہے کہ پروردگار کے ملنے کا عمل رسمی عبادت سے پورا ہو سکتا ہے۔ یا رسمی عبادت کے صلے یا کسی جسمانی ریاضت کے نتیجے میں یا محض ظاہری اتباع سنت سے کوئی بندہ اللہ تک پہنچ سکتا ہے۔ اتباع سنت سے اللہ تک رسائی کے لئے اطمینان قلب کی ضرورت ہے جو رسول اللہ ﷺ کے کامل اخلاق کی پیروی کے بغیر ممکن نہیں ہے اگر ہم سچے دل سے مذہب کو مانتے ہیں۔ اگر ہم خلوص نیت سے سنت نبوی ﷺ پر چلنا چاہتے ہیں۔ اگر فی الواقع رحمت اللعالمین کے حبیب اللہ رب العالمین سے ملنے کے آرزومند ہیں تو ہم کو اتباع سنت میں پورا پورا داخل ہونا پڑے گا۔

ہمارا حال یہ ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ان اعمال کو یا ان باتوں پر عمل کر کے اطباع سنت میں داخل ہونا چاہتے ہیں جو ہمارے لئے آسان ہے۔ ہم چند آسان اور سرسری باتوں کو تمام سنت نبوی ﷺ میں محیط کر دینا چاہتے ہیں۔ گویا رسول اللہ ﷺ کی ساری خوبیوں کا خلاصہ یہی چند سنتیں ہیں۔

کیا اتباع سنت یہی ہے کہ ہم خوان پر کھانا کھانے سے پرہیز کریں کیونکہ کبھی آپ نے ایسا نہیں کیا۔ لیکن کبھی اس بات کا بھی بھولے سے بھی خیال نہیں کریں کہ آپ کی غذا کیا تھی اور جو کچھ تھی وہ کس وجہ سے تھی۔ چمچے کے استعمال سے پرہیز مگر کھانا لذیذ سے لذیذ اور پر تکلف سے پر تکلف اور حلق تک ٹھونس لینا اور اپنے بھائیوں اور فاقہ زدوں سے ایسی لاپروائی اور بے اعتنائی برتنا کہ جیسے انکا زمین پر وجود ہی نہیں۔ پائنچے ٹخنوں سے ذرا نیچے ہو جائیں تو گناہ کبیرہ لیکن اگر لباس کبر و نخوت ریاح اور نمائش کا ذریعہ بن جائے تو کوئی اعتراض نہیں۔ یہ کون سا اسلام ہے کہ ہم نمازیں قائم کریں مگر برائیوں سے باز نہ آئیں۔ روزے رکھیں مگر صبر کے بجائے حرص و حوس، غصہ، بدمزاجی کا مظاہرہ کریں۔ جب کہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیم ہمیں بتاتی ہے کہ کسی بندے کی ایک غیبت کرنے سے روزہ نماز اور وضو سب کچھ فاسد ہو جاتا ہے۔

اتباع سنت کا اتنا چرچا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ بندہ سراپا رسول اللہ ﷺ کی محبت میں غرق ہے۔ مگر جب عملی زندگی سامنے آتی ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ مسلمان کونسی سنت کا اتباع کر رہا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گھریلو زندگی کا تذکرہ آتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ کے گھر میں بستر ایک بوریا تھا اور چمڑے کے تکیے میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس کبھی سات برتنوں سے زیادہ آٹھواں برتن نہیں ہوا۔ ہم جب رسول اللہ ﷺ کی اس عملی زندگی کے مقابلے میں اپنا گھر دیکھتے ہیں۔ گھر میں آسائش و آرام کے لئے فوم کے گدے صوفے سیٹ قالین وی سی آر، ٹی وی سیٹ اور برتنوں کے انبار دیکھتے ہیں تو ہمیں شرم کیوں نہیں آتی کہ ہم کس اتباع سنت کا تذکرہ کر رہے ہیں۔

ہمارے ہاں خدا کے فضل سے ایسے بزرگ بھی موجود ہیں۔ ہمیشہ روزے رکھتے ہیں اور جن کی نماز قضا نہیں ہوتی اور وہ اتباع سنت کا بھی بہت زیادہ خیال کرتے ہیں لیکن ان میں ایسے اصحاب بہت کم ہیں جن کو اپنے گھر میں رسول اللہ کی مزاج اور طبیعت کے خلاف کوئی واقعہ پیش نہ آتا ہو۔ ایسے حضرات بہت کم ہیں جن کو خلاف مزاج بات پر غصہ نہ آتا ہو جو اپنے خادم پر خفا نہ ہوتے ہوں جو کسی پسند میں خود کو اپنے بھائی پر ترجیح نہ دیتے ہوں جو اپنی نیکوکاری پر مغرور ہو کر کسی دوسرے کو حقیر نہ سمجھتے ہوں۔

یہی وہ اعمال و افعال ہیں جن کو دیکھ کر ہماری نسل مذہب سے بیزار ہو گئی ہے۔ مصلحین قوم نے باطنی محاسن پیدا کرنے پر زور دینے کی بجائے رسمی باتوں پر زور دیا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ہمارے بزرگوں میں ظاہرداری اور حقیقی نیکیاں کم تھیں مگر اب ہم سے وہ حقیقی نیکیاں بھی دور ہو رہی ہیں۔ ہم بزرگ جو کچھ کہتے ہیں ہمارا عمل اس کے مطابق نہیں ہوتا۔ ہم چاہتے یہ ہیں کہ ہماری نسل ٹی وی نہ دیکھے، گانے نہ سنے۔ اور اپنی نسل سے یہ توقع بھی رکھتے ہیں کہ ہماری نوجوان نسل رسول اللہ کی محبت میں سنت کی پیروی کرے مگر ہماری ظاہری اور باطنی زندگی اس کے برعکس ہے یہی وجہ ہے کہ نوجوان نسل مذہب سے دور ہو رہی ہے۔

ہم بوڑھوں اور بزرگوں پر یہ فرض ہے کہ ہم اپنی خواہشات کو اپنے مذہب پر قربان کر دیں۔ اگر ایسا نہیں کیا گیا تو مسلمانوں کا لُٹا پُٹا یہ کارواں رفتہ رفتہ معدوم ہو جائے گا۔

آیئے! دعا کریں۔ اے نفس! خواب و غفلت سے بیدار ہو۔ نشہ نخوت سے ہوش میں آ۔ حق ناشناسی کو چھوڑ حق شناس بن جا تو اس بات کو کیوں یاد نہیں رکھتا کہ بہت جلد تجھے ایک بہت بڑے حاکم کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ جہاں تیرے اندر موجود کتاب تجھے بتائے گی کہ تو نے زندگی بھر کیا کچھ کیا ہے۔ یہ وہی کتاب ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے کتاب المرقوم کہا ہے اور اس کتاب میں علیین اور سجیین زندگی بھر کے ایک ایک کام ایک ایک خیال ایک ایک منٹ کا ریکارڈ ہے۔

اے نفس! اس بڑے حاکم کے سامنے جب تو پیش ہو گا تیرے اعضا تیرے خلاف شہادت دیں گے۔ اس دنیا میں ظاہر اعمل کے پردوں میں تو اپنی بدباطنی کو کتنا ہی چھپالے لیکن اس بڑے حاکم کے سامنے تیرا ہر مخفی ارادہ اور ہر پوشیدہ عمل ظاہر ہو جائے گا۔ ریاء و تصنع کا پردہ اٹھ جائے گا جہاں اعمال افعال خود کلام کریں گے اور جب ایسا ہو گا تو اے نفس تیرے ہر عمل وہ عمل خیر ہے یا شر ہے ٹھیک ٹھیک صلہ ملے گا۔

نفس پرستو! میرے دوستو! اللہ بڑا رحیم ہے بڑا کریم ہے معاف کرنے والا ہے مگر دانستہ غلطیاں ناقابل معافی جرم ہیں۔ اتباع سنت کے بڑے بڑے دعوے کرنے والے لوگو محض دعوئوں سے کچھ نہیں بنتا۔ اگر اخلاق نبوی اختیار کرنے میں ظاہری پابندی تو شد و مد سے کی جائے لیکن صداقت اور خلوص نہ ہو یا صرف حضور پاک ﷺ کی مجموعی زندگی میں سے چند اعمال کو اختیار کر کے اتباع سنت کا دعویٰ کرنے والوں کو اللہ کبھی معاف نہیں کرے گا۔

جولائی 1987ء

نور الٰہی

نور نبوت

جس شخص کی روح میں فطری طور پر انسلاخ واقع ہوتا ہے اس کو لطائف کے رنگین کرنے کی جدوجہد میں کوئی خاص کام نہیں کرنا پڑتا یعنی کسی خاص واقعہ یا حادثہ کے تحت جو محض ذہنی فکر کی حدود میں رونما ہوا ہے، اس کے باطن میں توحید افعالی منکشف ہو جاتی ہے۔ وہ ظاہری اور باطنی طور پر کسی علامت کے ذریعے یا کوئی نشانی دیکھ کر یہ سمجھ جاتا ہے کہ پس پردہ نور غیب میں ایک تحقق موجود ہے اور اس تحقق کے اشارے پر عالم مخفی کی دنیا کام کر رہی ہے اور اس عالم مخفی کے اعمال و حرکات و سکنات کا سایہ یہ کائنات ہے۔ قرآن پاک میں جہاں اس کا تذکرہ ہے کہ اللہ اسے اُچک لیتا ہے وہ اس ہی کی طرف اشارہ ہے۔

ذات باری تعالیٰ سے نوع انسانی یا نوع اجنہ کا ربط دو طرح پر ہے۔ ایک طرح جذب کہلاتی ہے اور دوسری طرح علم۔ صحابہ کرامؓ کے دور میں اور قرون اُولیٰ میں جن لوگوں کو مرتبۂ احسان حاصل تھا، ان کے لطائف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت سے رنگین تھے۔ انہیں ان دونوں قسم کے ربط کا زیادہ علم نہیں تھا۔ ان کی توجہ زیادہ تر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق غور و فکر میں صرف ہوتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے روحانی قدروں کے جائزے زیادہ نہیں لئے کیونکہ ان کی روحانی تشنگی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقوال پر توجہ صرف کرنے سے رفع ہو جاتی تھی۔ ان کو احادیث میں بہت زیادہ شغف تھا۔ اس انہماک کی بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ ان لوگوں کے ذہن میں احادیث کی صحیح ادبیت، ٹھیک ٹھیک مفہوم اور پوری گہرائیاں موجود تھیں۔ احادیث پڑھنے کے بعد اور احادیث سننے کے بعد وہ احادیث کے انوار سے پورا استفادہ کرتے تھے۔ اس طرح انہیں الفاظ کے نوری تمثلات کی تلاش کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ وہ الفاظ کے نوری تمثلات سے، بغیر کسی تعلیم اور بغیر کسی کوشش کے، روشناس تھے۔

(لوح و قلم)

اگست 1987ء

نور الٰہی

نور نبوت

اللہ تعالٰی نے آدم کو اپنی نیابت عطا فرمائی تو فرشتوں نے عرض کیا کہ یہ زمین پر فساد پھیلائے گا۔ یہ بتانے کیلئے آدم کے اندر شر اور فساد کے ساتھ، فلاح و خیر کا سمندر بھی موجزن ہے۔ اللہ تعالٰی نے آدم سے کہا کہ ہماری تخلیقی صفات بیان کرو۔ جب آدم علیہ السلام نے تخلیقی صفات اور تخلیق میں کام کرنے والے فارمولے (اسمائ) بیان کئے تو فرشتے بر ملا پکار اٹھے۔

پاک اور مقدس ہے آپ کی ذات، ہم کچھ نہیں جانتے مگر جس قدر علم آپ نے ہمیں بخش دیا ہے۔ بیشک و شبہ آپ ہی کی ذات علیم اور حکیم ہے۔

تفکر کرنے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ اللہ تعالٰی نے کائناتی پروگرام دو طرزوں (خیر و شر) پر بنایا ہے۔ اس لئے کہ فرشتوں نے جو کچھ کہا اس کی تردید نہیں کی گئی ہے۔ بات کچھ یوں بنی کہ آدم کو جب تک اللہ تعالٰی کی صفات کا علم منتقل نہیں ہوتا وہ سر تا پا شر اور فساد ہے۔ اور تخلیق کا علم منتقل ہونے کے بعد وہ سراپا خیر ہے۔

آدم کے وجود سے پہلے فرشتے موجود تھے۔ جن میں شر اور فساد نہیں ہے۔ پس ایک مخلوق پیدا کی گئی جس میں شر اور خیر دونوں عناصر پورے پورے موجود ہیں تاکہ یہ مخلوق شر کو نظر انداز کرے، خیر کا پرچار کرے۔ خود بھی خیر (صراط مستقیم) پر قائم رہے اور اپنے بھائی بہنوں کو بھی دعوت دے، یہی وہ دعوت ہے جسے عام کرنے کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے گئے اور یہی وہ دعوت ہے جو تبلیغ ہے۔

اللہ تعالٰی فرماتے ہیں:

’’اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دیجئے حکمت کے ساتھ عمدہ نصیحت کے ساتھ اور مباحثہ کیجئے ایسے طریقے پر جو انتہائی بھلا ہو۔‘‘

قرآن پاک کی اس آیت سے ہمیں تین اصولی ہدایات ملتی ہیں۔

۱۔ شر سے محفوظ رہنے اور خیر کو اپنانے کے لئے دعوت حکمت کے ساتھ دی جائے۔

۲۔ نصیحت ایسے انداز میں نہ کی جائے جس سے دل آزاری ہوتی ہو۔ نصیحت کرتے وقت چہرہ بشاش ہو۔آنکھوں میں محبت اور یگانگت کی چمک ہو۔آپ کا دل خلوص سے معمور ہو۔

۳۔ اگر کوئی بات سمجھاتے وقت، بحث و مباحثہ کا پہلو نکل آئے تو آواز میں کرختگی نہ آنے دیں۔

تنقید ضروری ہو جائے تو یہ خیال رکھیں کہ تنقید تعمیری ہو۔ دلسوزی اور اخلاص کی آئینہ دار ہو، سمجھانے کا انداز ایسا دلنشین ہو کہ مخاطب میں ضد، نفرت، تعصب اور جاہلیت کے جذبات میں اشتعال پیدا نہ ہو اور اگر مخاطب کی طرف سے ضد اور ہٹ دھرمی کا اظہار ہونے لگے تو فوراً اپنی زبان بند کر لیجئے کہ اس وقت یہی اس کے حق میں خیر ہے۔

دین کو پھیلانے کے لئے ہمیشہ دو طریقے رائج رہے ہیں۔

ایک طریقہ یہ ہے کہ مخاطب کی ذہنی صلاحیت کو سامنے رکھ کر اس سے گفتگو کی جائے اور حسن اخلاق سے اس کو اپنی طرف مائل کیا جائے۔ اس کی ضروریات کا خیال رکھا جائے۔اس کی پریشانی کو اپنی پریشانی سمجھ کر تدارک کیا جائے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ تحریر و تقریر سے اپنی بات دوسروں تک پہنچائی جائے۔ موجودہ دور تحریر و تقریر کا دور ہے۔ فاصلے سمٹ گئے ہیں زمین کا پھیلاؤ ایک گلوب (Globe) میں بند ہو گیا ہے۔آواز کے نقطہ نظر سے امریکہ اور کراچی کا فاصلہ ایک کمرہ سے بھی کم ہو گیا ہے۔ کراچی میں بیٹھ کر لندن امریکہ کی سرزمین پر اپنا پیغام پہنچا دینا روزمرہ کا معمول ہو گیا ہے۔ یہی صورتحال تحریر کی ہے۔

نشرواشاعت کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے امریکہ یا دور دراز کسی ملک میں ٹائپ ہونے والی تحریر کراچی یا اسلام آباد میں اس طرح پڑھی جاتی ہے کہ جیسے کراچی میں ہی لکھی جارہی ہے۔

تحریر قاری کے اوپر ایک تاثر چھوڑ دیتی ہے ایسا تاثر جو ذہن کے اندر فکر و فہم کی تخم ریزی کرتا ہے اور پھر یہی فکر و فہم ایک تناور درخت بن جاتا ہے۔

اپنی تحریر اور تقریر میں ہمیشہ اعتدال کا راستہ اختیار کیجئے۔ الفاظ کی نشست و برخاست ایسی ہو کہ سننے اور پڑھنے والے کے اوپر امید اور تعلق خاطر کی کیفیت طاری ہو جائے۔ خوف کو درمیان میں نہ لائے کہ خوف اور مبالغہ آمیز زور دینے سے بندہ خدا کی رحمت سے مایوس ہو جاتا ہے اور اسے اپنی اصلاح اور نجات نہ صرف مشکل بلکہ محال نظر آنے لگتی ہے۔ تحریر میں ایسے الفاظ لکھئے، جن میں رجائیت نہ ہو۔ خدا سے محبت کرنے کا ایسا تصور پیش کیجئے کہ خوف کی جگہ ادب و احترام ہو تا کہ وہ خدا کی رحمت اور بخشش کو اس کے پورے ادب اور احترام کے ساتھ قبول کرے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

''بہترین عالم وہ ہے جو لوگوں کو ایسے انداز سے خدا کی طرف دعوت دیتا ہے کہ خدا سے بندے مایوس نہیں ہوتے۔ اور نہ ہی خدا کا ایسا تصور پیش کرتا ہے کہ وہ خدا کی نافرمانی کی سزا سے بے خوف ہو جائیں۔''

دین کی دعوت اور روحانی علوم کی اشاعت کے لئے تھوڑا کام کیجئے لیکن مسلسل کیجئے۔ لوگوں کو روحانی صلاحیتوں سے استفادہ کرنے کی دعوت دیجئے اور اس راہ میں پیش آنے والی مشکلات و تکالیف اور آزمائشوں کا خندہ پیشانی سے استقبال کیجئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی مقام ہے:

''بہترین عمل وہ ہے جو مسلسل کیا جاتا ہے چاہے وہ کتنا ہی تھوڑا ہو۔''

ستمبر 1987ء

نور الٰہی

نور نبوت

اللہ پاک نے جب کائنات کے بنانے کا ارادہ کیا تو کائنات کا ایک نظام بھی زیر بحث آیا۔ اس لئے کہ کارخانۂ قدرت کسی مبسوط نظام، قاعدوں اور ضابطوں کے بغیر نہیں چلتا۔ قرآن کہتا ہے کہ

''اس کا امر یہ ہے کہ وہ کسی شئے کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ وجود میں آجا اور وہ شئے تخلیقی عوامل سے گزر کر وجود میں آجاتی ہے۔'' (سورہ یٰسین)

قرآن نوع انسانی کو اس تفکر کی طرف مائل کرتا ہے کہ نظام چلانے کے لئے کارندوں کی ضرورت پیش آتی ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ کائنات مادی، برقی، مقناطیسی اور سائنسی قوانین قدرت کا مجموعہ ہے۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ قوانین مظاہر قدرت اور مناظر کائنات پر بہر حال حاوی ہیں۔ کائنات میں ہر شئے ایک نظام کے تحت ایک دوسرے کے ساتھ ہم رشتہ اور ایک دوسرے سے متعارف ہے۔ کائنات کا کوئی یونٹ کسی دوسرے یونٹ سے اپنا رشتہ منقطع نہیں کر سکتا۔

قرآن کریم ان تمام مناظر کو جو کائنات کے کل پرزے ہیں۔ اللہ کی نشانیاں قرار دیتا ہے۔ اور نوع انسانی کے لئے لازم کرتا ہے کہ نوع انسانی کے عاقل اور بالغ شعور افراد اللہ کے ان تمام زمینی اور آسمانی مناظر اور مظاہر کا مطالعہ کریں اور عقل و دانش کی گہرائیوں سے ان آیات پر غور و فکر کریں۔ اللہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے گونگے بہرے رہ کر زندگی نہ گزاریں۔ خالق چاہتا ہے کہ غور و فکر سے متعلق اللہ تعالیٰ نے بندہ کو جو صلاحیتیں دی ہیں ان کو استعمال کیا جائے۔

آپ ﷺ کہہ دیجئے۔ مشاہدہ کرو جو کچھ کہ ہے آسمانوں اور زمین میں...

کیا تم مشاہدہ نہیں کرتے؟

کیا تم غور و فکر نہیں کرتے؟

کیا تم تدبر نہیں کرتے؟

خداوند قدوس کی نظر میں بدترین مخلوق وہ لوگ ہیں جو گونگے بہرے ہیں یعنی گونگے بہروں کی سی زندگی بسر کرتے ہیں۔ عقل وتدبر سے کام نہیں لیتے......(قرآن)

بیشک آسمانوں اور زمین میں آسمان والوں کے لئے نشانیاں ہیں اور تمہاری پیدائش میں بھی اور جانوروں میں بھی جن کو وہ پھیلاتا ہے۔ یقین کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں...(الجاثیہ)

اے دیکھنے والے کیا تو رحمٰن کی آفرینش میں کچھ نقص دیکھتا ہے۔ ذرا آنکھ اٹھا کر دیکھ بھلا تجھے کوئی شگاف نظر آتا ہے۔ پھر دوبارہ نظر کر۔ ہر بار تیرے پاس ناکام اور تھک کر لوٹ آئے گی...(الملک)

اور وہی تو ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منور بنایا۔ اور چاند کی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم رسول کا شمار اور کاموں کا حساب معلوم کرو۔ یہ سب کچھ خدا نے تدبیر سے پیدا کیا۔ سمجھنے والوں کے لئے وہ اپنی آیتیں کھول کر بیان کرتا ہے...(یونس)

تسخیر کائنات سے متعلق قرآنی آیتوں سے یہ بات روشن دن کی طرح ثابت ہے کہ کائنات کے بنانے والے نے حکم دیا ہے کہ انسان تخلیق کائنات کے قوانین کا اس انہماک اور غور وفکر سے مطالعہ کرے کہ ہر چیز کی کاریگری سامنے آجائے۔ تخلیقی فارمولوں پر غور کرنے والا طالب علم جب انہماک کے نقطہ عروج میں داخل ہو جاتا ہے تو اس کے اوپر ایسے ایسے علوم منکشف ہوتے ہیں جن علوم کی ابتداء لامحدودیت سے ہوتی ہے اور ایسے طالب علم کا علم محض کتابوں تک محدود نہیں رہتا۔ اور وہ اسلاف کی بنائی ہوئی دہلیز پر بیٹھا ہوا مکان کی اینٹیں شمار نہیں کرتا رہتا۔ وہ تدبر اور تفکر کی کسوٹی پر مشاہدہ اور تجزیہ کرکے یہ جان لیتا ہے کہ فضائے بسیط میں گیسوں کا آمیزہ زمین کو زندگی بخشتا ہے۔ بارش اور ہواؤں کا انتظام۔ کاربن آکسیجن وغیرہ کا مشاہدہ اس کے لئے ایک عام بات بن جاتی ہے۔ وہ یہ بھی جان لیتا ہے کہ کرہ ارض کا حجم مناسب اور معین مقداروں پر قائم ہے۔ اگر حجم زیادہ ہوتا تو کشش ثقل کی زیادتی کی وجہ سے ہوا (کاربن ڈائی آکسائیڈ) خلا میں منتشر ہونے کی بجائے زمین کی سطح سے آچمٹتی اور ذی روح ہر مخلوق کا سانس لینا دشوار ہو جاتا اور اگر کرۂ ارض کا حجم موجودہ معین مقداروں سے کم ہوتا تو کشش ثقل (Gravity) کی وجہ سے ہوا (آکسیجن) خلا میں اڑ جاتی اور تمام ذی روح فنا کے گھاٹ اتر جاتے۔

یہ بات مشاہدے میں آجاتی ہے کہ چاند اور سورج سے زمین کا فاصلہ بھی معین مقداروں پر قائم ہے۔ اگر زمین سورج سے معین مقداروں کی نسبت زیادہ دور ہوتی تو تمام کرہ یخ بستہ ہوتا۔ برف کی دبیز سلوں کے علاوہ زمین پر کسی چیز کا وجود نہ ہوتا۔ اور اگر یہ فاصلہ معین مقداروں سے کم ہوتا تو سورج کی تپش فصلوں کو جلا کر راکھ کر دیتی۔ چاند اور زمین کے فاصلے میں اگر معین مقداریں ٹوٹ جائیں تو مدوجزر کی لہریں اتنی بلند ہو جائیں گی کہ ساری زمین سمندر کی طوفانی لہروں میں غرق ہو جائے گی۔

کائنات میں تفکر کرنے والا بندہ اور روحانی سائنس کا طالب علم اپنے مشاہدہ اور تجزیہ (Analysis) کی بنا پر اس مقصد سے آشنا ہوتا ہے کہ کائنات میں عناصر کی ترتیب، ہم آہنگی نظم افادیت و مقصدیت کور چشم شعور کی کارفرمائی نہیں ہے۔ کوئی طاقت ہے کوئی ایسی ہستی ہے جس کے حکم پر ازل تا ابد نظام حیات و کائنات قائم ہے۔ اور اس سارے نظام میں تمام عناصر تمام مناظر اور سب مظاہر معین مقداروں پر قائم رہتے ہوئے ایک دوسرے سے ہم آہنگ اور ہم رشتہ ہیں۔

پاک اور بلند مرتبہ ہے وہ ذات جس نے تخلیق کیا معین مقداروں کے ساتھ اور ہدایت بخشی۔ (الاعلیٰ)

اکتوبر 1987ء

نور الٰہی

ماں کی خدمت کا خصوصی خیال رکھئے۔ماں، اولاد کے معاملے میں کمزور اور زیادہ حساس ہوتی ہے۔ماں کے احساسات اور قربانیاں بھی باپ کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہیں۔اسلام ماں کے ساتھ خصوصی سلوک کی ہدایت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اور ہم نے انسان کو ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنے کی تاکید کی، اس کی ماں تکلیف اٹھا کر اس کو پیٹ میں لئے لئے پھری اور ولادت کے وقت تکلیف برداشت کی۔اور پیٹ میں اٹھانے اور دودھ پلانے کی یہ مدت ڈھائی سال ہے۔''

نور نبوت

ایک شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا!

''یارسول اللہ ﷺ! میرے نیک سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تیری ماں۔''

اس نے پوچھا۔''پھر کون ہے؟'' حضور ﷺ نے فرمایا۔''تیری ماں''۔

اس نے کہا۔''پھر کون ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا۔''تیری ماں۔'' اس شخص نے چوتھی بار یہی سوال کیا تو اللہ کے پیارے نبی ﷺ گویا ہوئے۔''تیرا باپ۔''

نومبر 1987ء

نور الٰہی

بیوی کے ساتھ خوش اسلوبی سے زندگی گزاریئے۔اس کے حقوق کشادہ دلی کے ساتھ پورے کیجئے اور ہر معاملہ میں احسان اور ایثار کی روش اختیار کیجئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

’’اور ان کے ساتھ بھلے طریقہ سے زندگی گزارو۔‘‘

نور نبوت

ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

’’کامل ایمان والے مومن وہ ہیں جو اپنے اخلاق میں سب سے اچھے ہوں اور تم میں سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں سب سے اچھے ہوں۔‘‘

دسمبر 1987ء

نور الٰہی

ایک بار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک آدمی آیا اور اپنے باپ کی شکایت کرنے لگا کہ وہ جو چاہتے ہیں میرا مال لے لیتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اس آدمی کے باپ کو طلب فرمایا۔ لاٹھی ٹیکتا ہوا ایک بوڑھا اور کمزور شخص حاضر خدمت ہوا۔ آدمی نے جو شکایت کی تھی۔ آپ ﷺ نے بوڑھے شخص کو بتائی۔ تو اس نے کہا۔

''خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ایک زمانہ تھا جب یہ کمزور اور بے بس تھا اور مجھ میں طاقت تھی اور میں مالدار تھا اور یہ خالی ہاتھ تھا۔ میں نے کبھی اس کو اپنی چیز لینے سے نہیں روکا۔ آج میں کمزور ہوں اور یہ تندرست اور قوی ہے، میں خالی ہاتھ ہوں اور یہ مالدار ہے، اب یہ اپنا مال مجھ سے بچا بچا کے رکھتا ہے۔''

بوڑھے باپ کی باتیں سن کر رحمت عالم ﷺ رو پڑے۔ اور بوڑھے کے لڑکے کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ ''تُو خود اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔''

ماں باپ اگر غیر مسلم ہوں تب بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔ ادب و احترام کے ساتھ ان کی خدمت کرتے رہیئے۔ البتہ اگر وہ شرک اور معصیت کا حکم دیں تو ان کی اطاعت سے انکار کر دیجئے۔

''اور اگر ماں باپ دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ کسی کو شریک بناؤ جس کا تمہیں کوئی علم نہیں ہے تو ہرگز ان کا کہنا نہ مانو اور دنیا میں ان کے ساتھ نیک سلوک کرتے رہو۔''

حضرت اسمائؓ فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ کے عہد مبارک میں میرے پاس میری والدہ تشریف لائیں۔ اس وقت وہ مسلمان نہیں تھیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میری والدہ آئی ہیں اور وہ اسلام سے متنفر ہیں۔ کیا میں ان کے ساتھ حسن سلوک کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''ہاں، تم اپنی ماں کے ساتھ صلۂ رحمی کرتی رہو۔''

باپ کے مقابلے میں ماں کے احسانات اور قربانیاں بہت زیادہ ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ماں کا حق باپ سے زیادہ متعین کیا ہے اور ماں کے ساتھ حسن سلوک کی خصوصی ترغیب دی ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

''اور ہم نے انسان کو ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنے کی تاکید کی ہے۔''

اس کی ماں تکلیف اٹھا کر اس کو پیٹ میں لئے لئے پھری اور اس نے ولادت میں جان لیوا تکلیف برداشت کی۔ اور پیٹ میں اٹھانے اور دودھ پلانے کی یہ مدت ڈھائی سال ہے۔

ماں باپ کی پر خلوص خدمات کا اعتراف کرنے اور ان کے احسانات کو یاد رکھنے کے لئے دل سوزی اور رقت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور رحم و کرم کی درخواست گزاریئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اور دعا کرو کہ پروردگار ان دونوں پر رحم فرما جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری پرورش کی تھی۔''

اے پروردگار! جس رحمت و محبت تکلیف اور جانفشانی سے انہوں نے پرورش کی اور میری خاطر اپنے شب و روز میرے اوپر نثار کر دیئے تو بھی ان کے حال پر نظر کرم فرما۔

اے خدا! اب یہ بوڑھاپے کی کمزوری اور بے بسی میں مجھ سے زیادہ خود رحمت و شفقت کے محتاج ہیں۔ پروردگار میں ان کی خدمت کا کوئی بدلہ نہیں دے سکتا۔ تو ہی ان کی سرپرستی فرما اور ان کے اوپر اپنی رحمتوں کی بارش برسا دے۔

نور نبوت

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد عالی مقام ہے:

تین باتیں ہلاکت میں مبتلا کر دیتی ہیں:

۱۔ ایسی خواہش انسان جس کا غلام بن کر رہ جائے۔

۲۔ ایسی حرص جس کو پیشوا مان کر آدمی اس کی پیروی کرنے لگے۔

۳۔ خود پسندی......اور یہ بیماری سب سے زیادہ خطرناک ہے۔

احتساب ایک ایسا عمل ہے جو تمام فاسد مادوں سے انسان کو پاک کر دیتا ہے۔ قوم میں توانائی اور زندگی کی روح پھونک دیتا ہے۔ اچھا دوست وہ ہے جو دوستوں کے احتساب پر خوش ہو۔ اور اپنی اصلاح کی کوشش کرے لیکن ساتھ ہی یہ عمل اختیار کرنا بھی ضروری ہے کہ اگر دوستوں کے دامن پر دھبے نظر آئیں تو ان کا اظہار اس طرح نہ کیا جائے کہ دوست کے دل پر میل آجائے۔ داغ دھبوں کو دھونے کی حکیمانہ تدبیریں بہترین دوستی ہے۔ جہاں آپ دوسروں کی اصلاح کی کوشش کرتے ہیں وہاں اپنے دوستوں کو یہ موقع بھی دیجئے کہ وہ آپ کے اندر اٹھتے ہوئے تعفن اور کثافت کو آپ کے اوپر نمایاں کریں۔ اور جب وہ یہ تلخ فریضہ ادا کریں تو انتہائی عالی ظرفی، خوش دلی اور احسان مندی سے ان کی تنقید کا استقبال کیجئے اور ان کے اخلاص و کرم کا شکریہ ادا کیجئے۔ رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مثالی دوستی کو آئینہ سے تشبیہ دی ہے۔

''تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کا آئینہ ہے۔ پس اگر وہ اپنے بھائی میں کوئی خرابی دیکھے تو اسے دور کر دے۔'' (حدیث)

روحانی قانون کے تحت ہر آدمی ایک آئینہ ہے۔ آئینہ کی شان یہ ہے کہ جب آدمی آئینہ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو آئینہ تمام داغ دھبے اپنے اندر جذب کر کے نظر کے سامنے لے آتا ہے۔ اور جب آدمی آئینہ کے سامنے سے ہٹ جاتا ہے تو آئینہ اپنے اندر جذب کئے ہوئے یہ دھبے یکسر نظر انداز کر دیتا ہے۔ جس طرح آئینہ فراخ حوصلہ ہے آپ بھی اسی طرح اپنے دوست کے عیوب اس وقت واضح کریں جب وہ خود کو تنقید کے لئے آپ کے سامنے پیش کر دے اور فراخ دلی سے تنقید و احتساب کا موقع دے۔ نصیحت کرنے میں ہمیشہ نرمی اور خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیجئے۔ اگر آپ یہ محسوس کر لیں کہ اس کا ذہن تنقید برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہے تو اپنی بات کو ی اور موقع کے لئے اٹھا رکھیں۔ اس کی غیر موجودگی میں آپ کی زبان پر کوئی ایسا لفظ نہ آئے جس سے اس کے عیب کی طرف اشارہ ہوتا ہو۔ اس لئے کہ یہ غیبت ہے اور غیبت سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ دوست کی تمام زندگی میں جو عیوب آپ کے سامنے آئیں صرف ان ہی کی نشاندہی کیجئے۔ پوشیدہ عیبوں کے تجسس اور ٹوہ میں نہ لگئے۔ پوشیدہ عیبوں کو کریدنا بدترین تباہ کن اور اخلاق سوز عیب ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار منبر پر چڑھے اور بلند آواز میں حاضرین مجلس کو تنبیہہ فرمائی:

''مسلمانوں کے عیوب کے پیچھے نہ پڑو۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائیوں کے پوشیدہ عیوب کے درپے ہوتا ہے تو پھر خدا اس کے چھپے ہوئے عیوب کو طشت از بام کر دیتا ہے۔ اور جس کے عیب افشا کرنے پر خدا متوجہ ہو جائے تو اس کو رسوا کر کے ہی چھوڑتا ہے اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر گھس کر ہی بیٹھ جائے۔''

☆☆☆☆☆

جنوری 1988ء

نور الٰہی

"اے چادر میں لپٹنے والے ! رات کو قیام کیجئے مگر کچھ رات، آدھی رات یا اس سے کچھ کم یا زیادہ۔ اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھیئے۔ ہم جلد آپ پر ایک بھاری فرمان ڈالنے والے ہیں۔" (المزمل)

بھاری فرمان سے مراد دین کی تبلیغ ہے۔ اس عظیم ذمہ داری کا حق ادا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ سے رابطہ قائم ہو۔ اللہ تعالیٰ سے رابطہ قائم ہونے کیلئے ذہنی یکسوئی کا ہونا ضروری ہے اور ذہنی یکسوئی حاصل کرنے کے لئے زمان و مکان کی بوقلمونی سے خود کو آزاد کرنا ہے۔ یہ آزادی پیغمبروں کی زندگی میں رچ بسی ہوئی ہے۔ ان کی طرز فکر یہ ہے کہ وہ ہر چیز کو اس کے حقیقی روپ میں دیکھتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرز فکر کو حاصل کرنے کے لئے غار حرا میں مراقبہ کر کے ہماری رہنمائی فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں روشنی دکھائی ہے کہ اللہ کے فرمان کو عام کرنے اور تبلیغ دین کا حق ادا کرنے کے لئے خالق حقیقی سے ہمیں اسی وقت بھی تعلق قائم کرنا ہے جو وقت عامتہ الناس کے لئے استراحت اور نیند کا ہے۔

حضور ﷺ کا غار حرا میں قیام، ہمیں سبق دیتا ہے کہ ماورائی صلاحیتیں اس وقت پیدا ہوتی ہیں جب آدمی دنیا سے عارضی طور پر اپنا رشتہ منقطع کر کے مراقبہ کرتا ہے۔ گہرائی میں سوچ بچار اور تفکر کا عمل ہی دراصل مراقبہ ہے۔ قرآن پاک ہدایت و عبرت کا سرچشمہ ہے یہ اس لئے نازل ہوا ہے کہ اس کی آیات پر غور کیا جائے اور اس کے رموز و نکات سے فائدہ اٹھایا جائے۔ "اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھیئے" سے مراد اللہ کے کلام میں تفکر کرنا ہے۔ قرآن پاک اس عزم و ہمت کے ساتھ تلاوت کیجئے کہ ہمیں اس کی رہنمائی میں اپنی زندگی تعمیر کرنی ہے اور اس ہی ہدایت کے مطابق اپنے ماحول میں ایسے لوگ تیار کرنے ہیں جو نوع انسانی کے لئے فلاح کا راستہ بن جائیں۔

خدا کے اور اس کے رسول ﷺ کے مشن کو ہی لوگ چلا سکتے ہیں جو قرآن کو اپنے لئے غور و فکر کا مرکز اور محور بنالیں۔ تلاوت کرنے والوں کو ہدایت کی گئی ہے۔

"کتاب جو ہم نے آپ کی طرف بھیجی ہے سرتاسر برکت ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور اور تدبر کریں اور عقل سلیم رکھنے والے اس سے سبق حاصل کریں۔" (ص ۲۹)

جو لوگ غور اور تدبر کی عظیم الشان صلاحیت کو اپنے اندر پیدا نہ کرلیں ان کے لئے نہ خود صراط مستقیم پر قائم رہنا ممکن ہے اور نہ ہی وہ بھٹکتے ہوئے انسانوں کے لئے مشعل راہ بن سکتے ہیں۔ خدا سے گہرا تعلق پیدا کئے بغیر دعوت و تبلیغ کا کام خود فریبی کے سوا کچھ نہیں۔ اور خدا سے وابستگی پیدا کرنے کا یقینی ذریعہ صلوٰۃ اور مراقبہ ہے۔

نور نبوت

محبوب پروردگار۔ باعث تخلیق کائنات، حضور رحمت اللعالمین ﷺ کا ارشاد ہے:

''یہ قلوب زنگ آلود ہو جاتے ہیں جس طرح لوہا زنگ آلود ہو جاتا ہے جب اس پر پانی پڑتا ہے۔ پوچھا گیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! پھر دلوں کے زنگ کو دور کرنے والی کیا چیز ہے؟

فرمایا: دل کا زنگ اس طرح دور ہوتا ہے کہ آدمی موت کو کثرت سے یاد کرے اور دوسرے یہ کہ قرآن کی تلاوت کرے۔''

نبی مکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

''ان لوگوں کی طرف دیکھو جو تم سے مال و دولت میں اور دنیاوی جاہ و مرتبے میں کم ہیں۔ اور ان لوگوں کی طرف نہ دیکھو جو تم سے مال و دولت میں اور دنیاوی ساز و سامان میں بڑھے ہوئے ہوں تاکہ جو نعمتیں تمہیں اس وقت ملی ہوئی ہیں وہ تمہاری نگاہ میں حقیر نہ ہوں۔''

اس حدیث مبارکہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ دنیاوی جاہ و مرتبہ میں کم لوگوں کی طرف دیکھنے سے ہمارے اندر شکر کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''میں عیش و سہولت کی زندگی کیسے گزاروں! جب کہ اسرافیل صور منہ میں لئے، کان لگائے، سر جھکائے انتظار کر رہے ہیں کہ کب صور پھونکنے کا حکم ہوتا ہے۔''

میرے دوستو! عیش کوشی سے بچے رہو اور ایک ایسے سپاہی کی طرح زندگی کی ڈیوٹی انجام دیتے رہو جو کسی وقت بھی اپنی ڈیوٹی سے غافل نہیں ہوتا۔

مسلمان کا کردار یہ ہے کہ وہ عصبیت تنگ نظری اور دھڑے بندی سے دور رہتا ہے۔کشادہ دلی اور خوش اخلاقی سے ہر ایک سے تعاون کرتا ہے اور جو لوگ بھی مخلصانہ طرزوں میں صراط مستقیم پر گامزن ہو کر اللہ کی مخلوق کی خدمت کرتے ہیں ان کے ساتھ خیر خواہی اور اخلاص کا برتائو کرتا ہے۔ باہمی منافرت، کشیدگی، بغض وعناد اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے عمل سے خود کو محفوظ رکھتا ہے۔

نیک اور پاکیزہ نفس لوگ وہ ہیں جو دل کی گہرائی سے اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کو خدا کی راہ میں قربان کر دیتے ہیں اور یہ ہی وہ لوگ ہیں جو اس عارضی زندگی میں خدا کے دین کی کچھ خدمت کر جاتے ہیں۔

فروری 1988ء

نور الٰہی

نور نبوت

قرآن ہمیں تفکر کی دعوت دیتا ہے...نوع انسانی کی تاریخ ہمیں ببانگ دہل بتارہی ہے کہ زمین پر وہی قوم حکمت، دانش وری سے سرفراز کی گئی ہے جو اللہ کی پھیلائی ہوئی نشانیوں میں غور کرتی ہے۔ دنیا کی بادشاہت کا سہرا انہیں افراد کے سر پر سجتا ہے جو اللہ کی دی ہوئی عقل و فہم کو استعمال کرتے ہیں اور عقل و حکمت اور علم و حلم سے خود کو آراستہ کرتے ہیں۔ کیا ہم نے کبھی یہ سوچا ہے کہ اگر زمین کے پیٹ میں جاری و ساری چشمیں سوکھ جائیں تو کون ہے جو انہیں دوبارہ جاری کرسکتا ہے۔

فضائوں میں رنگینی، زندگی کو تحفظ دینے والی روشنیاں، طرح طرح کی گیسیں، نیل گوں آسمان کی بساط پر ستاروں کی انجمنیں، رات کی تاریکی اور روشن چاند، دن کے اُجالے کو جلا بخشنے والا سورج، ہوا، معطر معطر خراماں خراماں نسیم سحر اور درختوں کی نغمہ سرائی چڑیوں کی چہکار، بلبل کی سدا، کوئل کی کوک کس نے تخلیق کی ہے؟......کیا ان سب کے اوپر ہمارا کوئی دخل ہے؟ اگر یہ سب ایک مربوط نظام کے تحت قائم نہ رہیں...ہمارے پاس ایسا کون سا ذریعہ ہے جس سے ہم اس نظام کو قائم رکھ سکتے ہیں۔

اگر ان باتوں کو رفعت و عظمت سے تعبیر کر کے اپنی بے بضاعتی کہا جائے تو خود ہمارے جسم میں ایسی بے شمار نشانیاں موجود ہیں جن سے ہم ہرگز ہرگز صرف نظر نہیں کرسکتے۔

ذرا غور تو کیجئے!

جسم کے اوپر بال کس طرح چپکے ہوئے ہیں۔ مرد کے چہرہ پر داڑھی ہوتی ہے، عورت کا چہرہ ملائم اور بالوں سے صاف ہوتا ہے...آخر کیوں؟...کیا اس نظام میں ہمارے لئے کوئی نشانی نہیں ہے۔

مرد کے چہرے پر بال مرد کی خوبصورتی ہے اور عورت کا نرم و نازک اور ملائم چہرہ عورت کی خوبصورتی ہے۔

یہی بال جو مرد کے چہرے پر نکلتے ہیں عورت کے چہرے پر اس لئے نہیں نکلتے کہ ایک مخصوص نظام کے تحت خون کی کثافت ختم ہوجاتی ہے یعنی بال دراصل خون کی کثافت ہے......

ذرا غور فرمائیں کہ قدرت نے اس کثافت کی قلب ماہیئت کر کے بالوں کی شکل میں کس طرح چہرے، سر اور جسم پر چپکا دیا ہے۔آنکھ کے اندر کی مشینری Machinery کا کھوج لگایا جائے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ ہزاروں عضلات اللہ تعالٰی کے کیمرے میں پرزے بن کر فٹ ہیں۔ دماغ کی کارکردگی پر غور کیجئے تو اندر کی آنکھ دیکھتی ہے کہ بارہ کھرب خلیے (Cells) دماغ میں موجود ہیں اور ہر خلیہ آدمی کے اندر ایک حس Sense ہے۔ یہی وہ خلیے ہیں جو ہمارے اندر فکر و خیال کے چراغ روشن کرتے ہیں۔ دل کی پیچیدہ مشینری ایک حکم، ایک توازن، ایک پروگرام کے تحت رواں دواں ہے۔ دل انسانی بالوں کو متحرک رکھنے کے لئے ایک ایسا انجن ہے جس کے چلانے میں انسانی ارادہ کا کوئی دخل نہیں ہے۔

آپ نے کبھی سوچا ہے؟

ماں کے پیٹ کی اندھیری کوٹھری میں آپ کی پرورش کس طرح عمل میں آئی ہے اور اس ظلمت کدہ سے سفر کرتے ہوئے ہم کس طرح مینارہ نور بن جاتے ہیں۔ یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ حواء کے پیٹ سے آدمی کی بجائے کوئی سانپ، کوئی بندر پیدا ہو جاتا......بلاشبہ کائنات ایک مربوط نظام کے تحت مسلسل اور متواتر حرکت میں ہے اور جس نظام پر یہ کائنات چل رہی ہے وہ نظام تکوین ہے۔

ذرا سوچو! اگر اللہ رات کا دامن پھیلا کر اسے قیامت کے وقت سے ملا دے تو کیا اللہ کے بغیر کوئی طاقت ایسی ہے جو تمہیں اس طوالت سے بچا سکے اور اگر خدا دن کو قیامت تک طویل کر دے تو کیا اللہ کے بغیر کوئی طاقت ایسی ہے جو تمہیں سکون کی نیند اور رات کی آسودگیاں عطا فرمائے۔ جلی ہوئی خشک ویران اور بنجر زمین پر جب بارش برستی ہے تو زمین کے اندر سے انگور کی بیل اور کھجور کے درخت اُگ آتے ہیں جو رنگ، خوشبو اور ذائقہ میں الگ الگ ہوتے ہیں۔ یہ کیسا کمال ہے کہ ایک ہی پانی مختلف ڈائیوں (Dyes) میں جا کر رنگ و روپ اور ذائقوں میں مختلف ہو جاتا ہے۔ کیا یہ بات غور و فکر کی طرف ہمیں مائل نہیں کرتی کہ شہتوت پر آم کیوں نہیں اُگتے اور آم کے درخت پر آڑو کیوں نہیں اُگ آتے اور آڑوئوں کے درخت سے بیر کیوں نہیں اترتے......

کہکشاؤں میں ہزاروں سورج ہونے کے باوجود رات کو زمین پر اندھیرا کیوں ہو جاتا ہے۔

سائنس نے یہ تو جان لیا کہ زمین سورج کے گرد گھومتی ہے۔ سائنس دان یہ بھی کہتے ہیں کہ سورج میں آگ کے الاؤ روشن ہیں مگر یہ کوئی نہیں بتاتا کہ کہکشاؤں Galaxies کی گردش پر کنٹرول کس کا ہے۔ ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ آخر بڑے سے بڑا سائنس داں مر کیوں جاتا ہے۔ دل کی پیوندکاری کرنے والے سائنٹسٹ کا دل فیل کیوں ہو جاتا ہے؟

ارض و سماں کو بار بار دیکھو کیا تمہیں کوئی خلل نظر آتا ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام اپنی کتاب (ایوب کی کتاب باب ۳۸،۳۹) میں فرماتے ہیں:

سیلابوں کی گذر گاہیں اور بجلی کی گرج اور چمک کی راہیں کس نے مقرر کیں۔ کیا تو بادلوں کو پکار سکتا ہے کہ وہ تجھ پر مینہ برسائیں۔ کیا تو بجلیوں کو اپنے حضور میں بلا سکتا ہے؟...دل میں سمجھ اور فہم کس نے عطا کی ہیں اور ہرن کو آزادی کس نے دی ہے؟

مارچ 1988ء

نور الٰہی

عورتوں کو چاہئے کہ وہ دین کے احکام اور تہذیب سیکھیں۔ اسلامی اخلاق سے آراستہ ہوں۔ ہر ممکن کوشش کریں کہ وہ ایک اچھی بیوی اور اچھی ماں ثابت ہوں۔ خدا کی فرماں بردار بن کر اپنے فرائض بہ حسن وخوبی انجام دیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''ایمان والو! اپنے آپ کو، اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔''

حضرت عمرؓ رات کے وقت خدا کے حضور حاضر ہوتے، پھر جب سحر کا وقت آتا تو اپنی رفیقۂ حیات کو جگاتے اور کہتے اٹھو اٹھو، نماز قائم کرو اور یہ آیت تلاوت فرماتے:

''...اور اپنے گھر والوں کو نماز کی تاکید کیجئے اور خود بھی اس کے اوپر پابند رہیئے۔''

خواتین کے لئے ضروری ہے کہ صفائی، سلیقہ اور آرائش وزیبائش کا پورا پورا اہتمام کریں۔ گھر کو صاف ستھرا رکھیں۔ گھر میں چیزوں کو سلیقے سے سجائیں اور سلیقے سے استعمال کریں۔ صاف ستھرا گھر، قرینے سے سجے ہوئے صاف ستھرے کمرے، پاک صاف باورچی خانہ، گھریلو کاموں میں سلیقہ اور سگھڑپن، بناؤ سنگھار کی ہوئی بیوی کی پاکیزہ مسکراہٹ سے نہ صرف گھریلو زندگی پیار ومحبت اور خیر وبرکت سے مالا مال ہوتی ہے بلکہ یہ خدا کو خوش کرنے کا بھی ایک ذریعہ ہے۔

ایک بار بیگم عثمان ابن مظعون سے حضرت عائشہؓ کی ملاقات ہوئی تو آپ نے دیکھا کہ بیگم عثمان نہایت سادے کپڑوں میں ہیں اور کوئی بناؤ سنگھار بھی نہیں کیا ہے۔ تو حضرت عائشہؓ کو بڑا تعجب ہوا اور ان سے پوچھا۔ ''بی بی! کیا عثمان کہیں سفر پر گئے ہوئے ہیں؟''

حضرت عائشہؓ کے اس تعجب سے اندازہ ہوتا ہے کہ سہاگنوں کا اپنے شوہروں کے لئے بناؤ سنگھار کرنا کیسا پسندیدہ عمل ہے۔

نور نبوت

بُردباری، تحمل اور حکمت کی روش یہ ہے کہ آدمی درگذر سے کام لے اور خدا پر بھروسہ رکھتے ہوئے اپنی بیوی کے ساتھ خوش دلی سے نباہ کرے۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ رب العزت اس عورت کے ذریعے مرد کو ایسی بھلائیوں سے نواز دے جن تک مرد کی پہنچ نہ ہو۔ دین دار عورت اپنے ایمان، سیرت اور اخلاق کے باعث پورے خاندان کے لئے رحمت بن جاتی ہے۔ اس کی ذات سے کوئی ایسی سعید روح وجود میں آسکتی ہے جو ایک عالم کے لئے مشعل راہ ہو۔ اچھی اور نیک خُو بیوی مرد کی اصلاح حال کے لئے ایک موثر ذریعہ ہے۔ بیوی خاوند کو جنت سے قریب کر دیتی ہے۔ اس کی قسمت سے دنیا میں خدا مرد کو رزق اور خوش حالی سے نوازتا ہے۔

عورت کے کسی ظاہر عیب کو دیکھ کر بے صبری کے ساتھ ازدواجی تعلقات کو برباد نہ کیجئے بلکہ حکیمانہ طرز عمل سے آہستہ آہستہ گھر کی مکدر فضا کو زیادہ سے زیادہ خوشگوار بنایئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اگر کسی شخص کی دو بیویاں ہیں اور اس نے ان کے ساتھ انصاف اور برابری کا سلوک نہ کیا تو قیامت کے روز وہ شخص اس حال میں آئے گا کہ اس کا آدھا دھڑ گر گیا ہو گا۔

خوش خلقی، نرم مزاجی کو پرکھنے کا اصل میدان گھریلو زندگی ہے۔ گھر والوں سے ہر وقت واسطہ رہتا ہے اور گھر کی بے تکلف زندگی میں مزاج اور اخلاق کا ہر رخ سامنے آجاتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ وہی مومن اپنے ایمان میں کامل ہے جو گھر والوں کے ساتھ خوش اخلاقی، خندہ پیشانی اور مہربانی کا برتاؤ رکھے۔ گھر والوں کی دل جوئی کرے اور پیار و محبت سے پیش آئے۔

ایک بار حج کے موقع پر حضرت صفیہؓ کا اونٹ بیٹھ گیا اور وہ سب سے پیچھے رہ گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ زار و قطار رو رہی ہیں۔ آپ ﷺ رُکے اور چادر کا پلو لے کر اپنے دست مبارک سے ان کے آنسو خشک کئے۔ رسول اللہ ﷺ! اپنی زوجہ محترمہ کے آنسو پونچھتے جاتے تھے اور وہ بے اختیار ہو کر رہی رہی تھیں۔

اپریل1988ء

نور الٰہی

نور نبوت

نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرنا مسلمانوں کے لئے ذریعہ عظمت و نجات ہے۔آپ کی تعلیم اس قدر کامل و مکمل ہے کہ اس سے صحت منداور لذیذ غذائوں تک علم حاصل کیا جا سکتا ہے اور ان کو استعمال کر کے ظاہری و مادی فائدے کے علاوہ سنت رسول ﷺ کی ادائیگی کا ثواب بھی نصیب ہو سکتا ہے۔ وہ مسلمان بڑا ہی خوش نصیب ہے جو کسی چیز کو اس لئے پسند کرے کہ وہ چیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھی۔اس طرح اس چیز کا استعمال عبادت اور ذریعہ ٔثواب بن جاتا ہے۔

شہد: عربی میں شہد کی مکھی کو نحل کہتے ہیں۔قرآن کریم کی ایک سورۃ کا نام نحل ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بے شمار نعمتوں میں سے کچھ کا ذکر کرتے ہوئے شہد کی مکھی اور شہد کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ارشاد فرمایا ہے:

’’اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کو حکم دیا ہے کہ پہاڑوں میں گھر بنا اور درختوں اور چھتوں میں، پھر ہر قسم کے پھلوں میں سے کھا اور اپنے رب کی راہیں چل جو تیرے لئے نرم اور آسان ہیں۔اس کے پیٹ سے ایک چیز پینے کی رنگ برنگ نکلتی ہے جس میں لوگوں کے لئے تندرستی ہے۔ بے شک اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو غور کریں۔‘‘ (آیت نمبر ۶۸۔۶۹)

قابل غور ہے یہ آیت کہ کس طرح ایک مکھی پھلوں اور پھولوں کا رس چوستی ہے اور جب وہ اس کے پیٹ میں رہ کر باہر آتا ہے تو میٹھا لذیذ بھی ہوتا ہے اور صحت بخش بھی۔ خدا کی پیدا کردہ اس لذیذ و مفید نعمت کی اہمیت، افادیت اور لذت کا اندازہ نبی کریم کے ارشادات سے مزید کیا جا سکتا ہے۔

علیکم بالشفائین العسل والقرآن

دو چیزوں سے صحت حاصل کرو شہد اور قرآن کریم سے۔

اس حدیث میں شہد کو صحت بخش ہونے کے ساتھ قرآن کریم کو بھی ذریعہ ٔصحت فرمایا گیا کیونکہ شہد تو جسمانی امراض کو ختم کرنے اور جسم کو صحت یاب کرنے والی ایک غذا ہے اور قرآن کریم روحانی امراض کو ختم کرنے اور روح کو جلا بخشنے والی کتاب ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ومنزل من القرآن ماھو شفاء ورحمتہ للمومنین

ہم اتارتے ہیں قرآن میں وہ چیز جو ایمان والوں کے لئے شفااور صحت ورحمتہ المومنین ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے نبی کریمﷺ سے عرض کیا کہ میرے بھائی کے پیٹ میں درد ہے یا اس نے کہا کہ میرے بھائی کو اسہال (دستوں) کی شکایت ہے تو حضورﷺ نے فرمایا:

اسقہ عسلا (اسے شہد پلادو)

وہ شخص چلا گیا اور پھر واپس آکر عرض کرنے لگا کہ میں نے شہد پلایا لیکن کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ نبی کریمﷺ نے پھر شہد ہی پلانے کا حکم دیا۔ دو تین بار ایسا ہی ہوا۔ جب وہ چوتھی مرتبہ خدامیں حاضر ہوا تو آپﷺ نے فرمایا:

صدق اللہ وکذب بطن اخیک

(اللہ نے سچ فرمایا اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے)

اس ارشاد کو سن کر وہ شخص گیا اور پھر شہد پلایا اور وہ صحت یاب ہو گیا۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ نبی کریمﷺ کو ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق شہد کی افادیت پر کس قدر یقین تھا۔ مریض گھبرایا مگر آپ شہد ہی پلواتے رہے اور آخر کار اللہ کا ارشاد سچ ہوا اور مرض ختم ہو گیا... شہد کی یہ تاثیر آج بھی باقی ہے شرط یہ ہے کہ شہد بھی اصلی ہو اور مسلمان بھی اصلی۔

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ نبی کریمﷺ نے فرمایا:

من یلعق العسل ثلث عدوات فی کل شھر لم یصبہٗ عظیم من البلاء

(جو شخص ہر مہینے تین دن شہد چاٹ لے تو اسے کوئی بڑی تکلیف نہیں ہو گی)

یعنی شہد کا استعمال صحت کا ایک مستقل ذریعہ ہے۔ اس حقیقت کو طبّی تحقیق نے بھی ثابت کیا ہے اور اطبا نے تسلیم کیا ہے کہ شہد بہت سی بیماریوں کی دوا ہے مثلاً جسم اور خاص طور پر پھیپھڑوں کیلئے قوت بخش ہے۔ قلب کیلئے فرحت بخش ہے۔ کھانسی دمہ اور ٹھنڈے ہونے والی بیماریوں کے لئے مفید ہے۔ لقوہ اور فالج کے لئے بھی بہت مفید ہے۔ خون کو صاف کرتا ہے اگر سرمہ کی طرح آنکھوں میں لگایا جائے تو آنکھوں کی بیماری سے بچاتا اور نظر کی حفاظت کرتا ہے غرض کہ بے شمار امراض کا علاج ہے۔

کھجور: کھجور ایک بہترین میوہ بھی ہے اور غذا بھی۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اس کا ذکر موجود ہے۔ سورہ رحمٰن کی دسویں آیت میں اس طرح ذکر فرمایا گیا۔

فیھا فاکھتہ والنخل ذات الاکمام

(اس میں میوے ہیں اور غلاف والی کھجوریں)

میوئوں کے تذکرے کے بعد خاص طور پر نخل (کھجور) کا ذکر اس کی افادیت واہمیت کو ظاہر کرتا ہے جس کی وضاحت نبی کریم ﷺ کے ان ارشادات سے ہوتی ہے۔

۱۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

من تصبح کل یوم سبع تمرات عجوۃ لم یضرہ فی ذالک الیوم سم ولا سحر

(جو شخص روزانہ صبح کے وقت سات عجوہ کھجوریں کھا لیا کرے اسے اس دن زہر اور جادو سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔)

کھجور کی بہت سی قسمیں ہوتی ہیں ان میں سے ایک قسم عجوہ ہے جو درمیانہ سائز کی ہوتی ہے اور اس کا رنگ سیاہی مائل ہوتا ہے۔ یوں تو نبی کریم ﷺ نے ہر کھجور کو پسند فرمایا ہے لیکن عجوہ کی خاص طور پر افادیت بیان فرمائی ہے اور اس کو بہت سے امراض کا علاج بتایا ہے۔ جیسا کہ اسی حدیث میں فرمایا گیا کہ جو روزانہ صبح سات عجوہ استعمال کرے وہ دن بھر زہر اور جادو کے اثر سے بچا رہے گا۔ غور فرمایئے! زہر اور جادو کس قدر تکلیف دہ چیزیں ہیں اور اس کا علاج کتنا معمولی سا ہے۔ اس عجوہ کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا:

۲۔ والعجرۃ من الجنتہ وھی شفاء من السم

(اور عجوہ جنت کا پھل ہے اور اس میں زہر سے شفا دینے کی تاثیر ہے۔)

۳۔ حضرت سعیدؓ نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ میں بیمار ہو گیا تو نبی کریم ﷺ میری عیادت کو تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے میرے سینے پر اپنا نورانی ہاتھ رکھا، مجھے اس کی ٹھنڈک دل تک محسوس ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"تمہیں دل کی تکلیف ہے تم حارث بن کلیدہ ثقفی کے پاس جائو کیونکہ وہ طبیب ہے۔"

فلیاخل سبع تمرات من عجوۃ المدینۃ فلیجا من بنواتھن ثم لیارک

(اسے چاہئے کہ مدینہ کی عجوہ کھجور کے سات دانے لے کر انہیں گٹھلیوں سمیت کوٹ لے اور تمہارے منہ میں ڈال دے۔)

مئی 1988ء

نورِ الٰہی

نورِ نبوت

اور ہم تمہیں ضرور خوف و خطر، بھوک، جان و مال کے نقان اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کرینگے اور خوش خبری ہے ان لوگوں کے لئے جو مصیبت پڑنے پر کہتے ہیں کہ ہم خدا ہی کے ہیں اور خدا ہی کی طرف ہمیں جانا ہے ان پر ان کے رب کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی۔ اور اس کی رحمت ہو گی اور ایسے ہی لوگ راہ ہدایت پر ہیں۔ (القرآن)

نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

"جب کوئی بندہ مصیبت پڑنے پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتا ہے تو خدا اس کی مصیبت کو دور فرما دیتا ہے۔ اس کو اچھے انجام سے نوازتا ہے اور اس کو پسندیدہ چیز اس کے صلے میں عطا کرتا ہے۔

جو مصائب روئے زمین پر آتے ہیں اور جو آفتیں تم پر آتی ہیں وہ سب اس سے پہلے کہ ہم انہیں وجود میں لائیں ایک کتاب میں ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بات خدا کے لئے آسان ہے تاکہ تم اپنی ناکامی پر غم نہ کرتے رہو۔

اللہ تعالیٰ نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھتے ہیں

اے ہمارے پیارے نبی ﷺ! تم کیا سمجھے علیین کیا ہے اور تم کیا سمجھے کہ سجّین کیا ہے۔ یہ ایک لکھی ہوئی کتاب ہے جو کچھ تم کرتے ہو، شر کا عمل ہو یا خیر کا عمل ہو، ایک ایک ذرہ تولا جاتا ہے۔ (القرآن)

بندہ جو کچھ کرتا ہے اور جو کچھ سوچتا ہے اور جو کچھ چاہتا ہے وہ سب ایک فلم کی صورت میں ریکارڈ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح انفرادی سوچ سے گزر کر اجتماعی عمل کے خیر و شر کا بھی ریکارڈ ہوتا رہتا ہے۔ خیر کا سارا عمل علیین ہے اور شر کا سارا عمل سجّین ہے۔ سجّین اضطراب، بے چینی، پریشانی، درماندگی، مفلسی اور زندگی کے ہر موڑ پر تذلیل اور محرومی ہے۔ علیین کے ریکارڈ پر جب سجّین کے ریکارڈ کا غلبہ ہو جاتا ہے تو آسمانوں سے بلائیں نازل ہوتی ہیں۔ ناگہانی آفتوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ زمین بانجھ ہو جاتی ہے۔ ماؤں کی گودیں اجڑ جاتی ہیں۔ سہاگنوں کے سروں پر سے آنچل اتر جاتے ہیں۔ خوف و دہشت کے بادل آسمان پر اس طرح چھا جاتے ہیں کہ زندگی بلی اور چوہے کا کھیل بن جاتی ہے۔ آتش بازی آتش فشاں بن کر

لوگوں کو جھلس دیتی ہے۔ جوڑ کھل جاتے ہیں اور اعضاء ٹوٹ ٹوٹ کر زمین پر بکھر جاتے ہیں۔ پر رونق روشن بستیوں میں دھوئیں کی سیاہی پھیل جاتی ہے اور پھر یہ سیاہی دلوں پر اس طرح چھا جاتی ہے کہ ایک دوسرے کی خبر نہیں رہتی۔ موت کے رقص میں زندگیاں گھنگرو کی جھنکار بن کر فضائے بسیط میں تحلیل ہو جاتی ہیں...... علیین...امن و سکون کا گہوارہ ہے۔ قلبی سکون ہے۔ عزت و احترام کی علامت ہے۔ نوع انسانی کے لئے علیین ایک ایسی دستاویز ہے جس میں عزت و مرتبے کے ساتھ اقتدار ہے، حاکمیت ہے۔ نہ صرف زمین پر حاکمیت ہے بلکہ فرشتوں اور آسمانوں پر حکمرانی ہے۔

اور ہم نے تمہارے تابع فرمان کر دیا جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ آسمانوں میں ہے۔ سب کا سب اور ہم نے تمہارے تابع فرمان کر دیا سورج کو چاند کو ستاروں کو اور ہم نے تمہارے تابع کر دیا رات کو اور دن کو۔ (قرآن)

یہاں وہاں اور ساری کائنات پر اللہ کے قانون کے مطابق فی الارض خلیفہ آدم کی حاکمیت ہے۔ یہی حاکمیت جب زمین کی وسعت اور آسمان کی رفعت سے آدم زاد کی اپنی پست انا کی طرف لوٹ جاتی ہے تو آدم زاد علیین کے عالم سے نکل کر سجیین کے عالمین میں قید ہو جاتا ہے۔ یہی وہ قید ہے جس میں پستی، تنزل، غلامی اور محرومی کی زنجیروں میں آدم زاد اس طرح جکڑا جاتا ہے کہ اس کی اپنی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی۔ وہ دوسروں کا محتاج اور خود سے دور ہو جاتا ہے۔ اور جب ایسا ہو جاتا ہے تو دوسری قومیں اپنے ذاتی مفاد اور اپنے اقتدار کے لئے لوگوں کو آتش بازی میں جھونک دیتی ہیں۔ محتاج اور مفلس و قلاش لوگ ان خود غرض لوگوں کی ہوس زر کی بھٹیوں کے ایندھن بن کر راکھ ہو جاتے ہیں۔

آج کی دنیا سائنسی آتش فشاں کے کنارے کنارے نزع کے عالم میں ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ کب سائنسی آتش فشاں پھٹ پڑے اور دنیا مفلوج اور معذور ہو کر سسک سسک کر پیوند زمین ہو جائے۔

علیین اور سجیین کے ریکارڈ پر شعوری آنکھ دیکھتی ہے کہ خدا سے بیزاری اور قرآن سے دوری سراسر ہلاکت اور آزردگی ہے۔

نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک دعا ہے:

خدایا میں تیرا بندہ ہوں، میرا باپ تیرا بندہ ہے، میری ماں تیری بندی ہے، میں ہمہ تن تیرے بس میں ہوں، تیرا ہی حکم میرے ہر عمل میں نافذ ہے، میرے بارے میں تیرا ہر حکم سراسر انصاف ہے، میں تیرے ہر اس نام کا واسطہ دے کر جس سے تو نے اپنی ذات کو موسوم کیا یا اپنی کتاب میں نازل کیا یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا یا اپنے پاس خزانہ غیب ہی میں اس کو مستور رہنے دیا۔ تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ کتاب الٰہی قرآن کو میرے دل کی بہار، میری آنکھوں کا نور، میرے غم کا علاج اور میری تشویش کا مداوا بنا دے۔

جون 1988ء

نور الٰہی

نور نبوت

جو کچھ نہیں تھا تو اللہ تھا۔

اللہ نے جب کائنات بنائی تو پہلے کائنات کو زندہ اور متحرک رکھنے کے لئے ایک انرجی پیدا کی۔ کائنات کے وجود میں آنے سے پہلے یہ انرجی اللہ تعالیٰ کا نور ہے۔ اللہ کے نور میں جب حرکت پیدا ہوئی تو ایک من موہنی صورت بنی۔ ایک پاکیزہ اور مقدس سراپا وجود میں آیا۔ یہ وجود اللہ کی یکتا ذات کے بعد دوسرا وجود ہے۔ پہلا وجود نقش و نگار اور ڈائمینشن سے ماوراء ہے اور دوسرا وجود خدوخال کا ایک حسین پیکر ہے۔ یہ منصفانہ و مجلہ پیکر اللہ عزوجل کے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اللہ نے انسان کو جو قوت گویائی عطا کی ہے اس قوت گویائی اور اللہ کے درمیان میڈیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ امی رسول مکرم نے قرآن و حدیث کے ذریعے سے بے شمار الفاظ اور محاورات دنیا میں روشناس کرائے یعنی عرب اور غیر عرب ممالک میں جو فصاحت و بلاغت کے چاند نظر آ رہے ہیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز ہے۔ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کلام کے ذریعے فصاحت و بلاغت کا سلیقہ سکھایا۔ آج کی نشست میں ہم ایسے اشعار پیش کر رہے ہیں جن کو ہمارے دانشوروں نے قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں بیان کیا ہے۔

زر کی جو محبت تجھے پڑ جائے گی بابا

دکھ اس میں تیری روح بہت پائیگی بابا

ہر کھانے کو ہر پینے کو ترسائے گی بابا

دولت جو ترے یاں ہے نہ کام آئے گی بابا

پھر کیا تجھے اللہ سے ملوائے گی بابا

☆☆☆☆☆ (نظیر اکبر آبادی)

اب حال اپنا اس کے ہے دل خواہ

کیا پوچھتے ہو الحمد للہ

☆☆☆☆☆ (میر تقی میرؔ)

ہوا شاہ دو وادیں نام بسم اللہ سے دیواں کا

سرِ دیواں پہ ہے الحمد للہ تاج قرآں کا

☆☆☆☆☆ (وزیرؔ لکھنوی)

ہوا حمدِ خدا میں دل جو مصروفِ رقم میرا

الف الحمد کا سایہ گیا گویا قلم میرا

☆☆☆☆☆ (ذوقؔ)

آنکھیں جلتی ہیں تپِ فرقت سے

آہ مری آنکھ کی ٹھنڈک آجا

☆☆☆☆☆ (مسرورؔ)

تجھ سے پہلے اس عالم کی حقیقت کیا تھی

آدمی تھے مگر آدم کی حقیقت کیا تھی

تو نے آکر دلِ انساں کو قرینے بخشے

نورِ وحدت سے دمکتے ہوئے سینے بخشے

بھر دیا رنگ نکھرتی ہوئی تصویروں میں

زندگی ڈھل گئی قرآن کی تفسیروں میں

☆☆☆☆☆ (شکیل بدایونی)

مل جائے ایک جام مئے عشقِ مصطفیٰ ﷺ

بس اک یہی علاج مری تشنگی کا ہے

مجھ کو بھی تیرا سایہ دیوار ہو نصیب

آقا ﷺ یہ اک سوال مری عاجزی کا ہے

☆☆☆☆☆ (ندیم نیازی)

ستون چشم بدُور ہیں آپ ﷺ دیں کے

نمونہ ہیں خلقِ رسولِ امیں ﷺ کے

☆☆☆☆☆ (امیر مینائی)

یہ دنیا جو ہے مضرعِ آخرت

فقیری میں ضائع کرو اس کو مت

☆☆☆☆☆ (میر حسن)

عشق ہے قانونِ رب العالمین

عشق ہے سرمایۂ دنیا و دیں

عشق ہی دیتا ہے درس بے خودی

عشق سے ملتا ہے ایماں و یقین

☆☆☆☆☆(سید امین علی شاہ نقوی)

پردے اٹھے نگاہ سے ہر شئے نکھر گئی

تنویر صبح رات کے رخ پر بکھر گئی

صدق وصفا کا پیکر پرُ نور آگیا

یہ بندگی کا رتبۂ اعلیٰ تم ہی سے ہے

☆☆☆☆☆ (سجاد باقرؔ رضوی)

ملائیکہ ترے در کے غلام ٹھہرے ہیں

نیاز مندوں میں شامل تمام جن و بشر

☆☆☆☆☆ (شفیق آصفؔ)

ہو نہ محتاجِ کفن مقدوریاں اتنا تو ہو

لیجئے دو گز زمین اے آسماں اتنا تو ہو

☆☆☆☆☆ (شعورؔ)

عنوان مشیت کہیں ٹل سکتا ہے

تو لوح کی تحریر بدل سکتا ہے

استاد قلم نے لکھ دیا ہے جو لکھا

کیا اس کے خلاف بھی تو چل سکتا ہے

(محمد عظیم برخیاؔ قلندر بابا اولیائؒ)

جولائی 1988ء

نورِ الٰہی

آسماں ہوگا سحر کے نُور سے آئینہ پوش

اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی!

اِس قدر ہو گی ترنم آفریں بادِ بہار

نکہتِ خوابیدہ غُنچے کی نوا ہو جائے گی!

آملیں گے سینہ چاکانِ چمن سے سینہ چاک

برمِ گل کی ہم نفس بادِ صبا ہو جائے گی!

شبنم افشانی مری پیدا کرے گی سوز و ساز

اس چمن کی ہر کلی درد آشنا ہو جائے گی!

دیکھ لو گے سطوتِ رفتارِ دریا کا مآل

موجِ مضطر ہی اسے زنجیر پا ہو جائے گی!

پھر دلوں کو یاد آجائے گا پیغامِ سجود

پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی!

نالہ صیاد سے ہوں گے نوا ساماں طیور

خونِ گُلچیں سے کلی رنگیں قبا ہو جائے گی!

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں

محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی!

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے!

چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے!

(علامہ اقبالؒ)

نورِ نبوت

رونقِ بزمِ دُودۂ آدم صلی اللہ علیہ وسلم

خواجہ گیہاں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

خیرِ ممثل، نُورِ مجسم، صورتِ احساں پیکرِ رحمت

آیۂ لطفِ رَبِّک الاکرم صلی اللہ علیہ وسلم

ہو گئی اُنؐ پر ختم رسالت دیتے گئے ہیں جس کی شہادت

موسیٰ عمراں، عیسیٰ مریم صلی اللہ علیہ وسلم

خیلِ ملک تھا اس کے جلو میں یعنی قضا کار خش تھا رو میں

تاکہ جہاں ہو درہم و برہم صلی اللہ علیہ وسلم

ہے عرب اُنؐ کا ہے عجم اُنؐ کا تھامے ہوئے ہیں ہم علم اُنؐ کا

وہؐ ہیں ہمارے اُنؐ کے سب صلی اللہ علیہ وسلم

عرشِ بریں سے فرشِ زمیں تک فرشِ زمیں سے عرشِ بریں تک

غلغلہ برپا ہے یہی پیہم صلی اللہ علیہ وسلم

(مولانا ظفر علی خان)

ستمبر 1988ء

نور الٰہی

کس کا نظام راہ نُما ہے افق افق
کس کا دوام گونج رہا ہے افق افق
شانِ جلال کس کی عیاں ہے جبل جبل
رنگ جمال کس کا جما ہے افق افق
کس کے لئے نجوم بکف ہے روش روش
باب شہود کس کا کھلا ہے افق افق
کس کے لئے سرودِ صبا ہے چمن چمن
کس کے لئے نمودِ ضیا ہے افق افق
مکتوم کس کی موجِ کرم ہے صدف صدف
مرقوم کس کا حرفِ وفا ہے افق افق
کس کی طلب میں اہل محبت ہیں داغ داغ
کس کی ادا سے حشر بپا ہے افق افق
سوزاں ہے کس کی یاد میں تائبؔ نفس نفس
فرقت میں کس کی شعلہ نوا ہے افق افق

(حفیظ تائب)

نور نبوت

سلام اس پر کہ جس نے بیکسوں کی دستگیری کی

سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

سلام اس پر کہ اسرار محبت جس نے سمجھائے

سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے

سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں

سلام اس پر جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں

سلام اس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا

سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا

سلام اس پر جو سچائی کی خاطر دکھ اٹھاتا تھا

سلام اس پر جو بھوکا رہ کر اوروں کو کھلاتا تھا

سلام اس پر کہ جس کے نام لیوا ہر زمانے میں

بڑھا دیتے ہیں ٹکڑا سر فروشی کا فسانے میں

(ماہر القادری)

اکتوبر 1988ء

نورالٰہی

ہے ذکر ترا گلشن گلشن، سبحان اللہ سبحان اللہ

مصروفِ ثنا ہے سرو سمن، سبحان اللہ سبحان اللہ

غنچوں کی چٹک شبنم کی ضیاء پھولوں کی مہک بلبل کی نوا

قائم ہے تجھ ہی سے حسنِ چمن، سبحان اللہ سبحان اللہ

مطلوب بھی تُو مقصود بھی تُو، سبحان اللہ سبحان اللہ

تو روحِ صبا، تو جانِ چمن، سبحان اللہ سبحان اللہ

کیا دیکھے کوئی وسعت تیری، ہو کیسے بیاں عظمت تیری

عاجز ہے نظر، قائل ہے دہن، سبحان اللہ سبحان اللہ

ہر نقش تری قدرت کا نشاں، ہر نقش کے لب پہ ہے تیرا بیاں

ہر نقش میں تو محبوب سخن، سبحان اللہ سبحان اللہ

ہے ذکر ترا گلشن گلشن، سبحان اللہ سبحان اللہ

مصروفِ ثنا ہے سرو سمن، سبحان اللہ سبحان اللہ

نور نبوت

کس کا جمالِ ناز ہے جلوہ نمایہ سو بسو

گوشہ بگوشہ دربدر قریہ بہ قریہ کو بہ کو

اشک فشاں ہے کس لئے دیدۂ منتظر مرا

دجلہ بہ دجلہ یم بہ یم چشمہ بہ چشمہ جو بہ جو

میری نگاہِ شوق میں حسنِ ازل ہے بے حجاب

غنچہ بہ غنچہ گل بہ گل لالہ بہ لالہ بو بہ بُو

یہ مرا اضطرابِ شوق، رشک جنونِ قیس ہے

جذبہ بہ جذبہ دل بہ دل شیوہ بہ شیوہ خو بہ خو

تیرا تصورِ جمال میرا شریکِ حال ہے

نالہ بہ نالہ، یم بہ یم نعرہ بہ نعرہ ہُو بہ ہُو

کاش ہوا ان کا سامنا، عین حریم ناز میں

چہرہ بہ چہرہ رُخ بہ رُخ دیدہ بہ دیدہ دو بدو

عالمِ شوق میں رئیس جس کی مجھے تلاش ہے

خطہ بہ خطہ، رہ بہ رہ، جادہ بہ جادہ، سو بسو

(رئیس امروہی مرحوم)

نومبر 1988ء

نورالٰہی

نور نبوت

انسان جب بچپن سے نکل کر شعور میں داخل ہوتا ہے تو سب سے پہلے یہ تسلیم کرتا ہے کہ میں پیدا ہوا ہوں اور میرے پیدا کرنے والے اگر ماں باپ ہیں تو ماں باپ کی پیدائش بھی میری طرح ہوئی ہے اور یہ سلسلہ دراز ہو کر جب آدم اور حوا تک پہنچتا ہے تو جبر واکراہ کے ساتھ یا طاعت و نیاز مندی کے ساتھ اسے یہ بھی اقرار کرنا پڑتا ہے کہ پیدا کرنے والی ایک ماوراء الماوراء ہستی ہے۔ یہ ہستی صرف ایک نام سے نہیں پہچانی جاتی بلکہ محتاط اندازے کے مطابق اس ہستی کے ساڑھے گیارہ ہزار نام ہیں۔ کوئی اسے خدا کہتا ہے۔ کسی نے اس ہستی کا تعارف گاڈ(God) کے نام سے کرایا ہے۔ اور کسی نے بھگوان، یزدان، ایک، ایلیاہ اور اللہ کے نام سے جانا ہے۔ شعور کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھتے ہی یہ اقرار امر مجبوری ہے کہ جملہ کمالات اور ساری خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں۔

جاہ و جلال، عظمت و جبروت، قوت و طاقت، علم و ہنر، حسن و جمال، سخاوت و حلم، رحم و شفقت اسی ایک ذات اللہ کی صفات کا عکس ہے۔ کائنات میں جہاں جو بھی ہے چاند، سورج، ستارے، کہکشانی نظام، آسمانی رفعت، زمین کی وسعت، زمین پر پہاڑوں کا نصب ہونا، گردش لیل و نہار الگ الگ عالمین، عالمین میں ٹھوس، ٹرانسپیرنٹ سنہری پیلی، سیاہ، گندمی اور سفید مخلوق کی ہر تصویر اسی ایک اللہ کی بنائی ہوئی تصویر ہے۔ کائنات کے ذرے ذرے کو اس کا نظام الوہیت احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اللہ نے مخلوق کو نہ صرف وجود عطا کیا ہے بلکہ اس کی تعمیر و بقاء اور اس کی نگہداشت کے طریقے بھی ودیعت کئے ہیں۔ مخلوق کو کائناتی، نوعی، انفرادی شعور کے ساتھ ضروریات پوری کرنے کا ادراک بھی بخشا ہے۔ ادراک کے ساتھ ساتھ ضروریات زندگی پوری کرنے کے لئے وسائل بھی مہیا کئے ہیں۔

دن میں اجالا کیا تو وہ کسی ایک کے لئے مخصوص نہیں کیا جس طرح ایک سو دس منزلہ عمارت کے مکین اس اجالے سے فیضیاب ہوتے ہیں اسی طرح بانس کی سے بنی ہوئی جھونپڑی کے باسی بھی اس اجالے سے فیضیاب ہوتے ہیں۔

چیونٹی کی مقدار کے مطابق غذائی سامان اور اس غذائی سامان کی فراہمی کا جہاں انتظام ہے وہاں ہاتھی، وہیل مچھلی اور ڈائنوسار کی خوراک میں بھی کمی نہیں ہے۔ ہوا، بارش، روشنی، دھوپ، چشمے، آکسیجن سب نعمتیں اللہ کے دستر خوان پر سجی ہوئی ہیں۔ کوئی قیمت نہیں ہے، کوئی پابندی نہیں ہے، کوئی کمی نہیں ہے۔ جہاں جو بھی ہے اللہ کے دستر خوان سے ان نعمتوں کو بے دریغ استعمال کر رہا ہے۔

بکری کا بچہ پیدا ہوتے ہی ٹھمک ٹھمک کر ماں کے تھنوں پر منہ مارتا ہے۔ مچھلی کا بچہ پیدا ہوتے ہی تیرنا شروع کر دیتا ہے۔ چیونٹی کے دماغ میں یہ صلاحیت بھر دی گئی ہے کہ وہ ثابت دال کے دو ٹکڑے کر کے بل میں ذخیرہ کرتی ہے تاکہ زمین کی نمی سے دال اُگ نہ آئے۔ دھنیا کے چار ٹکڑے کر کے رکھتی ہے اس لئے کہ یہ بات وہ عقلی طور پر جانتی ہے کہ دھنیا کا آدھا حصہ زمین سے اُگ آتا ہے۔ شیر کو یہ وصف بخشا ہے کہ وہ کسی کا مارا ہوا شکار نہیں کھاتا۔

کائنات کا نظام ربوبیت اتنا فعال، متحرک اور زندہ ہے ہر چیز اپنے وقت، اپنے حساب سے ظاہر ہو رہی ہے اور ان دیکھے پردے میں چھپ رہی ہے۔

پہلے اس عظیم اور برتر از خلائق اللہ نے کائنات کو تین رخوں میں تین زون میں تقسیم کیا۔ ایک خود اللہ، ایک ملائکہ، ایک نوع اجنہ۔ جب عالمین کی ہر زمین پر روشنیوں کا انعکاس مدھم ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ایک تیسری نوع کو پیدا کیا۔ اس نوع کا نام آدم رکھا گیا۔

آدم کو نور کے غلاف میں بند کر کے اس کے اوپر یہ راز منکشف کیا کہ:

اے آدم! تیری نوع میں میرا ایک محبوب ﷺ ہے۔ میں نے اسی محبوب ﷺ کے لئے یہ ساری کائنات تخلیق کی ہے۔

صدیاں گزرتی رہیں نوع آدم کا شعور ارتقائی منازل طے کرتا رہا۔ اور پھر ایک وقت ایسا آیا کہ آدم کی اولاد زمین پر پھیل گئی۔ صحرا گلزار میں اور بیابان بستیوں میں تبدیل ہوتے رہے۔ یہ سب اللہ کے محبوب ﷺ کے استقبال کی تیاری ہو رہی تھی۔

یکایک کہ کی پیاسی تپتی اور گرم طوفانوں کے تھپیڑوں سے جھلستی ہوئی زمین پر چشمہ ابل آیا۔ خشک وادی سرسبز ہو گئی اور اس کے ایک چشمے سے فیض کے ایک لاکھ چوبیس ہزار چشمے اُبل پڑے۔ جب چشمے، ندیاں، نہریں، دریا اور سمندر روشنی کے ہالے سے نکل کر نور میں داخل ہوئے تو آسمانوں میں شور برپا ہو گیا۔ آسمان والو! زمین کی رفعت تم سے بڑھ گئی ہے۔

سماوات کو بے قراری نے جب اداس کر دیا اور اہل آسمان اپنے بے بضاعتی پر گداز دل کے ساتھ اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو گئے تو الرحمٰن الرحیم اللہ کو رحم آیا۔ اور فرمایا:

اللہ نور السموات والارض

"اے آسمان والو! اے گروہ جنات! اے گروہ سماوی! یہ نور ہماری ذات کا عکس ہے۔"

یاد رکھو۔ میں سب عالمین کے لئے رب ہوں اور میرے محبوب ﷺ عالمین کے لئے رحمت ہیں۔

خدا، بھگوان، گاڈ، یزدان اور اللہ نے خود کو تجلی کے پردے میں چھپا کر تجلی کے عکس ''نور'' کو ظاہر کر دیا۔ یہی نور روشنی بن کر پوری کائنات پر چھایا ہوا ہے۔ اس لئے کہ خود اللہ یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے محبوب ﷺ کے حسن و جمال سے پہچانا جائے۔

سراپا نور، سراپا رحمت، سراپا روشنی، اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم جب کائنات اور اللہ کے درمیان پہچان کا ذریعہ (Medium) بنے تو اس رب العالمین نے رحمت اللعالمین بندے سے فرمایا:

اول خلق اللہ نوری

کائنات سے پہلے اللہ تھا اور کائنات کی ابتدا میرا نور ہے۔ نور جب کائنات بنی تو روشنی وجود میں آگئی۔ روشنی پھیلی تو کائنات منور ہو گئی۔ سورج، چاند، ستارے جگمگائے، آسمانوں میں قندیلیں روشن ہوئیں۔ جنت بنی، جنت کے باغات بنے، حور و غلمان وجود میں آئے۔ زمین پر روشنی منعکس ہوئی، رنگ رنگ پھول اُگے، زمین سے فواروں کی طرح چشمے اُبلے، قطار در قطار درختوں نے کھڑے ہو کر درود و سلام پڑھا۔ قمریوں نے مدح سرائی کی، پرندے چہچہائے، کوئل کی کوک نے فضا میں ارتعاش پیدا کر دیا۔ غرضیکہ جو جہاں تھا اس نے اس روشنی کو صدق و یقین اور دل کی گہرائیوں کے ساتھ ''خوش آمدید'' کہا۔

یہ کون نہیں جانتا کہ صرف گوشت پوست اور ہڈیوں کے ڈھانچے کا نام انسان نہیں ہے۔ انسان روح سے مرکب ہے۔ روح روشنی ہے۔ روشنی نور ہے اور نور تجلی کا عکس ہے۔

اے میرے دوستو! جس طرح جسمانی ضروریات پوری کرنے کے لئے ضروریات کے علم اور ان کی تکمیل کے طریقوں سے واقف ہونا ضروری ہے بالکل اسی طرح روح کی ضروریات اور اس کی تکمیل کے طریقوں سے بھی واقف ہونا ضروری ہے۔ جسمانی تعمیر کے لئے دماغ ہماری راہنمائی کرتی ہے اور روحانی تعمیر کے لئے دل ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ دل کی تربیت کے لئے اس زمین پر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر بھیجے اور دل کو نور سے معمور کرنے کے لئے اللہ رب العالمین نے ہمارے لئے اپنے محبوب ﷺ کو عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

ربیع الاول۔ یہ مبارک مہینہ اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ ہم اپنے دلوں سے کدورتوں، نفرتوں، مصیبتوں، افتراق کو ختم کر دیں اور نور اول صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار سے اپنے دلوں کو منور کر لیں۔

تحقیق اللہ اور اس کے فرشتے نبیٔ برحق پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ہمارے دوست، ہمارے محبوب محمد الرسول اللہ ﷺ کے اوپر سلام پڑھو۔ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ محمد وسلم (درود خضری)

اللہ چاہتا ہے، اللہ اپنے بندوں سے تقاضہ کرتا ہے۔ اللہ نے اپنی مخلوق پر فرض کر دیا ہے کہ ''اللہ کے محبوب ﷺ کی اطاعت کی جائے''۔

اللہ کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نقش قدم پر چلنا حضور پاک ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنا اللہ کی اطاعت ہے۔ اللہ کے راستہ پر چلنا ہے اور اللہ کی تعلیمات پر عمل کرنا ہے۔

''جس نے میرے رسول ﷺ کی اطاعت کی پس اس نے میری اطاعت کی۔'' (قرآن)

دسمبر 1988ء

نورِ الٰہی

اسی کے نام سے ہر ابتدا ہے

وہی ہر ابتدا کی انتہا ہے

وہ خالق ہے زمین و آسمان کا

وہی مالک ہے اس سارے جہاں کا

میں ہر ہر سانس میں اس کو سوچتا ہوں

اسی کو روز و شب میں کھوجتا ہوں

ہزار آئینہ اس کا ایک پہلو

اسی کے نور کا پرتو ہے ہر سُو

جدھر جائیں اسی کا نقش پا ہے

یہ دنیا کیا ہے اک حیرت کدہ ہے

نہ جانے کیوں ہے تو اتنا پریشاں

وجود اس کا ہے نزدیک رگِ جاں

نمازِ شوق پڑھ، کچھ جستجو کر

کبھی تو خونِ دل سے بھی وضو کر

نہیں دشوار جامِ وصل پینا

ہے شرط اتنی کہ واہو چشمِ بینا

(فلائٹ لیفٹیننٹ فیروز ناطق خسرو)

نور نبوت

عشقِ خیر الانام چاہتی ہوں

رحمتیں صبح و شام چاہتی ہوں

آپؐ کے در پہ حاضری کا شرف

میں بصد احترام چاہتی ہوں

وقف ہو آپؐ کے لئے ہستی

ذکرِ آقاؐ ہو کام چاہتی ہوں

دل ہو منبع علوم عالی کا

نظر پائے دوام، چاہتی ہوں

جُز تجسس میں گم ہو کل بن کے

کیونکہ جلوۂ عام چاہتی ہوں

دل کے موتی محمدؐ عربی!

بس صدف سا مقام چاہتی ہوں

ہو مرقع کتاب و حکمت کا

عارفانہ کلام چاہتی ہوں

میری بخشش کے واسطے آقاؐ

آپ کا ہو سلام، چاہتی ہوں

عارفہ لب پہ نام ہو ان کا

میں یہ صبح و شام چاہتی ہوں

(آنسہ عارفہ خان)

☆☆☆☆☆

جنوری 1989ء

نور الٰہی

ہے پاک رتبہ فکر سے اس بے نیاز کا

کچھ دخل عقل کا ہے نہ کام امتیاز کا

غش آگیا کلیمؑ سے مشتاق دید کو

جلوہ بھی بے نیاز ہے اس بے نیاز کا

افلاک وارض سب ترے فرماں پذیر ہیں

حاکم تو جہاں کے نشیب وفراز کا

اس بے کسی میں دل کو مرے ٹیک لگ گئی

شہرہ سنا جو رحمت بے کس نواز کا

مانند شمع تیری طرف لو لگی رہے

دے لطف میری جان کو سوز و گداز کا

تو بے حساب بخشش کہ ہیں بے شمار جرم

دیتا ہوں واسطہ تجھے شاہِ حجازؐ کا

کیونکر نہ میرے کام بنیں غیب سے حسنؔ

بندہ بھی ہوں تو کیسے بڑے کارساز کا

(مولانا حسن رضا خاں)

نورِ نبوت

اس ایک شب کا سفر کیا سفر رہا ہو گا

بہت طویل مگر مختصر رہا ہو گا

فرشتہ آپؐ کے جو ہم سفر رہا ہو گا

وہ فخر اپنے مقدر پہ کر رہا ہو گا

طنابیں ارض و سماء کی کھنچی رہی ہوں گی

کہ وقت اپنی جگہ پر ٹھہر رہا ہو گا

کہ خیر مقدم سردار انبیاءؐ کے لئے

دقیقہ کیا کوئی صرفِ نظر رہا ہو گا

رخِ حجاب سے جب پردے اٹھ گئے ہونگے

تمام عرش پہ جلوہ بکھر رہا ہو گا

جہاں خیال بشر بھی نہ جا سکے لیکن

وہاں بہ نفسِ نفیس اک بشرؐ رہا ہو گا

مراجعت پہ جدائی کا کچھ اثر انجمؔ

اِدھر تو ہو گا اُدھر بھی مگر رہا ہو گا

(انجمؔ مینائی)

فروری 1989ء

نور الٰہی

یاخدا تیری رحمت کچھ حد نہیں، تیری رحمت سے ذرہ بھی تارا ہوا

اُس کے قدموں پہ شاہوں کے سر جھک گئے جس جانب ترا اک اشارہ ہوا

تُو ہی خالق ہے مالک ہے ستار ہے، تُو ہی رحمٰن تُو ہی غفار ہے

تیرے سائے میں اُس کو اماں مل گئی، آگیا جو مصیبت کا مارا ہوا

یاخدا اِس طرح مجھ خطاکار کے عیب چھپ جائینگے بات رہ جائیگی

کاش مل جائے مجھ کو کفن کے لئے، کوئی کعبے کا پردہ اتارا ہوا

خواہ وہ فلسفی ہوں کہ ہوں منطقی چاہے دانا ہوں اور چاہے ناداں ہوں

جن کے سر میں سمایا نہ سودا تیرا، ان کو دونوں جہاں میں خسارا ہوا

میں تو انورؔ بہت ہی گنہگار ہوں، پھر بھی اللہ نے لاج رکھی مری

مجھ پہ دنیا میں انگلی اٹھائے کوئی یہ نہ اُس کے کرم کو گوارا ہوا

(انور فرخ آبادی)

نور نبوت

سے سرورِ دو کون شہنشاہ ذوالکرم

سر خیل مرسلین و شفاعت گرامم

تو تھا سریر اوجِ رسالت پہ جلوہ گر

آدم جہاں ہنوز پس پردۂ عدم

صدقے زمیں کے ہوتا نہ پھر پھر کے آسماں

رکھتا سرِ زمیں نہ اگر اپنا تو قدم

تیری جناب پاک میں ہے یہ ظفرؔ کی عرض

صدقے میں اپنے آلکی اے شاہِ محتشم

صیقل سے اپنے لطف و عنایت کے دور کر

آئینہ ضمیر سے میرے غبار غم

پہنچا نہ آستان مقدس کو تیرے میں

اس غم سے مثلِ چشمہ ہوئی میری چشم نم

پر خاکِ آستاں کو تری اپنی چشم میں

کرتا ہوں سرمہ میلِ تصور سے دم بہ دم

(بہادر شاہ ظفرؔ)

مارچ 1989ء

نور الٰہی

اے ہمارے خدا تو ہے سب سے بڑا

صرف تیری مدد کا ہمیں آسرا

ہم غریبوں کی سُن نارسائوں کی سُن

سننے والا نہیں کوئی تیرے سوا

اے ہمارے خدا

لے پناہوں میں ہم کو بھی رحمت تری

تجھ سے ہم مانگتے ہیں محبت تری

یہ بھی تیرا کرم یہ بھی تیری عطا

اے ہمارے خدا

لیں نہ ہم بھول کر بھی سہارا غلط

اک قدم بھی نہ اٹھے ہمارا غلط

ہم کو سچائی کے راستوں پر چلا

اے ہمارے خدا

دوریوں کو جگہ اپنے نزدیک دے

خیر کے ساحلوں کی ہمیں بھیک دے

شر کی طغیانیوں نے ہے گھیرا ہوا

اے ہمارے خدا

سر ترے آگے جھک جائیں ہر حال میں

شکر تیرا بجالائیں ہر حال میں

مفلسی ہو کہ ہو دولتِ بے بہا

اے ہمارے خدا

(مظفر وارثی)

نور نبوت

تذکرہ در تذکرہ منہ کو رحلیہ آپؐ کا

روشنی در روشنی دنیا میں اسوہ آپؐ کا

آپؐ کی توصیف سے لبریز قرآن حکیم

کیا کرے گا اب کوئی انساں احاطہ آپؐ کا

نعت کیا ہے آپؐ کے حسن عقیدت کے سوا

شاعروں کا ڈھونڈنا لفظوں میں جلوہ آپؐ کا

آپ محبوب خدا ہیں شافعِ روز جزا

معتبر کتنا ہے بخشش کا وسیلہ آپؐ کا

شان والے بھی جھکے جاتے ہیں کتنے عجز سے

کتنی عظمت شان والا ہے مدینہ آپ ﷺ کا

زندگی کے راستوں میں وہ بھٹک سکتا نہیں

منتخب جس نے بھی کر ڈالا ہے رستہ آپ ﷺ کا

زندگی میں دیکھنے کی دل میں حسرت ہی رہی

خواب میں دیکھا ہے جو پر نور حجرہ آپ ﷺ کا

صوبیدار (ریٹائرڈ) مقرب آفندی

اپریل1989ء

نورالٰہی

نام بھی تیرا عقیدت سے لئے جاتا ہوں

ہر قدم پر تجھے سجدے بھی کئے جاتا ہوں

کوئی دنیا میں مرا مونس و غمخوار نہیں

تیری رحمت کے سہارے پہ جیئے جاتا ہوں

تیرے اوصاف میں اک وصف خطا پوشی ہے

اس بھروسے پہ خطائیں بھی کئے جاتا ہوں

آزمائش کا محل ہو کہ مسرت کا مقام

سجدۂ شکر بہر حال کیئے جاتا ہوں

زندگی نام ہے اللہ پر مرمٹنے کا

یہ سبق سارے زمانے کو دیئے جاتا ہوں

صبر کرنا ہے، تری شان کریمی کو عزیز

میں یہی سوچ کے آنسو بھی پیئے جاتا ہوں

ہر گھڑی اُس کی رضا پیش نظر ہے اقبالؔ

شکر ہے ایک سلیقہ سے جیئے جاتا ہوں

(اقبال عظیم)

نور نبوت

رہینِ احسان بے نہایت، ہے محفل کائنات ان ؐ کی
خدائے برتر کا فیض رحمت ہے ذات والاصفات ان ؐ کی
وہ ذات سب سے کریم جن کی، وہ خلق سب سے عظیم جن ؐ کا
دمک رہی ہے بیاضِ عالم میں داستان حیات ان ؐ کی
شعور و عرفاں بھی، علم وایقاں بھی، حلم واحسان بھی ان ؐ کا منصب
ابد تلک بے نظیر و یکتا ہے ذاتِ والاصفات ان ؐ کی
قدم لئے بڑھ کے کہکشاں نے، سلام کو مہر وماہ نکلے
ہزاروں صدیوں سے منتظر تھی یہ محفل کائنات ان ؐ کی
ہے جاں نثاروں کو رہنما، ان ؐ کے چشم و ابرو کا ہر اشارہ
ابد تک اہل صفا کے سینوں میں نقش ہے بات بات ان ؐ کی
جو دن گزرنا تھا بندگان خدا کی اصلاح و تربیت میں
تو رب واحد کی بندگی میں ہمیشہ کٹتی تھی رات ان ؐ کی
یہ ان ؐ کے لطف و کرم کا وصفِ جمیل اصحاب ؓ باصفا ہیں
حنین و خندق کے معرکوں میں وہ شان صبر و ثبات ان ؐ کی
مراد ان کے درِ عنایت سے پا رہے ہیں گدا و سلطاں
نصیب کیا کیا سنوار دیتی ہے چشم پر التفات ان ؐ کی

(حفیظ الرحمٰن احسنؔ)

مئی 1989ء

نور الٰہی

چاہتا تھا کہ لکھوں وصف خدایا تیرا

جھک کے پہلے ہی قلم نے کیا سجدہ تیرا

متحد قلب وزباں کر کے یہ اقرار کیا

کوئی ثانی نہیں اے خالقِ یکتا تیرا

خالقِ کل جسے کہیئے وہ فقط ذات تری

کیونکہ ہر شئے میں نظر آتا ہے جلوہ تیرا

کوہ اور کاہ کے پردے میں نہاں تیرا وجود

بحر و بر میں نظر آتا ہے تماشہ تیرا

پتے پتے سے پتہ ملتا ہے وحدت کا تری

قطرہ قطرہ سے ٹپکتا ہے کرشمہ تیرا

بوٹے بوٹے میں مہک دیتی ہے خوشبو تیری

ذرہ ذرہ میں چمک دیتا ہے جلوہ تیرا

کارفرما گل وبلبل میں بہاریں تیری

شمع وپروانہ میں جاری ہے تماشہ تیرا

گرچہ ہر شئے سے نمایاں ہے مگر پھر بھی نہاں

واہ کیا خوب تماشہ ہے یہ پردہ تیرا

اس طلسمات میں آسان نہ تھی تیری تلاش

آفریں اس کو جو ہے دیکھنے والا تیرا

(شبابؔ لکھنوی)

نور نبوت

رحمت حق ملی ہے نبیؐ سے

دل ہوا پاک آلودگی سے

روحِ انسانیت جھوم اٹھی

تیرے پیغام کی نغمگی سے

جھولیاں بھر گئیں عاصیوں کی

تیری رحمت کی دریادلی سے

پائی معراج انسانیت نے

تیرے ہی علم اور آگہی سے

اک نئی سوچ انساں کو بخشی

آپؐ نے فکر کی تازگی سے

زندگی کا سلیقہ سکھایا

حسن تہذیب و شائستگی سے

وقت کی قدر کرنی سکھائی

اپنی باقاعدہ زندگی سے

جہل کی تیرگی دور کردی

سیرت پاک کی چاندنی سے

خود بتوں نے بھی کلمہ پڑھا ہے

تیری تبلیغ کی دل کشی سے

سر جھکے سروران جہاں کے

تیرے اخلاق کی سروری سے

دشمنوں نے بھی تجھ کو سراہا

تیرے کردار کی برتری سے

کج کلاہوں کی گردن جھکی ہے

تیرے اخلاص کی سادگی سے

عاصیوں کے لئے آپؐ روئے

اپنے احساس کی خستگی سے

مسکراہٹ گلوں نے اڑائی

آپؐ ہی کی تو خندہ لبی سے

تم ہی تم ہو جدھر دیکھتا ہوں

جذبۂ دل کی دیدہ وری سے

چاک دل اپنے کاوشؔ کا سی دو

اپنی رحمت کی بخیہ گری سے

(فیاض کاوشؔ)

جون 1989ء

نور الٰہی

مقدور ہمیں کب ترے وصفوں کی رقم کا

حقّا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا

جس مسندِ عزت پہ کہ تو جلوہ نُما ہے

کیا تاب گزر ہووے تعقّل کے قدم کا

بستے ہیں ترے سایہ میں سب شیخ و برہمن

آباد ہے تجھ سے ہی تو گھر دَیر و حرم کا

ہے خوف اگر جی میں تو ہے تیرے غضب کا

اور دل میں بھروسا ہے تو تیرے ہی کرم کا

مانند حباب آنکھ تو اے درد کھلی تھی

کھینچا نہ پر اس بحر میں عرصہ کوئی دم کا

(خواجہ میر دردؔ)

نور نبوت

انؐ کی شان کا سورج چمکا شاخیں جھومیں پھول کھلے

ہو گیا ہر سُو نور کا تڑکا شاخیں جھومیں پھول کھلے

انﷺ کی یاد کا ساون برسا شاخیں جھومیں پھول کھلے

رحمت والی ہو گئی برکھا شاخیں جھومیں پھول کھلے

آپؐ سے پہلے دنیا میں ہر سمت خزاں کا موسم تھا

آپؐ آئے تو میرے آقاؐ شاخیں جھومیں پھول کھلے

ایک خدا ہے ایک نبیؐ ہے، ان کو دل سے مانو تم

آپؐ نے جس دم فرمایا تھا شاخیں جھومیں پھول کھلے

سرسبز و شاداب ہوا پھر بوٹا اس کی قسمت کا

آپؐ کا روضہ جس نے دیکھا شاخیں جھومیں پھول کھلے

دور ہوئی انؐ کے آنے سے موسم کی بے رنگی سب

صحرا صحرا سب نے دیکھا شاخیں جھومیں پھول کھلے

ایمانوں کے پھل سے لد گئے سارے پیڑ یقینوں کے

مل گیا سب کو انؐ کا سایا شاخیں جھومیں پھول کھلے

(رشید کاملؔ)

جولائی 1989ء

نور الٰہی

اسی کے نام سے ہر ابتدا ہے

وہی ہر ابتدا کی انتہا ہے

وہ خالق ہے زمین وآسمان کا

وہی مالک ہے اس سارے جہاں کا

میں ہر ہر سانس اس کو سوچتا ہوں

اسی کو روز و شب میں کھوجتا ہوں

ہزار آئینہ اس کا ایک پہلو

اسی کے نور کا پر تو ہے ہر سو

تلاش اس کی ہے سوتے جاگتے میں

وہی منزل نشاں ہے راستہ میں

جدھر جائیں اسی کا نقش پا ہے

یہ دنیا کیا ہے اک حیرت کدہ ہے

نہ جانے کیوں ہے تو اتنا پریشاں

وجود اس کا ہے نزدیکِ رگ جاں

نمازِ شوق پڑھ، کچھ جستجو کر

کبھی تو خون دل سے بھی وضو

نہیں دشوار جام وصل پینا

ہے شرط اتنی کہ واہو چشم بینا

(فلائٹ لیفٹیننٹ فیروز ناطق خسرو)

نور نبوت

مہرِ عرب ہے نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم

ماہِ عجم ہے فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم

عرش کے تارے نقشِ کفِ پا، فرش کے ذرے ہیں ید بیضا

فرش پہ قدسی، عرش پہ آدم صلی اللہ علیہ وسلم

صورتِ نور ہے جلوۂ خاکی، سیرتِ قرآن، شکل خدا کی

بے تمثیل ہے عبدِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم

شاخِ گلِ طوبیٰ میں وہی ہے، خاکِ رہِ بطحا میں وہی ہے

وہی ہے سرور، وہی ہے اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

بابِ رحمت لاکھوں جلوے، خاک جبینیں، محرم سجدے

روضۂ اقدس، خاصۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

جس نے دشتِ فرشِ زمیں پر، جس نے اوجِ عرش بریں پر

لہرایا انسان کا پرچم صلی اللہ علیہ وسلم

(رشید نثارؔ)

اگست 1989ء

نور الٰہی

نام بھی تیرا عقیدت سے لئے جاتا ہوں

ہر قدم پر تجھے سجدے بھی کئے جاتا ہوں

کوئی دنیا میں مرا مونس و غمخوار نہیں

تیری رحمت کے سہارے پہ جیئے جاتا ہوں

تیرے اوصاف میں اک وصف خطا پوشی ہے

اس بھروسے پہ خطائیں بھی کئے جاتا ہوں

آزمائش کا محل ہو کہ مسرت کا مقام

سجدۂ شکر بہر حال کیئے جاتا ہوں

زندگی نام ہے اللہ پر مرمٹنے کا

یہ سبق سارے زمانے کو دیئے جاتا ہوں

صبر کرنا ہے، تری شان کریمی کو عزیز

میں یہی سوچ کے آنسو بھی پیئے جاتا ہوں

ہر گھڑی اُس کی رضا پیش نظر ہے اقبالؔ

شکر ہے ایک سلیقہ سے جیئے جاتا ہوں

(اقبال عظیم)

نور نبوت

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں

یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں

وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو، وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں

وہ شرف کہ قطع ہیں بستیں وہ کرم کہ سب سے قریب ہیں

کوئی کہہ دو یاس وامید سے وہ کہیں نہیں وہ کہاں نہیں

ہے انہیؐ کے نور سے سب عیاں ہے انہیؐ کے جادہ میں سب نہاں

بنے صبح تابشِ مہر سے، رہے پیش مہر، یہ جاں نہیں

وہی نور حق وہی ظلِ رّب ہے انہی سے سب ہے انہی کا سب

نہیں انؐ کی ملک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں

سرِ عرش پر ہے تریؐ گزر دل فرش پر ہے تری نظر

ملکوت وملک میں کوئی شئے، نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

کروں تیرےؐ نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا

دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

نہیں جس کے رنگ کا دوسرا، نہ تو ہو کوئی نہ کبھی ہوا

کہو اس کو گل کہے کیا کوئی کہ گلوں کا ڈھیر کہاں نہیں

کروں مدح اہل دُوَل رضا پڑے اس بَلا میں مری بلا

میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارۂ ناں نہیں

(شاہ احمد رضا خاں)

ستمبر 1989ء

نورِ الٰہی

نور نبوت

اللہ رب العالمین کے محبوب بندے رحمت اللعالمین محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

’’سب سے اچھا وہ شخص ہے جس کے دیدار سے تم کو اللہ یاد آئے، جس کی باتوں سے ہمارے علم میں اضافہ ہو۔ جس کے عمل سے تمہاری رغبت آخرت کی طرف بڑھنے لگے۔‘‘

انسانوں کا بہی خواہ اور ہمدرد اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔

قیامت کے دن محبوب ترین اور مقرب اللہ کے نزدیک حاکم عادل ہوگا۔

بندگانِ خدا کو فائدہ پہنچانے والا اللہ کو سب سے زیادہ عزیز ہے۔

اللہ تعالیٰ کے کچھ خاص بندے ہیں جو لوگوں کی دادرسی اور دستگیری کرتے ہیں اور ضرورت کے وقت لوگ ان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں عذاب الٰہی سے امان ہے۔

بہترین مومن وہ ہے جس کا اخلاق بلند ہو اور اہل و عیال کے ساتھ بہت مہربانی اور محبت سے پیش آتا ہو۔

تین صفتیں جن بندوں میں ہوں گی اللہ ان کو اپنے دامن رحمت میں جگہ دے گا اور جنت میں داخل کرے گا۔

۱۔ جو شخص نعمتوں پر شکر ادا کرے۔

۲۔ جو غصے کی حالت میں صبر و ضبط سے کام لے۔

۳۔ جو شخص قدرت کے باوجود معاف کردے۔

جس شخص کو خدا پسند کرتا ہے اس کے دل کا قفل کھول دیتا ہے اس کو صدق و یقین کا محل بنا دیتا ہے۔ اس کے عقل کو سلامتی، زبان کو راستی، اخلاق میں استقامت، کان کو سماعت اور آنکھ کو صحیح بصارت عطا کر دیتا ہے۔

جس بندے کو خدا محبوب بنانا چاہتا ہے اس کی محبت فرشتوں کے دلوں میں ودیعت کر دیتا ہے۔

اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے محبوب بنو تو امانت میں خیانت نہ کرنا۔ سچی بات کہنا اور ہمسائے سے حسن سلوک کرنا۔

تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے گھر والوں سے اچھا سلوک کرتا ہو اور اپنے اہل و عیال کا بہت خیال رکھتا ہو اور یاد رکھو عورتوں کی عزت صرف کریم ہی کر سکتا ہے۔ اور عورتوں کی توہین کمینہ ہی کرے گا۔

بہترین شخص وہ ہے جو آخرت کو دنیا کے لئے اور دنیا کو آخرت کے لئے ترک نہ کرے۔

بہترین دوست وہ ہے جب تم اللہ کو یاد کرو وہ تمہاری مدد کرے۔ اور جب اللہ کو بھلا دو وہ یاد دلائے۔

مومن بندہ اپنے دشمن پر ظالم نہیں کرتا۔ دوستوں کی رعایت میں گناہگار نہیں ہوتا۔ امانت کو ضائع نہیں کرتا۔ لعن طعن اور حسد نہیں کرتا۔ حق کا اظہار کرتا ہے خواہ اس سے اظہار حق کے لئے کہا بھی نہ جائے۔ نماز میں خشوع و خضوع اور زکوٰۃ کی ادائیگی میں تعجیل سے کام لیتا ہے۔ مصیبتوں میں باوقار اور نعمتوں پر شکر گزار ہوتا ہے اور جو چیز اس کی نہیں ہے اس کا دعویٰ نہیں کرتا۔ بخل اس کو نیک کاموں سے نہیں روکتا۔ علم حاصل کرنے کے لئے لوگوں کے پاس بیٹھتا ہے اور گفتگو کرتا ہے۔ ظلم و ستم پر صبر کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ اس کی مدد کرتا ہے۔

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں:

۱۔ جب ملاقات کرے تو سلام کرے۔

۲۔ جب کوئی بلائے تو اس کی دعوت کو رد نہ کرے۔

۳۔ نیک مشورہ دے۔

۴۔ جب چھینک آئے تو الحمد للہ کہے۔

۵۔ جب وہ بیمار ہو تو مزاج پرسی کرے۔

۶۔ اگر مر جائے تو جنازہ میں شریک ہو۔

خدا ایک مومن صالح کی وجہ سے اس کے سو پڑوسیوں کو بلا سے محفوظ رکھتا ہے۔ خدا جس قوم کی تباہی چاہتا ہے اس کی قیادت فضول خرچ اور عیاش لوگوں کے سپرد کر دیتا ہے۔

بدترین شخص وہ ہے جو اکیلا کھائے اور کسی کو کچھ نہ دے اور اس سے بڑھ کر شریر وہ ہے جس کی شرارت سے لوگ ڈرتے ہوں۔ اور اس سے خبیث وہ شخص ہے جو اپنے دین کو دوسرے کی دنیا کے لئے فروخت کر دے اور اس سے زیادہ رذیل وہ ہے جو دین کے ذریعے دنیا حاصل کرے۔

اللہ بندے سے کہے گا میں بیمار تھا تو نے عیادت نہیں کی۔ بندہ حیرت سے کہے گا کیسے تیری عیادت کر سکتا تھا۔ تو دو جہاں کا بادشاہ ہے۔ اللہ کہے گا۔ میرا فلاں بندہ بیمار تھا۔ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ پھر خدا کہے گا میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا مگر تو نے مجھے کھانا نہیں دیا۔ بندہ کہے گا اے دو جہاں کے بادشاہ میں تیری بات نہیں سمجھا۔ میں تجھے کھانا کیسے دیتا۔ جواب ملے گا فلاں شخص نے تجھ سے کھانا طلب کیا تھا۔ اگر تو اسے کھانا کھلا دیتا تو مجھے اس کے پاس دیکھتا۔ پھر خدا کہے گا میں نے تجھ سے پانی مانگا مگر تو نے مجھے پانی نہیں دیا۔ جب بندہ حیرت زدہ ہو گا خدا کہے گا فلاں شخص نے تجھ سے پانی کا سوال کیا تھا مگر تو اسے پانی دیتا تو ایسا ہی ہوتا جیسا کہ مجھے پانی پلا دیا۔

شادی کرو اور طلاق نہ دو کیونکہ طلاق سے عرش الٰہی کا پایہ ہلتا ہے۔ ایک دوسرے کو معاف کرتے رہو تا کہ کینے مٹتے رہیں۔

ایک دوسرے کو ہدیے دیتے رہو کہ یہ محبت میں اضافے کا سبب ہے اور اس سے دل کی کدورت ختم ہو جاتی ہے۔ دوست بہت بناؤ کیونکہ اللہ اس بات سے حیا کرتا ہے کیونکہ قیامت کے دن کسی کو اس کے دوستوں کی موجودگی میں عذاب دے۔

روزے، نماز اور صدقے سے بھی بہتر عمل دو دلوں میں اتحاد اور ہم آہنگی پیدا کرنا ہے کیونکہ دو دلوں کا فساد ہلاکت اور تباہی کا پیش خیمہ ہے۔

مظلوم کی بددعا سے ڈرو کیونکہ وہ اس خدا سے اپنا حق طلب کر رہا ہے جو حقدار کو اس کے حق سے کبھی محروم نہیں کرتا۔

غیبت سے بچو۔ یہ زنا سے بھی بدتر ہے۔ انسان زنا کرتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے۔ لیکن غیبت کرنے والے کی بخشش اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک اس کو وہ معاف نہ کر دے جس کی غیبت کی گئی ہو۔

جھوٹی تعریف کرنے سے بچو کہ یہ ذبح کرنے کے مترادف ہے۔ ہوا و ہوس سے بچو یہ انسان کو اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔

غصہ شیطان سے ہے اور شیطان آگ سے ہے اور آگ پانی سے بجھتی ہے لہٰذا جب تمہیں غصہ آئے تو وضو کرو۔ غرور ستر سال کی عبادت ختم کر دیتا ہے۔

رحم کرنے والوں پر اللہ کی رحمت ہو۔ رحم کرو تا کہ آسمان والا تم پر رحم کرے۔

چھ چیزوں کا مجھ سے عہد کرو۔ میں تمہیں جنت میں لے جانے کا وعدہ کرتا ہوں:

۱۔ بات ہمیشہ سچی کرو۔

۲۔ وعدہ خلافی نہ کرو۔

۳۔ امانت میں خیانت نہ کرو۔

۴۔ اپنی آنکھوں کو نظر بازی سے دور رکھو۔

۵۔ اپنے ہاتھوں کو دست درازی نہ کرنے دو۔

۶۔ اپنی عصمت کی حفاظت کرو۔

اکتوبر 1989ء

نور الٰہی

نور نبوت

اللہ رب العالمین کے محبوب بندے رحمت اللعالمین محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

میں نے معراج کی رات جنت میں ایک دروازہ دیکھا جس پر تحریر تھا کہ صدقے کا دس گنا اجر ملے گا اور قرض کا اٹھارہ گنا۔ میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا کہ یہ کی بات ہے کہ قرض دینے کا اجر صدقے سے زیادہ ہے حالانکہ صدقے کا اجر زیادہ ہونا چاہئے۔

جبرائیلؑ نے کہا۔ یارسول اللہ ﷺ! بات یہ ہے کہ صدقہ کبھی فقیر کو ملتا ہے اور کبھی ایسے شخص کو بھی مل جاتا ہے جو اس کا محتاج نہیں ہوتا مگر قرض تو صرف اس کو دیا جاتا ہے جو محتاج ہو۔ اس لئے قرض دینے کا اجر زیادہ ہے۔

بندہ ایک بات منہ سے نکالتا ہے جو اللہ کی خوشنودی کی بات ہوتی ہے۔ بندہ اس کا خیال نہیں کرتا اور اسے کوئی اہمیت نہیں دیتا لیکن اللہ تعالیٰ اس بات کی بدولت اس کے درجات بلند کر دیتا ہے۔ اسی طرح آدمی خدا کو ناراض کرنے والی بات لاپرواہی سے زبان سے نکالتا ہے جو اسے جہنم میں گرا دیتی ہے۔

جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ اگر بولے تو منہ سے اچھی بات نکالے ورنہ چپ ہی رہے۔

جو شخص اسلوب کلام میں اس لئے ادل بدل کرتا ہے کہ لوگ اس کے اوپر گرویدہ اور فریفتہ ہو جائیں تو خدا قیامت کے دن اس کا فدیہ اور اس کی توبہ قبول نہیں کرے گا۔

اپنے مسلمان بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار نہ کرو۔ ورنہ اللہ اس پر رحم فرما کر اس کی مصیبت ہٹا دے گا اور تجھے مصیبت میں مبتلا کر دے گا۔

جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے درد اور رحم سے محروم رکھا وہ ناکام اور نامراد ہو گیا۔

مشہور و معروف شخص کے لئے تکلیفیں ہیں اور گمنام و غیر معروف شخص کیلئے آسائش ہے۔

ایک مجلس میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کوئی مشروب پیش کیا گیا۔ اس وقت آپ کے دائیں ہاتھ ایک نو عمر بچہ بیٹھا ہوا تھا۔ اور بائیں ہاتھ معمر لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے اس مشروب میں سے تھوڑا سا پانی پی کر اس نو عمر لڑکے کو دے کر کہا۔ اگر تم اجازت دو تو بقیہ مشروب ان حضرات کو دے دوں۔ وہ کہنے لگا نہیں۔ خدا کی قسم آپ ﷺ سے ملنے والے حصے میں اپنے اوپر کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ چنانچہ حضور ﷺ نے وہ پیالہ اس لڑکے کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

معرفت الٰہی اصل حکمت ہے اور پرہیزگاری دین کی اساس ہے۔

ایمان باﷲ کے بعد اصل حکمت حیا اور خوش خلقی ہے۔

فال لینے والے، کہانت کرنے والے اور جادو گر کا ہم سے کوئی تعلق نہیں۔

اللہ رحمت کرے اس شخص پر جو گفتگو کے معاملے میں بخیل ہو اور مال کے سلسلے میں فیاض ہو۔

حاملہ عورتیں، بچے والیاں، دودھ پلانے والیاں، اپنی اولاد سے محبت کرنے والیاں، اگر شوہر سے اچھی روش رکھیں اور نماز قائم کریں تو بلاشبہ جنت میں داخل ہوں گی۔

اپنے ماں باپ سے نیکی کرو۔ تمہاری اولاد تم سے نیکی کرے گی۔

تُو اور تیرا سب کچھ تیرے باپ کا ہے۔

خداوند کریم جوان عبادت گزار فرشتوں کے سامنے فخر و مباہات کرتا اور کہتا ہے کہ میرے بندے کو دیکھو کہ اس نے صرف میرے لئے جوانی کے جذبات اور اس کے تقاضوں کو کچل دیا ہے۔

جہاں مہمان نہ آئے ہوں وہ گھرانہ منحوس ہو جاتا ہے۔

جس گھر میں بچے نہ ہوں اس میں برکت کہاں؟

نرم ماج، ملائم طبع، آسان گیر اور ملنسار آدمی پر جہنم حرام ہے۔

سلام کرنے میں پہل کرنا اور اچھی گفتگو کرنا مغفرت کا سبب ہے۔

استغفار گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

سچے اور امانتدار تاجر پر جنت کے دروازے بند نہیں کیے جائیں گے۔

دنیا اور آخرت کی تمام خوبیاں علم سے وابستہ ہیں۔ اور دونوں جہاں کی تمام برائیاں جہالت سے وابستہ ہیں۔

جو اہل علم سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔

علم اسلام کی زندگی اور دین کا ستون ہے جس نے علم حاصل کیا۔ اللہ اس کو اجر عظیم دے گا۔ اور جس نے علم کے ساتھ عمل کیا اللہ اس کے علم میں اور اضافہ کرے گا۔

حسن زبان حسن انسان ہے۔

ہمسائے کا احترام عمر اور آبادی میں اضافہ کرتا ہے۔

حیا سرمایۂ زینت ہے۔ تقویٰ سرمایۂ بزرگی۔ صبر بہترین سواری ہے اور غیب سے سامانِ راحت کا انتظار عبادت ہے۔ اگر تم مسلمانوں کی پوشیدہ باتوں کی جستجو میں پڑو گے تو ان کو فساد میں مبتلا کر دو گے۔

آپس میں ایک دوسرے کو گالیاں دینے والوں میں پہل کرنا قصوروار ہے۔ بشرطیکہ مظلوم جواب میں حد سے نہ بڑھے۔

بہت لعنت کرنے والے قیامت کے دن نہ گواہوں میں لئے جائیں گے نہ سفارش کرنے والوں میں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ غیبت زنا سے سخت تر گناہ ہے۔ لوگوں نے پوچھا۔ یا رسول اللہ ﷺ! غیبت زنا سے سخت گناہ کیوں کر ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ آدمی زنا کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے لیکن غیبت کرنے والے کو معاف نہیں کرے گا۔ جب تک کہ وہ شخص اس کو معافی نہ دے دے جس کی اس نے غیبت کی ہے۔

غیبت کا ایک کفارہ یہ ہے کہ اس شخص کے لئے دعائے مغفرت کرے جس کی تو نے غیبت کی ہے۔ دعا اس طرح کی جائے اے اللہ! تو میری اور اس کی مغفرت فرما۔

سب سے وزنی چیز جو قیامت کے دن مومن کی ترازو پر رکھی جائے گی وہ اس کا حسن اخلاق ہو گا۔ اور اللہ اس شخص سے بغض رکھتا ہے جو زبان سے بے حیائی کی بات نکالتا ہے اور بدزبانی کرتا ہے۔

چغلی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہو گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ ﷺ نے بتایا کہ ان دونوں پر عذاب ہو رہا ہے اور یہ عذاب کسی ایسی بات پر نہیں ہو رہا جسے وہ چھوڑ نہیں سکتے تھے۔ اگر وہ چاہتے تو بآسانی اس سے بچ سکتے تھے بلاشبہ ان کا جرم بڑا ہے۔ ان میں سے ایک چغلی کھایا کرتا تھا۔ دوسرا اپنے پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ صفیہؓ کا یہ عیب کافی ہے کہ وہ پستہ قد ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا:

اے عائشہؓ! تم نے منہ سے اتنا گندہ لفظ نکالا ہے کہ اگر اسے سمندر میں گھول دیا جائے تو پورے سمندر کو گندہ کر دے۔

کوئی شخص دوسرے شخص کو فاسق و کافر نہ کہے کیونکہ اگر وہ فاسق و کافر نہیں ہے تو کہنے والے پر لوٹ آتا ہے۔

بدگمانی سے بچو کہ بدگمانی سے بڑھ کر کوئی جھوٹ نہیں۔ نہ لوگوں کے عیوب کی ٹوہ لگاؤ۔ نہ ان کی جاسوسی کرو۔ نہ ان کی کوئی چیز ہتھیاؤ۔ نہ آپس میں حسد کرو۔ نہ باہم بغض رکھو۔ اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن کر رہو مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر ظلم کیا جائے۔ نہ اسے رسوا کیا جائے، نہ اسے ذلیل و خوار کیا جائے۔ آدمی کے برا ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے۔

خالق کائنات اللہ رب العالمین نے اپنے محبوب بندے رحمت اللعالمین سے فرمایا ہے:

جب تک بندے کے ہونٹ میرے ذکر میں ہلتے رہتے ہیں میں اس کے ساتھ رہتا ہوں۔

اے بندے! تو اپنا وقت میری یاد اور عبادت میں گزار۔ میں تیرے فقر کو دور کر دوں گا۔ اور تجھے غنی بنا دوں گا۔ اگر تو ایسا نہیں کرے گا تو تجھے دنیاوی جھمیلوں میں گرفتار کر دوں گا۔ فقر کو تجھ سے جدا نہ کروں گا۔

کانا پھوسی ایک شیطانی عمل ہے وہ اس لئے کی جاتی ہے کہ ایمان لانے والے لوگ اس سے رنجیدہ ہوں۔

اے ایمان لانے والو! اللہ سے ڈرو۔ ٹھیک بات کہا کرو۔ اللہ تمہارے اعمال درست کر دے گا۔ اور تمہارے قصوروں سے در گزر فرما دے گا۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔

کفر کرنے والے بس دنیا کی چند روزہ زندگی کے مزے لوٹ رہے ہیں۔ جانوروں کی طرح کھا پی رہے ہیں۔ اور ان کا آخری ٹھکانہ جہنم ہے۔

قرآن مجید میں اعلان کیا گیا ہے:

اے اولاد آدم! ہم نے تم پر لباس نازل کیا ہے کہ تمہارے جسم کے قابل شرم حصوں کو ڈھانکے اور تمہارے جسم کی حفاظت اور زینت کا ذریعہ بھی ہو اور بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے شاید کہ لوگ اس سے سبق لیں۔ اے بنی آدم! ایسا نہ ہو کہ شیطان پھر تمہیں اسی فتنہ میں مبتلا کر دے جس طرح اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوایا تھا اور ان کے لباس ان پر سے اتروائے تھے تاکہ ان کی شرم گاہیں ایک دوسرے کے سامنے کھولے۔ وہ اور اس کے ساتھ تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ ان شیاطین کو ہم نے ان لوگوں کا سرپرست بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔

زبان اور قوت گویائی کی اسی اہمیت اور اس کی اسی شر انگیزی کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے خصوصی انعامات و احسانات میں شمار کرتے ہوئے اعلان کیا ہے:

''وہ اللہ ہی ہے جس نے انسان کو پیدا کیا اور اسے قوت گویائی کے شرف سے مشرف کر دیا۔''

نومبر 1989ء

نور الٰہی

نور نبوت

عربی میں شہد کی مکھی کو نحل کہتے ہیں۔ قرآن کریم کی ایک سورۃ نحل میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بے شمار نعمتوں میں سے کچھ کا ذکر کرتے ہوئے شہد کی مکھی اور شہد کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا ہے:

اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کو حکم دیا کہ پہاڑوں میں گھر بنانا اور درختوں اور چھتوں میں۔ پھر ہر قسم کے پھلوں میں سے کھا اور اپنے رب کی راہیں چل جو تیرے لئے نرم اور آسان ہیں۔ اس کے پیٹ سے ایک چیز پینے کی رنگ برنگ نکلتی ہے جس میں لوگوں کے لئے تندرستی ہے۔ بے شک اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو غور کریں۔

قابل غور یہ بات ہے کہ کس طرح ایک مکھی پھلوں اور پھولوں کا رس چوستی ہے۔ اور جب وہ اس کے پیٹ میں رہ کر باہر آتا ہے تو میٹھا اور لذیذ بھی ہوتا ہے نیز صحت بخش بھی۔ خدا کی پیدا کردہ اس لذیذ مفید نعمت کی اہمیت، افادیت اور لذت کا اندازہ نبی کریم کے ارشادات سے مزید کیا جا سکتا ہے۔

علیکم بالشفائین العسل والقرآن۔

دو چیزوں سے صحت حاصل کرو۔ شہد اور قرآن کریم سے۔ اس حدیث میں شہد کو صحت بخش ہونے کے ساتھ قرآن کریم کو بھی ذریعہ صحت فرمایا گیا ہے۔ شہد جسمانی امراض کو ختم کرنے اور جسم کو صحتیاب کرنے والی غذا ہے اور قرآن کریم روحانی امراض کو ختم کرنے اور روح کو جلا بخشنے والی کتاب ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

”ہم اتارتے ہیں قرآن میں وہ چیز جو ایمان والوں کے لئے شفا اور صحت ورحمتہ المومنین ہے۔“

حضرت ابو سعید خدریؓ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ میرے بھائی کے پیٹ میں درد ہے یا اس نے کہا کہ میرے بھائی کو اسہال (دستوں) کی شکایت ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ اسے شہد پلا دو۔ وہ شخص چلا گیا اور پھر واپس آکر عرض کیا۔ میں نے بھائی کو

شہد پلایا تھا لیکن افاقہ نہیں ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے پھر شہد پلانے کا حکم دیا۔ دو تین بار ایسا ہی ہوا۔ جب وہ چوتھی مرتبہ خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ نے سچ فرمایا اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے۔

اس ارشاد کو سن کر اس شخص نے اپنے بھائی کو دوبارہ شہد پلایا اور وہ صحتیاب ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ ربط قائم ہو جانے سے انسان کا دل مطمئن ہو جاتا ہے اور اس کے اوپر سکون کی بارش برستی رہتی ہے۔ روحانیت میں قیام صلوٰۃ کو ترجمہ ربط قائم کرنا ہے۔ یعنی اپنے اللہ سے ہر حال اور ہر حرکت میں تعلق اور ربط قائم رکھا جائے۔ نماز کے ذریعے خدا سے قربت حاصل کیجئے۔ بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ اس کے حضور سجدہ کرتا ہے۔

دشمنوں کی فتنہ انگیزی اور ظلم و ستم سے گھبرا کر بے ہمت، بزدل اور پریشان ہو کر بے رحموں کے سامنے سرنگوں ہو کر اپنے قومی وقار کو داغدار کرنا دراصل احساس کمتری اور خود کو ذلیل کرنے کی علامت ہے۔ اس کمزوری کا کھوج لگایئے کہ آپ کے دشمن میں آپ پر ستم ڈھانے اور آپ کے ملی تشخص کو پائمال کرنے کی جرأت کیوں ہوئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی دو وجہیں بتائی ہیں۔

۱۔ مسلمان دنیا سے محبت کرنے لگیں گے۔

۲۔ موت ان کے اوپر خوف بن کر چھائے گی۔

کیا اتباع سنت یہی ہے کہ ہم کرسی اور میز پر کھانا کھانے سے پرہیز کریں کیونکہ کبھی آپ نے ایسا نہیں کیا لیکن کبھی بھولے سے اس بات کا خیال بھی نہ آئے کہ آپ کی غذا کیا تھی اور جو کچھ تھی وہ کس وجہ سے تھی۔ چمچے کے استعمال سے پرہیز مگر کھانا لذیذ سے لذیذ تر کھانا، کھانا حلق تک ٹھونس کر کھانا اور اپنے بھائیوں اور فاقہ زدوں سے ایسی لاپرواہی اور بے اعتنائی برتنا جیسے ان کا زمین پر وجود ہی نہیں ہے۔ پائنچے ٹخنوں سے ذرا نیچے ہو جائیں تو گناہ کبیرہ لیکن اگر لباس کبر و نخوت، ریا اور نمائش کا ذریعہ بن جائے تو کوئی اعتراض نہیں۔ یہ کونسا اسلام ہے کہ ہم نمازیں قائم کریں مگر برائیوں سے باز نہ آئیں۔ روزے رکھیں مگر صبر کی بجائے حرص و ہوس، غصہ اور بدمزاجی کا مظاہرہ کریں۔ جب کہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیم ہمیں بتاتی ہے کہ کسی بندے کی ایک بار غیبت کرنے سے روزہ، نماز اور وضو سب کچھ فاسد ہو جاتا ہے۔

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ لوگوں نے آپ ﷺ سے کہا کہ مشرکین کے لئے بد دعا کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''میں بُرا چاہنے کے لئے نہیں آیا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔'' آپ ﷺ کا اخلاق حسنہ یہ تھا کہ مدینہ میں لوگ اکثر صبح ہی صبح پانی لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے تھے۔ تاکہ آپ ﷺ اس میں برکت کے لئے ہاتھ ڈال دیں۔ کتنی ہی زیادہ سردی کیوں نہ ہو، آپ ﷺ لوگوں کو مایوس نہیں فرماتے تھے۔ اور پانی میں ہاتھ ڈال دیتے تھے۔ اگر کسی کنیز کو بھی کچھ ضرورت ہوتی تو آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر جہاں چاہتی لے جاتی اور آپ ﷺ کبھی جانے میں تامل نہیں فرماتے تھے۔

میرے دوستو! اللہ بڑا رحیم ہے، بڑا کریم ہے، معاف کرنے والا ہے۔ مگر دانستہ غلطیاں نا قابل معافی جرم ہیں۔ اتباع سنت کے بڑے بڑے دعوے کرنے والے لوگو! محض دعوئوں سے کچھ نہیں بنتا۔ اخلاق نبوی ﷺ اختیار کرنے میں ظاہری پابندی کو شدّ و مد سے بیان کرنے والو! اگر صداقت اور خلوص نہ ہو تو یہ سب ریا اور دکھاوا ہے۔

یاد رکھو! حضور پاک ﷺ کی مجموعی زندگی میں سے چند اعمال کو اختیار کر کے اتباع سنت کا دعویٰ کرنے والوں کو اللہ کبھی معاف نہیں کرے گا۔

دسمبر 1989ء

نور الٰہی

نور نبوت

’’جو لوگ کافر ہیں انہیں تم نصیحت کرو یا نہ کرو، ان کے لئے برابر ہے۔ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔‘‘

’’خدا نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگادی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ اور ان کے لئے عذاب الیم ہے۔‘‘

’’اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم خدا پر اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ حالانکہ وہ ایمان نہیں رکھتے۔‘‘

’’یہ خدا اور مومنوں کو چکما دیتے ہیں مگر اپنے سوا کسی کو چکما نہیں دیتے اور اس سے بے خبر ہیں۔‘‘

’’ان کے دلوں میں مرض تھا۔ خدا نے انکا مرض اور زیادہ کردیا اور ان کے جھوٹ بولنے کے سبب ان کو دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ ڈالو تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ دیکھو یہ بلاشبہ مفسد ہیں لیکن خبر نہیں رکھتے۔‘‘

’’اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جس طرح اور لوگ ایمان لے آئے تم بھی ایمان لے آئو تو کہتے ہیں بھلا جس طرح بے وقوف ایمان لے آئے اسی طرح ہم بھی ایمان لے آئیں۔ سن لو کہ یہی بے وقوف ہیں لیکن نہیں جانتے۔‘‘

’’اور یہ لوگ جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ اور جب اپنے شیطانوں میں جاتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں اور محمد ﷺ کے پیروکاروں سے تو ہم مذاق کرتے ہیں۔‘‘

’’ان سے خدا ہنسی کرتا ہے اور انہیں مہلت دیئے جاتا ہے تاکہ شرارت اور سرکشی میں پڑے رہیں۔‘‘

’’کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ جو کچھ یہ لوگ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں، خدا کو معلوم ہے۔‘‘ (سورہ بقرہ۔۶تا۱۶)

لوگوں کا ایک ہی مذہب تھا۔ خدا نے بشارت دینے والے پیغمبر بھیجے اور ان پر سچائی کے ساتھ کتابیں نازل کیں تاکہ جن امور میں لوگ اختلاف کرتے تھے ان کا فیصلہ کردے اور اس میں اختلاف بھی انہی لوگوں نے کیا جن کو کتاب دی گئی تھی۔ باوجودیکہ ان کے پاس کھلے احکام آچکے تھے جس پر امر حق میں وہ اختلاف کرتے تھے۔ خدا نے اپنی مہربانی سے مومنوں کو اس کی راہ دکھادی اور خدا جس کو چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھادیتا ہے۔

جو لوگ ایمان لاتے ہیں ان کا دوست خدا ہے کہ اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے اور جو لوگ انکار کرنے والے ہیں ان کے دوست شیطان ہیں کہ ان کو روشنی سے نکال کر اندھیرے میں لے جاتے ہیں۔ یہی لوگ اہل دوزخ ہیں کہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (سورہ باقرہ۔ ۲۵۷)

اور جو شخص سیدھا راستہ معلوم ہونے کے بعد پیغبر کی مخالفت کرے اور مومنوں کے راستے کے سوا دوسرے رستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے اسے اُدھر ہی چلنے دیں گے۔ (سورۃ النسائ۔۱۱۵)

روحانی نقطہ نظر سے اللہ رب العزت کے ان ارشادات کی روشنی ہمیں دکھاتی ہے کہ انسان ناقابل تذکرہ شئے تھا۔ اللہ نے اس کے اندر اپنی روح پھونک دی۔ روح پھونکنے کے بعد اس کے اندر چھ حواس بن گئے۔ چھ حواس یہ ہیں۔ ۱۔ اعضائ، ۲۔ دیکھا، ۳۔ سونگھنا، ۴۔ چھونا یا محسوس کرنا، ۵۔ چکھنا، ۶۔ پانچ حواس کے ادراک کا علم ہونا۔

روحانی علم کی بنیاد پر نوع انسانی کا ہر فرد روشنیوں سے بنا ہوا ہے اور روشنی کے اوپر نور کی حکمرانی ہے۔ روشنی اور نور چھ دائروں یا چھ نقطوں ا۔ نفس، ۲۔ قلب، ۳۔ روح، ۴۔ سر، ۵۔ خفی، ۶۔ اخفٰی میں تقسیم ہو رہی ہے۔ ان چھ روشن دائروں کے تین یونٹ ہیں۔ یونٹ نمبرا: روح حیوانی۔ یونٹ نمبر ۲: روحانی انسانی، یونٹ نمبر ۳: روح اعظم۔

لوح محفوظ کے قانون کے مطابق نور کی لہریں اطلاع بنتی رہتی ہیں اور یہی اطلاعات نزول کر کے روشنی بن جاتی ہے۔ جہاں نور پہلے مرحلے میں روشنی بنا ہے اس کو (ا) واہمہ کہتے ہیں۔ (۲) دوسرے مرحلے میں خیال۔ (۳) تیسرے مرحلے میں تصور۔ (۴) چوتھے مرحلے میں احساس کا روپ دھار لیتا ہے۔

واہمہ کا سورس (Source) اخفٰی ہے۔ خیال کا سورس سر ہے۔ تصور کا سورس قلب ہے اور احساس یا مادی وجود دیکھنے کا سورس نفس ہے۔ جب کوئی اطلاع آسمان سے نزول کرتی ہے تو اس کے اندر تخریب نہیں ہوتی۔ اور جب یہ اطلاع وارد ہو کر زینہ بزینہ نفس میں داخل ہوتی ہے تو اس میں تعمیر یا تخریب ہوتی ہے۔ اطلاع میں تعمیر یا تخریب کے معنی پہنانے کے لئے انسان کو اختیار دیا گیا ہے۔ ضمیر (قلب) بار بار یہ بتاتا رہتا ہے کہ تخریب غلط طرز عمل ہے اور تعمیر صحیح طرز عمل ہے لیکن جب کوئی انسان اپنے ارادے اور اختیار سے اطلاع کو متواتر تخریب میں بدلتا رہتا ہے تو تخریب کی تاریکی نفس کی لطیف روشنی کو کثیف کر دیتی ہے اور جب یہ سلسلہ طویل ہو جاتا ہے اور کثافت بڑھ جاتی ہے تو کثافت دھواں یا غبار بن کر قلب کو ڈھانپ لیتا ہے۔ اس بلائے ناگہانی سے خود کو محفوظ رکھنے کے لئے ضمیر آدم زاد برادری کو بھلائی کی طرف بڑی شد و مد کے ساتھ متوجہ کرتا ہے لیکن ایک وقت ایسا آجاتا ہے کہ آدم زاد تعمیری اطلاعات کو قبول ہی نہیں کرتا اور کے اندر سے یقین کا پیٹرن ٹوٹ جاتا ہے۔

اللہ کی بادشاہی میں رہتے ہوئے بندہ مادر پدر آزاد ہو کر اپنی بادشاہی کے گن گانے لگتا ہے۔ ضمیر صراط مستقیم پر چلنے کی تاکید کرتا ہے مگر وہ جب ہر طرف کثافت دیکھتا ہے تو خاموش ہو جاتا ہے اور صراط مستقیم کی روشنی انسان کی راہنمائی نہیں کرتی۔

یہی وہ حال ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا آیات اور بالخصوص یہ آیت نازل کی ہے:

”وہ لوگ کافر ہیں۔ انہیں تم نصیحت کرو یا نہ کرو ان کے لئے برابر ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔“

خدا نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے اور ان کے لئے عذاب الیم ہے۔

خیر و شر اور تعمیر و تخریب دونوں کا تعلق اس بات سے ہے کہ آدم زاد کو خالق کائنات نے اطلاع میں معنی پہنانے کا جو اختیار دیا ہے اسے آدم زاد کس طرح استعمال کرتا ہے۔

”تجھ کو جو نیکی پہنچتی ہے وہ خدا کی طرف سے ہے اور جو مصیبت پہنچتی ہے وہ خود تیری طرف سے ہے۔ کیا جب تم کو کوئی مصیبت پہنچی جس کی دوگنی تم ان کو پہنچا چکے ہو۔ تو تم نے کہا یہ کہاں سے آئی۔ کہہ دے کہ خود تمہاری طرف سے ہے۔ خدا ہر بات پر قدرت رکھتا ہے۔“

اسلام سے پہلے مجوسیوں کے مشرکانہ عقیدے کی بنیاد اس بات پر تھی کہ...

خیر و شر کا ایک خالق نہیں ہو سکتا۔ ورنہ ماننا پڑے گا کہ خدا شر کو پیدا کرتا ہے اور یہ ظاہر ہے جو برائی پیدا کرتا ہے وہ برائی کو برا نہیں جانے گا۔ اور جو برائی کو برا نہیں جانے گا وہ خود کیسے اچھا ہو سکتا ہے۔

روحانی علوم جیسا کہ سب کو معلوم ہے مشاہداتی علوم ہیں۔ علوم کی دو قسمیں نوع انسانی کو ورثہ میں ملی ہیں۔ ایک قسم روحانی علوم (علم حضوری) اور دوسری قسم مفروضہ علوم (علم حصولی)۔ علم حضوری سے مستفیض حضرات کے مشاہدات میں یہ بات آجاتی ہے کہ کائنات اطلاعات (Informations) کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

کائناتی اطلاع میں معنی نہیں ہوتے وہ سادہ (Blank) ہوتی ہے۔ مثلاً ہمیں یہ اطلاع ملتی ہے کہ بھوک کو رفع کرنے کے لئے غذا کا استعمال ضروری ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی اطلاع دی گئی ہے کہ حق غصب کر کے بھوک رفع کرنا برائی ہے۔ اور محنت مزدوری کر کے بھوک رفع کرنا اچھائی ہے۔ اپنا مال خرچ کرنا اچھی بات ہے اور کسی کا مال چوری کر کے خرچ کرنا بری بات ہے۔ خرچ کرنا دونوں حالتوں میں مشترک ہے لیکن خرچ کی نوعیت الگ الگ ہے۔ خیر و شر کا فلسفہ اس نوعیت کے اوپر قائم ہے کہ آگ بجائے خود نہ خیر ہے نہ شر۔ اگر اس سے اپنے لئے اور نوع انسانی کے لئے اچھا اور تعمیری کام لیا جائے تو خیر ہے اور اس سے اگر برائی اور تخریبی کام لیا جائے تو شر ہے۔

جب ہم یہ مان لیتے ہیں اور جس کو ماننا عقلی استدلال اور لاشعوری اعتبار سے ثابت ہے کہ کوئی عمل بذات خود خیر و شر نہیں ہے تو اس کے علاوہ کوئی دوسرا مفہوم نہیں نکلتا کہ خیر و شر دراصل معنی پہنانے سے عمل میں آتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور پیغمبر ہیں۔ عیسائی علماء کے ایک گروہ نے عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کو خدا کا بیٹا قرار دے دیا۔ قرآن مجید خیر اور شر کے اس معمہ کو اس طرح سلجھاتا ہے۔

''اے اہل کتاب! اپنے دین میں سے حد سے زیادہ نہ بڑھ جائو۔ اور خدا کی نسبت وہی کہو جو حق ہے۔ مسیح یعنی عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم صرف خدا کے پیغمبر ہیں۔'' (النسائ۔۲۲)

مسیح کو خدا کا بندہ ہونے پر ہرگز عار نہیں اور نہ مقرب فرشتوں کو اور جس شخص کو خدا کی بندگی سے عار ہوگا اور بڑائی کرے گا تو خدا سب کو عنقریب اپنے حضور جمع کرے گا۔ وہ لوگ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم خدا ہیں۔ کہہ دو کہ اگر خدا یہ چاہے کہ عیسیٰ ابن مریم کو اس کی ماں کو اور دنیا میں جو کچھ ہے سب کو برباد کر دے تو کون ہے جو خدا کو روک لے اور خدا ہی کے لئے آسمان و زمین اور جو چیزیں ان دونوں میں ہیں اور اس کی سب پر حکومت ہے۔ وہ جو چاہے کرے۔ اور خدا ہر چیز پر قادر ہے۔'' (مائدہ۔۳)

اور جب خدا کہے گا کہ کیوں عیسیٰ! تم نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ خدا کو چھوڑ کر مجھ کو اور میری ماں کو خدا کہو۔ عیسیٰ عرض کرینگے کہ سبحان اللہ! میری کیا مجال کہ میں ایسی بات کہوں جس کے کہنے کا مجھے حق نہیں ہے۔ اگر میں نے کہا ہوگا تو، تُو جانتا ہوگا۔ تُو میرے دل کی بات جانتا ہے اور میں تیرے دل کی بات نہیں جانتا۔ تُو بڑا غیب دان ہے۔ میں نے لوگوں سے صرف وہی کہا تھا جس کا تو نے حکم دیا تھا۔ یعنی یہ کہ خدا کی عبادت کرو جو میرا بھی خدا ہے اور تمہارا بھی خدا ہے۔

☆☆☆☆☆

جنوری 1990ء

نورالٰہی

نور نبوت

''اور ایک ایسی واضح اور روشن کتاب اللہ نے رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ نازل کی ہے جس کی پیروی اگر یقین کے ساتھ کی جائے تو یہ کتاب ہمارے اوپر وہ راہیں کھول دیتی ہے جن راستوں پر چل کر ہم امن اور سلامتی حاصل کر لیتے ہیں۔

''تم پر اللہ کا نور نازل ہوا ہے۔ یہ کتاب اندھیروں سے نکال کر دنیائے نور کی طرف لے جاتی ہے اور سیدھے راستے پر ڈال دیتی ہے۔''

(قرآن)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ہمارے پاس اللہ کی دی ہوئی ایسی کتاب موجود ہے جو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جاتی ہےتو ہم زمین پر بدحال اور بے عزت کیوں ہیں؟ کونسی وجہ ہے جس کی بنیاد پر ہمارے بہترین شخص نے کمترین لباس پہن لیا ہے؟ ہمارے پاس اللہ کا پیغام اور کھلی نشانیاں اپنی اصلی صورت میں موجود ہیں اور ہم رسول اللہ ﷺ کے اسوہ مقدس سے بھی مانوس اور متعارف ہیں۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ایک زمانہ تھا کہ ہمارے اسلاف علمی میدان میں اتنے آگے تھے کہ دوسرے ان کی گردِراہ کو بھی نہیں پہنچ سکتے تھے۔ دنیا کے اقتدار پر ہمارا قبضہ تھا حکمرانی ہمارے گھر کی لونڈی تھی۔ مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق تک اسلام کا غلغلہ تھا۔ یورپین ممالک میں مسلمانوں نے کئی صدیاں حکومت کی۔ عروج ہمارے ماتھے کا نشان تھا اور زوال ہمارے پیروں تلے اپنے سانس گن رہا تھا۔ پھر کیا ہوا کہ ہماری عظمت خاک میں مل گئی۔ حکمران غلام بن گئے۔ علم کی جگہ جہالت نے ہمارے اوپر اپنے دبیز سائے ڈال کر اشرف المخلوقات کی صف سے نکال کر حیوانات کے گروہ میں شامل کر دیا۔ شاہراہ حیات پر ہم پیچھے رہ گئے۔ ہمارا اقتدار تو خاک میں مل گیا تھا۔ ہم دوسروں کے اس طرح محتاج ہو گئے کہ ہماری حیثیت ایک بھکاری کی بن گئی۔ انتہا یہ ہے کہ ہم علم میں بھی غیر مسلم کے سامنے کاسہ گدائی لئے کھڑے ہیں۔ ہم کیوں بھول رہے ہیں کہ ہمارے پاس ایسی کتاب موجود ہے جس میں معاشرے کے مسائل کا حل تاریخ انسانی کے عبرت آموز واقعات اور قوموں کے عروج و زوال کے اسرار کی نشاندہی کی گئی ہے۔

ہم جو ایک زمانے میں باعزت قوم تھے ہم جو عروج کی نشانی تھے۔ علم کی تفسیر تھے، پیچھے کیوں رہ گئے؟

آج کی نشست میں اللہ کتاب ''کتاب المبین'' کے انوار کی روشنی میں اس کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

چار سو سال پہلے جب یورپ اللہ کی زمین میں سے فولاد، تیل، کوئلہ اور معدنیات تلاش کر رہا تھا۔ ہم تفرقے کی بنیاد پر یہ ثابت کرنے میں لگے ہوئے تھے کہ نجات اس بات میں ہے کہ کوئی آدمی دیوبندی ہو۔ بریلوی ہو۔اہل حدیث ہو۔اور وہابی یا نجدی ہو۔ ہم لکیر کے فقیر بن کر زمین پر تیز رفتار چلنے کی بجائے چوپایوں کی طرح چلتے رہے۔ ہم نے جمود کا نام قناعت رکھ لیا۔آگے بڑھنے کی بجائے پیچھے قدم اٹھانا اپنے لئے معراج سمجھا۔ شب و روز فروعی مسائل میں الجھتے رہے۔ یورپ خداداد صلاحیت کو کام میں لا کر قرآن میں بیان کردہ قانون کے مطابق اللہ کی زمین کے اوپر اور نیچے ترقی کے وسائل تلاش کرتا رہا۔ نتیجے میں انہوں نے ریل اور ہوائی جہاز بنائے۔ اپنی طاقت کا لوہا منوانے کیلئے اہل یورپ آتش گیر مادے کی طرف متوجہ ہوئے تو ایسے مہلک ہتھیار بن گئے کہ خوف و دہشت سے ہماری قومی حمیت بھی تختہ دار پر چڑھ گئی۔ ہم اقتدار سے گرتے گرتے ایک کٹیا میں بند ہو گئے اور وہ کینیڈا، چین، آسٹریلیا تک جا پہنچے۔ مسلمانوں کے زوال کی داستان اتنی غمناک ہے کہ آج کی نسل کا نوجوان جب اپنی تاریخ پڑھتا ہے تو اسے اپنے اسلاف کا کردار گھناؤنا اور بد نما لگتا ہے۔ یورپ نے آپس کی ریشہ دوانیوں سے اور مسلمان قوم کی فرقہ بندی سے فائدہ اٹھا کر اسلامی حکومتوں کو پائمال کر دیا اور تمام اسلامی ممالک پر قبضہ کر لیا۔ مسلمان ہر جگہ پست ہوتا چلا گیا۔ شکست اس کا مقدر بن گئی اور یہ سب پہلے ہی واضح اور روشن کتاب میں بیان کر دیا گیا ہے۔ یہ وہی کتاب ہے جس کے بارے میں ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم اس کتاب پر یقین رکھتے ہیں اور ہمارا ایمان ہے کہ یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہمیں عنایت کی گئی ہے۔ تمام آسمانی کتابیں اور انسانی تاریخ اس حقیقت کو بیان کرتی ہے کہ بقا صرف ان قوموں کو ہے جو خود باقی رہنا چاہتی ہیں۔ جمود، عیاشی، کاہلی، بے یقینی اور اپنے اسلاف کے روشن ورثے سے انحراف قوموں کو ختم کر دیتی ہے۔ صفحہ ہستی سے ان کا نام مٹ جاتا ہے اور ایسی قومیں ذلیل و خوار ہو جاتی ہیں۔ زمین پر ان کا وجود بوجھ بن جاتا ہے۔ ہمارے بادشاہوں نے (جبکہ اسلام میں بادشاہت نہیں ہے) اپنے درباروں کو اس طرح سجایا اور آرام و آسائش کے ایسے سامان جمع کئے کہ وہ آرام و آسائش اور عیاشی میں ڈوب کر رعایا کی بہبود سے غافل ہو گئے۔ جب ایسا ہوا تو حکام کے سینے رحم سے خالی ہو گئے۔ معاشرہ درہم برہم ہو گیا۔ اخلاق انحطاط پذیر ہوتے ہوتے بداخلاقی اخلاقی بن گئی۔ لوگوں نے بہیمیت اور درندگی کو اپنا شعار بنا لیا۔ بادشاہوں نے غیر اسلامی قدروں کو اپنا کر مطربوں سرمایہ داروں اور خوشامدیوں کو تو نوازا لیکن ارباب علم و دانش سے اچھا سلوک نہیں کیا اور ایسی داستان عبارت ہوئی کہ بادشاہتیں بھی ختم ہو گئیں اور قوم بھی مفلوک الحال بن گئی۔

ہم جب اسلام کی قدروں کا جائزہ لیتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ اسلام ضعیفوں، معذوروں، یتیموں کا کفیل بنا۔ سود جو دراصل انسانیت کے لئے ناسور ہے حرام قرار دیا گیا۔ اسلام نے مردہ انسانی اقدار کو پھر زندہ کیا۔ اسلام نے خالق سے قریب ہونے کا درس دیا، اسلام نے بتایا کہ مخلوق کا احترام اور مخلوق کی عظمت اس میں ہے کہ مخلوق کا رشتہ خالق سے قائم ہو اور اس طرح قائم ہو کہ مخلوق خالق کو جانتی ہو اور خالق مخلوق کو جانتا ہو۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جب ایک عابد خدا کے ذکر کو اپنا معمول بنا لیتا ہے تو رفتہ رفتہ اسے بدی سے نفرت ہو جاتی ہے اور کوئی ترغیب اسے گناہ کی طرف مائل نہیں کر سکتی۔ یہ وہ منزل ہے جہاں اللہ اس کے دل کو اپنی مٹھی میں لے لیتا ہے وہ ماسوا سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اور مرنے کے بعد اس کی روح ایک زندہ پائندہ قوت بن جاتی ہے۔ اور جب بندوں کا اللہ سے رابطہ قائم ہو جاتا ہے تو اللہ ہر ہر قدم پر ان کی مدد کرتا ہے۔

''اے ایمان والو! تم اللہ کا وہ احسان یاد کرو جب (جنگ احزاب میں چوبیس ہزار) حملہ آوروں نے تم پر ہلہ بول دیا تھا اس وقت ہم نے ان پر تیز رفتار آندھی چلائی۔ اور آسمان سے ایسے لشکر اتارے جنہیں تم نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اس لئے کہ اللہ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا تھا اور تم اس امداد کے مستحق تھے۔'' (القرآن)

تاریخ شاہد ہے کہ اللہ نے ظہور اسلام کے بعد پانچ سو برس تک ہمیں ہر میدان میں فتح سے نوازا۔ ہم نے جس سمت رخ کیا فتح نے ہمارے قدم چوم لئے۔ اس لئے کہ اللہ ہمارے ساتھ تھا۔ دوسری طرف قیصر و کسریٰ کو ان کا بے اندازہ سامان جنگ اور بے شمار فوج اس لئے تباہی سے نہ بچا سکی کہ وہ اللہ کے لطف و کرم سے محروم ہو چکے تھے۔ آج نظر آرہا ہے کہ ہمارے اپنے اعمال کی وجہ سے اللہ کے لطف و کرم کے دروازے ہمارے اوپر بند ہو گئے ہیں۔ ہم اپنا محاسبہ کر کے یقین کے ساتھ دل کی گہرائیوں سے اللہ کے احکامات اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات پر عمل کر کے نیکوکار زندگی کے پابند ہو جائیں تو اللہ کا وعدہ سچا ہے۔''

''جو لوگ اللہ کے لئے جدوجہد کرتے ہیں کوشش کرتے ہیں اللہ کی پھیلائی ہوئی نشانیوں میں تفکر کرتے ہیں اللہ کو اپنا جانتے ہیں اپنا مانتے ہیں اللہ کو اپنے قریب محسوس کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے اوپر اللہ تعالیٰ ہدایت کے راستے کھول دیتے ہیں۔''

اور جب ہم ان راستوں پر چل کر کھڑے ہونگے جن راستوں کو اللہ نے ہدایت کا راستہ کہا ہے تو وہی شوکت وہی عظمت ہمیں مل جائے گی جو ہمارے اسلاف کا پانچ سو برس تک ورثہ رہا ہے۔ اور اگر ہم خواب خرگوش سے نہ جاگے، نفرتوں میں بٹی ہوئی قوم صراط مستقیم پر گامزن نہ ہوئی، اللہ کی رسی کو متحد ہو کر مضبوطی سے نہ پکڑا تو ہم تاریک راستوں پر بھٹکتے پھریں گے۔ غلامی ہمارے اوپر مسلط ہو جائے گی۔ ہماری نسلیں کوڑے کا ڈھیر بن جائیں گی۔

اسلام کسی ایک شعبے کا نام نہیں ہے۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اسلام نظام زندگی میں ایک مرکز ہے۔ ایک وحدت ہے، ایک یونٹ ہے۔ ایک روشن شاہراہ ہے۔ اسلام ایک ایسا دریا ہے جس میں سے ہدایت کی شفاف شیریں نہریں نکلتی ہیں۔ یہ نہریں زبان اور دل کے یقین کے ساتھ ''ایمان'' ہے۔

صلوٰۃ (اللہ کے ساتھ تعلق قائم کرنا) ہے مٹی کی سڑاند سے بنے ہوئے اسفل جذبات کو کنٹرول کر کے اعلیٰ جذبات میں داخل ہونا ''صوم'' ہے۔ اللہ کی مخلوق کو آرام پہنچانا، ذی احتیاج لوگوں کی ضرورتیں پوری کرنا، یتیموں، مسکینوں پر دست شفقت رکھنا۔ بیوائوں کی خبر گیری کرنا۔ پریشان حال لوگوں کو پریشانیوں سے نکال کر آسائش و آرام مہیا کرنا، مخلوق کے لئے راحت و سکون کے وسائل فراہم کرنا ''زکوٰۃ'' ہے۔ اجتماعی طور پر پورے عالم اسلام کی سالانہ رپورٹ پر افہام تفہیم کے ساتھ غور و فکر کرنا عروج و زوال کے اسباب کو تلاش کرنا اللہ کی وحدانیت کو انفرادی حیثیت سے نہیں اجتماعی طور پر مشاہداتی طور پر تسلیم کرنا ہے۔ اپنے اسلاف کے شعار کی پیروی کرنا۔ اور اجتماعی مفادات کو پوری اسلامی برادری میں پھیلا دینا ''حج'' ہے۔ اللہ کے لئے مال، اولاد اور اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دینا ''جہاد'' ہے۔

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

''اسلام میں پورے پورے کے داخل ہو جائو۔''

چند ارکان کو اپنا کر باقی احکامات سے بے نیاز ہونا اسلام نہیں ہے۔

منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرنا نیکی نہیں ہے۔ اللہ آخرت ملائکہ آسمانی صحائف اور تمام انبیاء پر ایمان ہو۔ رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، حاجت مندوں، مسافروں، مصیبتوں اور پریشانیوں میں گرفتار لوگوں کی امداد کرنا نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، وعدوں کی پابندی کرنا، مصیبت، مرض اور جنگ میں ثابت قدم رہنا نیکی ہے۔ یہی لوگ سچے مومن اور متقی ہیں۔(قرآن)

اے اللہ! تیری ذات عظیم ہے۔ تیرا نام جلیل و اکبر اور رحیم و کریم ہے۔ ہم تجھ ہی سے اعانت طلب کرتے ہیں۔ اے پروردگار! ہمیں سیدھی راہ پر چلا۔ ہمارے اوپر اپنا انعام عام کر دے۔ اے خدا! اے ہمارے رب! ہمیں ان لوگوں سے جو سیدھی راہ سے منحرف ہو گئے ہیں۔ مغضوب اور بے راہ اقوام کی پیروی سے محفوظ و مامون فرما۔ ہمیں اور ہماری اولاد کو نماز قائم کرنے والی بنا۔ الٰہی رشتہ قائم کرنے کی ہمیں توفیق دے۔ روز محشر ہمارے والدین اور اپنی مخلوق پر نوازش فرما۔ اے اللہ! ہم نے اپنے اوپر بہت ظلم کیا ہے۔ آپ کے سامنے دست دعا دراز ہے۔ اے اللہ! تو نے وعدہ فرمایا ہے مجھ سے مانگو میں قبول کروں گا۔ ہماری دعائیں اور التجائیں سن لے۔ قبول کر لے۔ ہمیں اپنا عرفان عطا کر دے۔ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ابدال حق قلندر بابا اولیاءؒ کے فیض سے ہم سب کو مستفیض فرما۔

فروری 1990ء

نورالٰہی

نور نبوت

جب سے یہ کائنات وجود میں آئی ہے اور کائنات میں ایک بہت چھوٹے یا بہت بڑے سیارے میں آدم تخلیق ہوا ہے، آدم برادری کا ہر باشعور فرد یہ سوچتا ہے کہ کائنات کیسے بنی۔ اور کائنات کا بنانے والا کون ہے۔ انسان جو کائناتی حلقے میں عقل و شعور میں ممتاز فرد ہے یہ بھی سوچتا ہے کہ کائنات میں میری حیثیت کیا ہے، میں کیوں پیدا ہوا ہوں، مجھے کس نے پیدا کیا ہے۔ اگر میرا پیدا کرنے والا کوئی ہے تو اس وجود کی تعریف کیا ہے؟

کچھ لوگوں نے عقلی بساط پر وجود کائنات پر غور کیا اور ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تو انہوں نے تخلیق کائنات کے بارے میں نظریات قائم کر لئے۔

ایک گروہ نے کہا:

خدا کا وجود نہیں ہے۔ کائنات حادثاتی طور پر بن گئی ہے۔ کائناتی تخلیق میں کسی ہستی کا عمل دخل نہیں ہے۔

دوسرے گروہ نے یہ رائے قائم کی کہ:

کائنات کی ابتدا نہیں ہے۔ ہمیشہ سے ہمیشہ رہے گی۔ کائنات تخلیقی عمل ہے۔ اور حرکت خود مادہ ہے۔

لیکن تاریخ انسانی کی یہ مجبوری اپنی جگہ قابل توجہ رہی ہے کہ تاریخ کے ہر دور میں دانشور اور مفکر نہ مانتے ہوئے بھی کسی ہستی کا نام لیتے رہے ہیں۔

مذاہب نے اگر خالق ہستی کا نام یزدان، ایک، ایلیاہ، بھگوان، گاڈ، خدا یا رحمٰن رکھا ہے تو استدلال کے گورکھ دھندے میں مبتلا لوگوں نے اس کا نام حادثہ، نیچر، گیس، آتشی لاوا یا اتفاق رکھ دیا ہے۔ ہمارے علم میں یہ حقیقت بھی ہے کہ آدم زاد برادری کی عظیم اکثریت ایک خالق کے وجود کو مانتی چلی آئی ہے۔ کائنات کے اس خالق کو ہی وہ منتظم، مدبر اور رب العالمین قرار دیتی ہے۔

اس ماہ کی مجلس میں ہم دونوں نظریات کو سامنے رکھ کر علم حضوری کی بنیاد پر یہ تلاش کرتے ہیں کہ خالق کے بغیر کائنات کا وجود ممکن بھی ہے یا نہیں۔ یہ کائنات اگر حادثاتی طور پر وجود میں آئی تو کائنات کی زندگی اور کائناتی تسلسل کن عوامل پر قائم ہے ؟

دل کہتا ہے اور روشن دماغ اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ ہم سوچیں کہ کسی حادثہ یا اتفاق سے مادے میں حرکت پیدا ہونے کے بعد محض حرکت کیوں نہیں رہی۔ حرکت میں ارتقائی عمل کیسے جاری ہو گیا؟

ہر انسان اس وقت انسان ہے جب وہ پیدا ہو جاتا ہے۔ مادہ اس وقت مادہ ہے جب اس کا ظہور ہوتا ہے۔ ہم کسی بھی طرح اس عمل سے صرف نظر نہیں کر سکتے کہ مادیت بجائے خود تخلیق ہے۔ ہم مکان بناتے ہیں، مکان میں جو میٹیریل لگتا ہے وہ سب مادی ظہور ہے لیکن اینٹ اس وقت تک نہیں بنتی جب تک ریت، بجری، سیمنٹ نہ ہو۔ ریت کا وجود اسی وقت ہے جب آسمان سے باتیں کرتے ہوئے پہاڑوں میں سے بڑی بڑی چٹانیں ٹوٹ کر ہزاروں فٹ کی بلندی سے لڑھکتی ہوئی نیچے آتے آتے چھوٹے ذرات میں تبدیل ہو جائیں۔ زمین نہ ہو تو پہاڑ نہیں ہونگے۔ پہاڑ نہیں ہونگے تو سیمنٹ نہیں بنے گا۔ پانی نہ ہو تو کسی چیز کا وجود ہی عدم ہو جائے گا۔

سنیئے کہ :

اللہ کی آخری کتاب اس سلسلے میں آدم زاد برادری کے دانشوروں، مفکروں اور سائنسدانوں کے لئے کیا لائحہ عمل متعین کرتی ہے۔

یقیناً تمہارے لئے چوپایوں میں عبرت ہے ان کے پیٹوں میں گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ ہم تمہیں پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لئے خوشگوار ہے۔ (النحل ۶۶)

وہ لوگ جو اللہ کے علاوہ ان دوسروں کو پکارتے ہیں جو مکھی بھی کبھی پیدا نہیں کر سکتے چاہے سارے اس کام کے لئے اکٹھے کیوں نہ ہو جائیں اور اگر کوئی مکھی ان سے کوئی چھین لے جائے تو وہ واپس نہیں لے سکتے۔ (الحج۔ ۷۳)

کیا انسان پر زمانے میں ایسا لمحہ بھی آیا ہے کہ وہ کوئی قابل ذکر چیز نہیں تھا۔ ہم نے اسے ایک بوند سے پیدا کیا تاکہ اسے آزمائیں۔ چنانچہ ہم نے اس ایک بوند کو سمیع و بصیر بنا دیا۔ (الدھر۔ ۱تا۲)

مینگنی اونٹ کے وجود پر دلالت کرتی ہے (یعنی مینگنی کا نظر آجانا اس بات کی دلیل ہے کہ اونٹ ضرور یہاں سے گزرا ہے) اور قدموں کے نشان کسی چلنے والے کا پتہ دیتے ہیں۔ پھر یہ کیا بات ہوئی کہ بڑے بڑے برجوں والا آسمان اور بڑی بڑی گھاٹیوں والی زمین اور موجوں والے سمندر کسی لطیف اور خبیر ذات کے وجود پر دلالت نہ کریں۔ (القرآن)

کیا تم نے اس پانی کو غور سے دیکھا جسے تم پیتے ہو، کیا تم نے اسے بارش کے ذریعے اتارا ہے یا اس کے اتارنے والے ہم ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے (میٹھے پانی کو) کھاری بنادیں۔ پس تم شکر کیوں نہیں کرتے۔(الواقعہ۔۶۸تا۷۰)

ان کے لئے ایک نشانی مردہ زمین ہے جسے ہم نے زندہ کیا اور اس میں سے ایک دانہ نکالا جسے وہ کھاتے ہیں۔ ہم نے اس میں انگور اور کھجور کے باغ پیدا کئے اور اس میں چشمے جاری کر دیئے تاکہ لوگ زمین کے پھل کھائیں۔ اور یہ سب کچھ انسان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا۔ پس کیا یہ لوگ شکر نہیں کرتے؟(یٰسٓ۔۳۳تا۳۵)

بے شک اللہ تعالیٰ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے۔ وہ مردہ میں سے زندہ کو نکالتا ہے۔ اور زندہ میں سے مردہ نکال لاتا ہے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہے۔ تو پھر تم لوگ کہاں پلٹ کے جاتے ہو۔(انعام۔۹۵)

انسان اپنی خوراک کی طرف دیکھے (کہ کہاں سے آئی) ہم ہی نے پانی برسایا۔(جی بھر کر)۔ پھر زمین کو پھاڑ دیا۔(بیج کے اندر سے پورا زمین کو چیرتا ہوا باہر نکلا)۔(عبس۔۲۴تا۲۶)

ان کیلئے ایک نشانی رات ہے ہم اس میں سے دن نکالتے ہیں جب کہ وہ اندھیروں میں گم ہوتے ہیں۔ سورج اپنے مدار پر رواں دواں ہے۔ یہ منصوبہ ہے ایک زبردست اور باخبر ہستی کا اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کی ہیں۔ یہاں تک کہ کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح باریک رہ جاتا ہے نہ سورج سے یہ ہو سکتا ہے کہ چاند سے جا ٹکرائے اور نہ رات دن سے سبقت کر سکتی ہے۔(اپنے مقررہ وقت سے آگے پیچھے نہیں ہٹ سکتے) تمام سیارگان فلک اپنے مقررہ راستوں پر چل رہے ہیں۔(اس سے سر موانحراف نہیں کر سکتے)۔(یٰسٓ۔۳۷تا۴۰)

کیا وہ بغیر کسی شئے کے پیدا کئے گئے ہیں یا وہ خود پیدا کرنے والے ہیں؟ کیا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ وہ (کسی خالق کے وجود پر) یقین نہیں رکھتے۔(الطور۔۳۵تا۳۶)

انسان کو اپنی غذا کی طرف دیکھنا چاہئے۔ ہم نے بارش کا پانی اتارا، پھر زمین کو شق کیا۔ اور اس میں ہم نے دانے اگا دیئے۔ دانے، انگور، سبزیاں، زیتون، کھجور اور باغات کے جھنڈ کے جھنڈ اور پھل اور گھاس پھونس، جو تمہاری غذا کا سامان بھی ہے اور تمہارے چوپایوں کے لئے بھی۔ (عبس۔۲۴تا۲۶)

کیا ہم نے زمین کو بچھونا اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنا دیا۔ اور ہم نے تمہیں جوڑا جوڑا پیدا کیا۔ تمہارے لئے نیند کو باعث آرام بنایا۔ رات کو تمہارے لئے پوشیدگی کا سامان بنایا۔ دن کو روزی کمانے کا سبب بنایا۔ اور تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنا دیئے۔ ایک چمکتا ہوا چراغ بنایا۔ اور بادلوں سے موسلادھار بارش نازل کی تاکہ اس سے ہم اناج، سبزیاں اور گھنے باغات اگائیں۔(النبائ۔۶تا۱۶)

ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ پس کیا تم اس کی تصدیق نہیں کرتے؟ کہا تم نے دیکھا ہے وہ قطرہ جو تم صورت کے رحم میں ٹپکاتے ہو؟ کیا ان قطروں کو تم پیدا کرتے ہو یا انہیں پیدا کرنے والے ہم نہیں۔(الواقعہ۔۵۸تا۵۹)

ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے بنایا۔ پھر ہم نے اسے نطفہ کی شکل میں ایک معینہ مدت تک ایک محفوظ مقام میں رکھا۔ پھر ہم نے نطفے سے خون کا لوتھڑا پیدا کیا۔ پھر ہم نے خون کے لوتھڑے سے گوشت کی بوٹی کو پیدا کیا۔ پھر بوٹی (کے اجزاء سے) ہڈیاں پیدا کیں پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیا۔ پھر ہم نے اس میں (روح ڈال کر) اس کو ایک دوسری ہی طرح کی مخلوق بنا دیا۔ سو کیسی بڑی شان ہے اللہ کی جو تمام ثناؤں سے بڑھ کر ہے۔(المومنون۔۳تا۴)

اس کی بادشاہی ہے آسمانوں اور زمین پر جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ کسی کو بچیاں عطا فرما دیتا ہے، کسی کو لڑکے عطا فرما دیتا ہے۔ کسی کو لڑکے اور لڑکیاں دونوں عطا فرما دیتا ہے اور وہ چاہتا ہے تو کسی کو بانجھ بنا دیتا ہے۔ بے شک وہ خود جاننے والا اور خود قدرت رکھنے والا ہے۔(الشوریٰ۔۴۹تا۵۰)

اور زمین میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے ٹکڑے (جزیرے) ہیں اور انگور کے باغ ہیں جن میں بعض تو ایسے ہیں کہ ایک تنے سے اوپر جا کر دو تنے ہو جاتے ہیں اور بعض دو تنے نہیں ہوتے۔ اور سب کو ایک ہی طرح کا پانی دیا جاتا ہے۔ اور ہم ایک کو دوسرے پر پھلوں میں فوقیت دیتے ہیں۔ ان باتوں میں سمجھداروں کے لئے دلائل موجود ہیں۔(الرعد۔۴)

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر اس چیز کو جو آسمانوں اور زمین میں ہے تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے۔ اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں مکمل فرما دی ہیں۔(لقمان۔۲۰)

خدا کی کاریگری میں تم کو کہیں جھول نظر نہیں آئے گا۔ نظر الٹ الٹ کر دیکھو کیا تمہیں کہیں دراڑ یا خرابی دکھائی دیتی ہے۔(الملک۔۳)

مارچ 1990ء

نور الٰہی

نور نبوت

نوع انسانی کی تاریک ہمیں بیانگ دُہل بتا رہی ہے کہ زمین پر وہی قومیں حکمت اور دانشوری سے سرفراز کی گئی ہیں جو اللہ کی پھیلائی ہوئی نشانیوں میں غور کرتی ہیں۔ دنیا کی بادشاہت کا سہرا انہی افراد کے سر پر سجتا ہے جو اللہ کی دی ہوئی عقل و فہم کو استعمال کرتے ہیں۔ کیا ہم نے کبھی یہ سوچا ہے کہ اگر زمین کے پیٹ میں جاری وساری چشمے سوکھ جائیں تو کون ہے جو انہیں دوبارہ جاری کر سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

جب اللہ! اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بلا کر کہتا ہے:

میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں۔ تم بھی اس سے محبت کرو۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور عالم آسمان میں اعلان کرتے ہیں کہ خدا اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہے۔ تم بھی اس سے محبت کرو۔ تو آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر اس بندے کے لئے زمین والوں کے دل میں قبولیت اور عقیدت پیدا کر دی جاتی ہے۔

☆☆☆☆☆

آیئے! ہم دیکھیں کہ ہماری تصویر کیسی ہے؟

سب کاموں سے فارغ ہونے کے بعد رات کو سونے سے پہلے قد آدم آئینہ کے سامنے کھڑے ہو جایئے۔ چند منٹ آنکھیں بند کر کے یہ تصور کیجئے کہ میری زندگی کے پورے اعمال کا ریکارڈ میرے اندر موجود ہے۔ اور میں اس ریکارڈ یا اپنے اندر موجود فلم کو دیکھ رہا ہوں۔ آنکھیں کھول لیجئے اور آئینہ کے اوپر بھرپور نظر ڈالیے۔ اگر آپ کا چہرہ روشن ہے، چہرہ پُر نور ہے، معصومیت ہے اور چہرے کے خدوخال میں مسکراہٹ کی لہریں دور کر رہی ہیں تو آپ بلاشبہ نیکی کی تصویر ہیں۔ اور اگر چہرہ سوگوار ہے خشک ہے، چہرے پر نفرت و حقارت کے جذبات موجود ہیں، کبر و نخوت کے آثار ہیں۔ اور آپ کا چہرہ خود آپ کو برا لگتا ہے تو آپ برائی کی تصویر ہیں۔

☆☆☆☆☆

آج کا ہمارا دور بلاشبہ دولت پرستی کا دور ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ دولت پرستی اور بت پرستی دو الگ الگ طرز عمل ہیں۔ پتھروں کو پوجنا یا سونے کو پوجنا ایک ہی بات ہے۔ بت بھی اللہ کی مخلوق پتھروں اور مٹی سے تخلیق کیے جاتے ہیں اور سونا چاندی بھی مٹی کی بدلی ہوئی ایک شکل کا نام ہے۔ سونے چاندی اور جواہرات کی محبت نے قوم کو اس حد تک اندھا کر دیا ہے کہ شرافت اور خاندان کا معیار ہی دولت بن گیا ہے۔ ہوس زر کا عالم یہ ہے کہ ہماری تمام انسانی قدریں پامال ہو چکی ہیں۔ خاندانی اخلاق، اسلاف کی نجابت، قومی روایات اب ملبہ کا ڈھیر بن گئی ہیں۔ موت کے بعد زندگی سے یقین اٹھ گیا ہے۔ ساری قوم بابرؔبہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست کی تفسیر بن گئی ہے۔ روحانی قدروں کو ذبح کرکے اخلاقی برائیوں کو جنم دیا جارہا ہے۔ اللہ کے فرمان کی کھلی خلاف ورزی کی جاری ہے۔

☆☆☆☆☆

دنیا میں دولت سے زیادہ بے وفا کوئی چیز نہیں ہے۔ دولت نے کبھی کسی کے ساتھ وفا نہیں کی۔ دولت ہر جائی ہے۔ دولت ایک ایسا بزدلانہ تشخص ہے کہ جو دولت کو پوجتا ہے دولت اس کو تباہ و برباد کر دیتی ہے لیکن جو بندہ دولت کی تحقیر کرتا ہے، سر پر رکھنے کے بجائے دولت کو پیروں کی خاک سمجھتا ہے، دولت اس کے پیچھے دوڑتی ہے۔

☆☆☆☆☆

وعدوں کو پورا کرو کہ وعدوں سے متعلق باز پرس کی جائے گی۔ جب ناپو تو پورا ناپو۔ پورے اور صحیح ترازو سے تولو۔ یہ خیر ہے۔ اس کا نتیجہ اچھا ہو گا۔ کسی ایسی خبر کے پیچھے مت چل پڑا کرو جس کے متعلق تم کو یقینی علم حاصل نہ ہو۔ اس لئے کہ کان، آنکھ اور دل سب کے متعلق ہم جواب طلب کریں گے۔ زمین پر اکڑ کر مت چلو کہ تم نہ تو ہماری زمین کو پھاڑ سکتے ہو اور نہ بلندی میں پہاڑوں کے برابر ہو سکتے ہو۔

یہ وہ حرکات ہیں جنہیں ہم سخت ناپسند کرتے ہیں۔

اور نماز قائم کرو دن کے دونوں کناروں اور کچھ رات گئے پر، بلاشبہ عمل خیر برائیوں کو مٹا دیتا ہے۔ یہ نصیحت ہے نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ ربط قائم ہو جانے سے انسان کا دل مطمئن ہو جاتا ہے۔ اور اس کے اوپر سکون کی بارش برستی رہتی ہے۔ روحانیت میں قیام صلوٰۃ کا ترجمہ ربط قائم کرنا ہے یعنی اپنے اللہ سے ہر حال اور ہر حرکت میں تعلق اور ربط قائم رکھا جائے۔ نماز کے ذریعے خدا سے قربت حاصل کیجئے۔ بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ اس کے حضور سجدہ کرتا ہے۔

اگر کوئی بات سمجھاتے وقت بحث و مباحثہ کا پہلو نکل آئے تو آواز میں کرختگی نہ آنے دیں۔ تنقید ضروری ہو جائے تو یہ خیال رکھیں کہ تنقید تعمیری ہو، دلسوزی اور اخلاق کی آئینہ دار ہو، سمجھانے کا انداز ایسا دلنشین ہو کہ مخاطب میں ضد، نفرت، تعصب اور جاہلیت کے جذبات میں اشتعال پیدا نہ ہو۔ اور اگر مخالف کی طرف سے ضد اور ہٹ دھرمی کا اظہار ہونے لگے تو فوراً اپنی زبان بند کر لیجئے کہ اس وقت یہی اس کے حق میں خیر ہے۔

☆☆☆☆☆

قرآن کریم کو اس عزم، اس ولولہ اور اس ہمت کے ساتھ پڑھیے کہ اس کی نورانی کرنوں سے ہمیں اپنی زندگی سنوارنی ہے۔ قرآن آئینے کی طرح آپ کے اندر رہر ہر داغ اور ہر دھبہ نمایاں کر کے پیش کرتا ہے۔ قرآن ایک ایسی انسائیکلوپیڈیا ہے جس میں ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی بات وضاحت کے ساتھ بیان کر دی گئی ہے۔ اب یہ آپ کا کام ہے کہ آپ قرآن پاک میں بیان کردہ نعمتوں سے کتنا فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

کتاب جو ہم نے آپ کی طرف بھیجی برکت والی ہے تاکہ وہ اس میں غور و فکر کریں اور عقل والے اس سے نصیحت حاصل کریں۔

☆☆☆☆☆

اور آپ کے رب نے فیصلہ فرمادیا ہے کہ خدا کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ ان تمام باتوں کے پیش نظر والدین کے آگے فرمانبرداری، احترام اور محبت کو ہمیشہ ملحوظ رکھئے اور کوئی ایسی بات نہ ہونے دیجئے جو انہیں ناگوار گزرے یا جس سے ان کے جذبات کو ٹھیس پہنچے۔

ایک بار بیگم عثمان ابن فطعون سے حضرت عائشہؓ کی ملاقات ہوئی تو آپؓ نے دیکھا کہ بیگم عثمان سادے کپڑوں میں ہیں اور کوئی بناؤ سنگھار بھی نہیں کیا ہے۔ تو حضرت عائشہؓ کو بڑا تعجب ہوا اور ان سے پوچھا۔ بی بی! کیا عثمان کہیں سفر پر گئے ہوئے ہیں؟ حضرت عائشہؓ کے اس تعجب سے اندازہ ہوتا ہے کہ سہاگنوں کا اپنے شوہر کے لئے بناؤ سنگھار کرنا کیسا پسندیدہ عمل ہے۔

☆☆☆☆☆

جس طرح رات اور دن طلوع اور غروب ہوتے رہتے ہیں اسی طرح اقتدار بھی اقوام عالم میں رد و بدل ہوتا رہتا ہے۔ بابل اور مصر کی تہذیبیں اپنی پوری آن شان اور شان و شوکت کے باوجود زمین دوز ہو گئیں۔ تہذیب کا آفتاب کبھی مشرق پر چمکتا تھا پھر یونان علم و آگہی کا مرکز بن گیا لیکن یونان بھی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو کر ختم ہو گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سلطنت روم وجود میں آگئی۔ آفتاب تہذیب پوری طرح مغرب پر چمکنے لگا۔ کچھ عرصے بعد ایران نے زندگی کی ایک نئی انگڑائی لی یہاں تک کہ ریگستان عرب سے علم و عرفان کے بادل اٹھے اور علم و عرفان کے بادلوں سے

مشرق و مغرب دونوں ہی سیراب ہوگئے۔اور پھر جب مسلم قوم نے اپنا تشخص کھو دیا،اپنا کردار گھناؤنا بنالیا تو علم وآگہی کا سورج مغرب کی طرف لوٹ گیا۔آج پست (غیر مسلم) اقوام اعلیٰ ہیں اور اعلیٰ اقوام (مسلم) سابقہ پست اقوام کے سامنے ذلت ورسوائی کی تصویر بنی ہوئی ہیں۔ قوم کے افلاس کا یہ عالم ہے کہ علم وہنر میں ہی نہیں اپنی معاش میں بھی خود کفیل نہیں ہے۔ وہ قوم جو تسخیری فارمولے نافذ کرتی تھی،ایجادات کرتی تھی،آج معاشی اعتبار سے مفلوک الحال ہے کہ اس کی سوچ اور فکر پر بھی پردے پڑ گئے ہیں۔

☆☆☆☆☆

ہر آدمی یہ جانتا اور سمجھتا ہے کہ خاندان کے افراد جب تک مل جل کر یکجائی جذبات کے ساتھ رہتے ہیں ان کی ایک حیثیت ہوتی ہے۔ان کی اپنی ایک آواز ہوتی ہے۔ان کی ایک اجتماعی قوت ہوتی ہے۔ جھاڑو کے تنکے الگ الگ کر دیئے جائیں اور ہر تنکے سے الگ الگ ضرب لگائی جائے،چاہے اس کی تعداد ایک ہزار تک ہو چوٹ نہیں لگے گی اور نہ اس عمل سے کوئی مفید نتیجہ مرتب ہو گا لیکن ان ایک ہزار تنکوں کو ایک جگہ باندھ کر ضرب لگائی جائے تو جسم پر نیل پڑ جائے گا۔

☆☆☆☆☆

قدرت چاہتی ہے کہ ہم قدرت کی نشانیوں پر غور کر کے نیکوکاروں کی زندگی بسر کریں۔اس لئے کہ نیکوکاری قدرت کی حسین صنعت ہے۔ خدا چاہتا ہے کہ اس کی صنعت میں بدنمائی نہ ہو۔

سورہ یونس میں ارشاد ہے کہ ہم نیکوکاروں کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیں گے بلکہ کچھ زیادہ ہی عطا کریں گے۔ان کے چہروں کو ذلت اور مسکنت کی سیاہی سے محفوظ رکھیں گے اور جنت میں انہیں دائمی سکون حاصل ہو گا۔

☆☆☆☆☆

قرآن کہتا ہے۔ زمین وآسمان میں اہل ایمان کے لئے حقائق وبصائر موجود ہیں یعنی اہل ایمان کی خصوصیت یہ ہے کہ زمین وآسمان کی حقیقتوں اور زمین وآسمان کے اندر موجود تخلیقات کے فارمولوں پر ان کی گہری نظر ہوتی ہے۔ان کے اندر مشاہدے کی طاقت کہکشانی نظاموں کی نقاب کشائی کرتی رہتی ہے۔

(خواجہ شمس الدین عظیمی کی کتاب ''تجلیات'' سے چند اقتباس)

اپریل 1990ء

نور الٰہی

نور نبوت

دیکھ!

حضرت عزرائیل نے دیکھا کہ!

ایک سمندری جہاز ہے۔ وہ ڈوب رہا ہے۔ حکم خداوندی ہوا۔ تجھے اجازت ہے مگر یہ نوزائیدہ بچہ ضائع نہ ہو۔ اسے تختہ پر ڈال کر سمندر کی لہروں کے سپرد کر دے۔ عزرائیل نے عرض کیا۔

خدایا! یہ بچے کیسے زندہ رہے گا۔ خدا نے کہا۔ سمندر کی منہ زور لہریں اس کی حفاظت کریں گی۔ جہاز اپنے مسافروں اور ساز و سامان کے ساتھ ڈوب گیا۔ سمندر نے اس طرح جہاز کو نگل لیا کہ اس کا وجود بھی باقی نہ رہا۔ مگر لہروں نے بچہ کو سنبھال لیا۔ طوفان تھم گیا۔ بچہ سمندر کے کنارے آلگا۔

خدا نے کہا۔ اے عزرائیل یہ وہی بچہ ہے جس نے ہمارے احسانات کا یہ بدلہ دیا ہے کہ خدا بن بیٹھا۔

☆☆☆☆☆

فرعون اور اس کے مصاحب دانشوروں نے ذاتی مفاد اور اپنی اجارہ داری قائم رکھنے کے لئے اسرائیلی قوم کو ایسے راستے پر چلنے پر مجبور کر دیا کہ وہ فرعون کی زر خرید غلام بن گئی۔ اسرائیل کے اندر سے قومی حمیت اور غیرت ختم ہو گئی۔ اس کے سپرد ایسے کام کیے گئے کہ جن کاموں سے مستقل طور پر قوم برین واش ہوتی رہی۔ یہ ساری کارستانی ان حکماء اور فلاسفر کی تھی جن کا مقصد نوع انسانی پر اپنی حاکمیت قائم کرنا تھا۔ قوم جب ذلت اور مسکنت کی انتہا کو پہنچ گئی تو اسی قوم میں سے ایک فرد خدا نے پیدا کیا۔ اور بڑی معجزاتی بات یہ ہے کہ اس فرد کو اسفل گروہ کے سرغنہ کے گھر میں پرورش کرادی۔ یہ فرد جب عظیم المرتبت موسیٰ علیہ السلام کے تشخص سے منظر عام پر آیا تو گروہ اسفل کے دانشوروں کے قلعوں میں کہرام برپا ہو گیا۔ دونوں گروہوں کے سرداروں نے اپنے اپنے علم سے ایک دوسرے کو شکست دینے کی جدوجہد کی۔ فرعونی گروہ کے دانشوروں، صاحب علم جادوگروں اور بڑے بڑے فلاسفروں نے گروہ انبیاء کے ایک ممتاز فرد موسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو ختم کر کے اپنا اقتدار مستحکم کرنے کے لئے سازشیں شروع کر دیں۔ جادوگروں نے فرعون کے عظیم الشان دربار میں اپنی دانشوری کا مظاہرہ کرنے کے لئے رسیاں اور بانس پھینک دیئے۔ پورا دربار سانپ اور

اژدہوں سے بھر گیا۔ لوگوں پر دہشت طاری ہوگئی اور عقل کے غلام فرعون کی عظمت کے اور زیادہ قائل ہوگئے۔ گروہ انبیاء کا ممتاز فرد موسیٰ علیہ السلام ہاتھ میں عصا لئے ہوئے اپنی جگہ کھڑا رہا۔

موسیٰ علیہ السلام کے پیش نظر ذاتی منفعت یا ذاتی اقتدار نہیں تھا۔ وہ غلام قوم کو آزادی سے ہمکنار کرنا چاہتا ہے۔ اس کی سوچ، انفرادی نہیں اجتماعی تھی۔

موسیٰ علیہ السلام کے خدا نے کہا:

خوف اور غم نہ کر ہم تیرے ساتھ ہیں۔ اپنی لاٹھی پھینک دے۔ موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی زمین پر ڈال دی۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ لاٹھی ایک بڑا اژدھا بن کر دربار میں لمبی لمبی زبانیں نکالتے ہوئے تمام اور اژدہوں کو نگل گیا۔ لیکن اسفل سوچ کے دانشوروں نے اس شکست کو تسلیم نہیں کیا۔ اور فرعون کو اس کی عظمت یاد دلاتے رہے۔ بالآخر موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر شہر سے باہر نکل گئے اور فرعون اپنا لشکر لے کر ان کے تعاقب میں آندھی طوفان کی طرح چلا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ دریا میں راستے بن گئے۔ لہریں دیواریں بن گئی ہیں۔ عقل کے اندھے نے یہ بھی نہیں سوچا کہ جس شخص کی وجہ سے دریا نے اپنی فطرت بدل دی ہے۔ وہ شخص ماورائی انسان ہے۔ عقل کے گھوڑے پر سوار، اقتدار کے نشے میں بدمست، ظلم و بربریت کا معمار دریا میں اتر گیا۔ اور دریا میں لہروں سے بنا ہوا راستہ بند ہوگیا۔ ایسا لگا کہ دریا میں لہروں کے کواڑ تھے۔ جو آپس میں مل گئے۔ فرعون غرق ہوگیا۔ موسیٰ علیہ السلام کو فتح و کامرانی مل گئی۔

اللہ کا ارشاد ہے:

اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا۔ بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔

جب سے آدم و حواء کو زمین پر پھنکا گیا ہے زمین پر دو گروہ کا وجود نوع انسانی کے لئے مشعل راہ بنتا رہا۔ ایک گروہ نے اپنی تعلیم کی عمارت مذہب پر رکھی۔ اس گروہ نے اچھائی اور برائی کا ہر پہلو سمجھا کر، آخرت کی زندگی کی نشاندہی کی۔ انہوں نے بتایا جو پیدا ہوتا ہے وہ مرتا بھی ہے۔ مرنے اور پیدا ہونے کے عمل سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ ہم پیدا ہونے سے پہلے بھی کہیں تھے۔ جہاں تھے وہاں جب ہمارے اوپر موت وارد ہوئی تو زمین پر پیدا ہوگئے۔ موت نے جب ہمیں زمین پر رہنے کی مہلت نہیں دی تو ہم کہیں اور پیدا ہوگئے۔ زمین پر سے منتقلی کا نام موت اور موت کے بعد دوسرے عالم میں پیدا ہونے کا نام آخرت کی زندگی رکھا گیا۔ جس گروہ یا اخلاق معلمین کی جس جماعت نے آخرت کی دنیا سے روشناس کرایا۔ ان کو انبیاء اور معلمین دین کہا گیا۔

دوسرا گروہ، وہ ہے کہ جس نے اپنے فلسفہ و حکمت اور عقل و دانائی پر عمارت کھڑی کی۔ یہ جماعت حکماء اور فلاسفر کے نام سے جانی پہچانی گئی۔ دونوں گروہ اور جماعتوں نے درس و تعلیم کے اصول الگ الگ بنائے۔ انبیاء اور مصلحین نے اپنی تعلیمات کا ماخذ اللہ کے علم اور اللہ کے احکامات کو

قرار دیا۔ انبیاء اور مصلحین کی تعلیمات میں علت و معلول کا سلسلہ اور عقلی موشگافیاں نہیں ہیں۔ اور نہ ہی منطق و فلسفہ کی گرہ کشائی ہے۔ احکام اور تعلیمات کی کسوٹی صرف یہ ہے کہ یہ بات اللہ نے کہی ہے۔

دوسرے گروہ اور فریق کے ذہن میں استدلال ہے۔ تعلیمات میں علت و معلول ہے۔ نفسیاتی بحث، غرض و غایت کا تعین، دلیل، عقلی توجیہات، شعوری نکتہ چینی ہے۔ مگر یہ سب ہونے کے باوجود عمل کا درجہ صفر ہے۔ اور اگر کہیں یہ درجہ صفر سے آگے بڑھا ہے تو اس عمل کا نتیجہ مثبت کے بجائے منفی نکلا۔ دعوے نوع انسانی کی ترقی اور علمی برتری کے ہوتے رہے۔ حاصل ہلاکت کے سوا کچھ نہیں نکلا۔ عقلی محبت اور شعوری ترقی کی بنیاد پر ظاہر اسباب میں ترقی ہوتی رہی۔ اس ترقی کا فائدہ نوع انسانی کو نہیں پہنچا۔ عقل کی فضیلت کے پس پردہ غرض ہو، ہوس اور لالچ، پنپتا پھولتا اور نشوونما پاتا رہا۔ عقلی برتری کی بنیاد پر حکماء "خدا کی خدائی" پر بھی قدغن لگانے سے باز نہیں رہے۔ کسی کو نمرود، کسی کو شداد اور کسی کو شہنشاہ جلال الدین اکبر بنا دیا۔

حکمائے وقت نے موسیٰ کے مقابلے میں فرعون کو کھڑا کر دیا۔

روایت بیان کی جاتی ہے کہ:

مصنوعی خدا شداد نے اصلی خدا سے دعا کی کہ موت اس طرح آئے کہ اس کے انتخاب کی مجھے اجازت دے دی جائے۔

جب موت آئے تو میں لیٹا ہوا نہ ہوں، کھڑا ہوا نہ ہوں، بیٹھا ہوا نہ ہوں، گھر کے اندر یا باہر نہ ہوں۔ زمین پر نہ ہو۔ غرض اس کی عقل میں موت سے بچاؤ کی جتنی بھی تدبیریں تھیں وہ سب اس نے خدا سے منظور کرالیں۔

جنت تیار ہوگئی۔ معائنہ کرنے کے لئے محل سے نکلا۔ گھوڑے پر سوار ہوا۔ گھوڑا اس حال میں کہ دو پیر اس کے جنت کے دروازے میں تھے اور دو پیر جنت کے دروازے سے باہر تھے۔ گھوڑا اڑیل ٹٹو بن گیا۔ ہر چند کوشش کی گئی مگر گھوڑا ٹس سے مس نہ ہوا۔ طے پایا کہ شداد جو خود کو خدا کہلاتا تھا۔ گھوڑے سے اتر آئے۔ شداد اس حال میں کہ اس کا ایک پیر رکاب میں تھا اور ایک پیر غلام کے ہاتھ میں تھا۔ مر گیا۔ ملک الموت عزرائیل نے فرشتہ نے عجز و انکساری سے اصلی خدا باری تعالیٰ سے عرض کیا۔ اے مالک الملک اے بادشاہوں کے بادشاہ تو اتنی مہلت تو دے دیتا کہ یہ جنت دیکھ لیتا تو مایوس و نامراد نہ مرتا۔ خدا نے کہا۔ اے عزرائیل! تجھے خبر ہے یہ کون ہے۔ عزرائیل نے سجدہ ریز ہو کر عرض کیا۔ میرے مالک میں تو اتنا ہی جانتا ہوں جتنا تو نے مجھے علم دے دیا ہے۔ شانِ جلال میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

مئی 1990ء

نور الٰہی

تبلیغی کام اپنے گھر سے شروع کیجئے۔ اگر آپ کے گھر میں آپ کی رفیقۂ حیات یا آپ کا رفیق سفر دینی اور روحانی علوم سے بہرہ ور ہیں تو آپ دونوں بچوں کی بہترین تربیت کر سکتے ہیں۔ بچہ کا پہلا گہوارہ ماں کی آغوش اور باپ کی گود ہے۔ آپ دونوں اگر اسلامی اخلاق سے آراستہ ہوں گے تو بچوں کی تربیت اور سدھار کے لئے گھر تعلیم و تربیت کا پہلا اسکول بن جائے گا۔

مرد کے اوپر فرض ہے کہ بچوں اور بیوی کی تمام ضروریات پوری کرے۔ عورت کے اوپر فرض ہے کہ ازدواجی زندگی خوش گوار بنائے رکھے۔ دونوں کو چاہئے کہ اپنے قول و عمل اور انداز و اطوار سے ایک دوسرے کو خوش رکھنے کی کوشش کریں۔ کامیاب ازدواجی زندگی کا یہی راز ہے اور خدا کو خوش رکھنے کا ذریعہ بھی۔

اللہ تعالیٰ آپ کو جو اولاد دیتا ہے، اسے کبھی ضائع نہ کیجئے۔ پیدا ہونے سے پہلے یا پیدا ہونے کے بعد اولاد کو ضائع کرنا بدترین سنگ دلی، بھیانک ظلم، انتہائی بزدلی اور دونوں جہان کی تباہی ہے۔ ولادت کے وقت ولادت والی عورت کے پاس آیت الکرسی اور سورۂ اعراف کی آیتیں ۵۴۔۵۵ پڑھیں اور سورۂ فلق اور سورۂ الناس پڑھ کر دم کریں۔ ولادت کے بعد بچہ کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہئے۔ اذان اور اقامت کے بعد کسی نیک مرد یا نیک عورت سے کھجور چبوا کر بچے کے تالو میں لگوایئے اور بچے کے لئے خیر و برکت کی دعا کرایئے۔ بچوں کے نام ایسے رکھئے جن کے معانی اور مفہوم اچھے ہوں پھر ساتویں دن عقیقہ کیجئے۔

بچوں کو ڈرایئے نہیں کیوں کہ ابتدائی عمر میں دماغ میں چھپا ہوا ڈر ساری عمر ذہن سے چمٹا رہتا ہے اور خوف زدہ بچے زندگی میں کوئی بڑا کام سر انجام دینے کے قابل نہیں رہتے۔

اولاد کو ہر وقت سخت وسست کہنا اور ہر وقت برا کہتے رہنا بھی غلط ہے۔ اس سے بچے کی صحیح پرورش نہیں ہوتی اور وہ ڈانٹ ڈپٹ کو روزانہ کا معمول سمجھنے لگتا ہے۔ بچے نادان ہوتے ہیں، ان کی کوتاہیوں پر بیزار ہونے کی بجائے۔ یہ سوچیئے کہ آپ بھی ان ہی کی طرح بچہ تھے اور آپ سے بھی بے شمار کوتاہیاں سرزد ہوتی تھیں۔ نفرت کا اظہار کرنے کی بجائے حکمت، تحمل اور بردباری سے ان کو سمجھایئے۔ ان کو یہ تاثر دیجئے کہ آپ ان کے ہمدرد ہیں۔ ان کے سروں پر شفقت سے ہاتھ پھیریئے تاکہ ان کے اندر اطاعت اور فرماں برداری کے جذبات ابھر آئیں۔

نور نبوت

اخلاق، خوش مزاجی اور دل کی نرمی کو پرکھنے کے لئے اصل مقام آپ کا گھر ہے۔ جہاں آپ اپنی بیوی اور بچوں سے محبت بھی کرتے ہیں اور اصلاح و تربیت کے لئے اپنا اقتدار بھی چاہتے ہیں۔ گھر کی بے تکلف زندگی میں ہی طبیعت اور مزاج کا ہر رخ سامنے آتا ہے۔ صحیح معنوں میں وہی بااخلاق اور نرم خو ہے جو حفظ مراتب کے ساتھ اپنے گھر والوں سے خندہ پیشانی اور مہربانی سے پیش آئے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔

''میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی اور میری سہیلیاں بھی میرے ساتھ کھیلتی تھیں۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تھے تو سب چھپ جاتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایک ایک کو میرے پاس بھیجتے تا کہ وہ میرے ساتھ کھیلیں۔''

ایک بار حج کے موقع پر حضرت صفیہؓ کا اونٹ بیٹھ گیا اور وہ سب سے پیچھے رہ گئیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ زار و قطار رو رہی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رک گئے اور اپنے دست مبارک سے چادر کا پلو لے کر حضرت صفیہؓ کے آنسو پونچھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلمن آنسو پونچھتے جاتے تھے اور وہ بے اختیار روتی جاتی تھیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح باہر تبلیغ و تعلیم میں مصروف رہتے تھے اسی طرح گھر میں بھی اس فریضہ کو ادا کرتے رہتے۔ قرآن نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو خطاب کیا ہے:

''اور تمہارے گھروں میں جو خدا کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور حکمت کی باتیں سنائی جاتی ہیں، ان کو یاد رکھو۔''

اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے مومنوں کو ہدایت کی گئی ہے:

''اور اپنے گھر والوں کو صلوٰۃ کی تاکید کیجئے اور خود بھی پابند رہیئے۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''جب کوئی مرد رات میں اپنی بیوی کو جگاتا ہے اور وہ دونوں مل کر دو رکعت ادا کرتے ہیں تو شوہر کا نام ذکر کرنے والوں اور بیوی کا نام ذکر کرنے والیوں میں لکھ لیا جاتا ہے۔''

جون 1990ء

نور الٰہی

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''بہت زیادہ کھانے والے سے اللہ کی پناہ مانگو۔'' کھانے کی زیادتی اور اسراف کے چند نقصانات کی طرف اپنی توجہ مبذول کیجئے۔

۱۔ زیادہ کھانے سے لبلبہ کو زیادہ کام کرنا پڑتا ہے اس کی وجہ سے اندرونی رطوبت (Insulin) کم ہو جاتی ہے اور خون میں شکر کی فراوانی ہو جاتی ہے۔ نتیجہ میں ذیابیطس کا مرض لاحق ہو جاتا ہے۔

۲۔ جب کہ دوسرا لازمی نتیجہ بلڈ پریشر ہوتا ہے۔ بلڈ پریشر اور ذیابیطس لازم اور ملزوم ہیں۔

۳۔ زیادہ کھانے سے شریانیں تنگ ہو جاتی ہیں جس سے خون کی گردش میں خلل واقع ہوتا ہے۔ جب شریانوں کی تنگی انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو اعصاب بے حس ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ کیفیت دماغ کے کسی حصے پر وارد ہو جائے تو انسان پر فالج گر جاتا ہے۔

۴۔ ''امراض قلب'' کا بھی ایک بڑا سبب شریانوں کی تنگی ہوتی ہے۔ کیونکہ تنگی کی شدید کیفیت دل کی طرف ہو جائے تو دل کا دورہ پڑ جاتا ہے۔

۵۔ قبل از وقت بڑھاپا بھی ''پرخوری'' کے سبب ہوتا ہے کیونکہ اعضا اپنا صحیح عمل چھوڑ دیتے ہیں اور انسان وقت سے پہلے بوڑھا ہو جاتا ہے۔

۶۔ بہت زیادہ کھانے سے موٹاپا پیدا ہوتا ہے۔ موٹاپا بجائے خود کئی بیماریوں کا پیش خیمہ ہے۔

۷۔ بد ہضمی، اسہال، دست اور قے جیسی موذی بیماریاں بھی بسیار خوری سے ہوتی ہیں۔

مختصر یہ کہ زیادہ کھانا ہزار خرابیوں کو جنم دیتا ہے اس کے برعکس اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کیا جائے یعنی کھانا وقت پر کھایا جائے، ضرورت کے مطابق کھایا جائے، آدھا پیٹ روک کر کھایا جائے تو انسان ہمیشہ خوش رہتا ہے۔ خوشی سے صحت پر خوشگوار اثر مرتب ہوتا ہے۔

ارشاد عالی مقام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

''انسان کی کمر سیدھی رکھنے کے لئے چند لقمے ہی کافی ہیں اور اگر لازماً زیادہ ہی کھانا پڑے تو معدہ میں ایک تہائی کھانا ہو ایک تہائی پانی ہو اور ایک تہائی جگہ سانس کے لئے خالی ہو۔''

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو۔ بیشک اللہ اسراف (فضول خرچی) کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔''

خورد و نوش کے سلسلہ میں اللہ کے فرمان پر عمل کیا جائے تو ہاضمے کی خرابی اور صحت کے بگاڑ کا مسئلہ نہیں بنتا۔

کھانے پینے میں اسراف کی دو صورتیں ہیں۔

یہ دیکھا جائے کہ آپ کیا کھا رہے ہیں۔ کھانے کی مقدار میں (Quantity) کیا ہیں۔ کیا آپ ایسی غذا استعمال کر رہے ہیں جو آسانی سے ہضم ہو سکے۔ جو کچھ آپ کھا رہے ہیں اس کی مقدار کیا ہے۔ اسراف یہ ہے کہ انسان وہ اشیاء کھائے جو اپنی کیمیائی خاصیت کے اعتبار سے اس کی اپنی طبیعت اور مزاج کے موافق نہ ہو یا موسم کے لحاظ سے موزوں نہ ہو۔ مثلاً سردی کے موسم میں سرد خاصیت والی اشیاء درد بخار میں ناموافق گرم گرم چیزوں کا استعمال اسراف کے دائرے میں آئے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''جو شخص دنیا میں زیادہ کھائے گا قیامت میں اتنا ہی زیادہ بھوکا رہے گا۔''

نور نبوت

ہمارے پیارے آقا سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ فلاں فلاں اوصاف واخلاق ایمان کے لئے خصوصیت رکھتے ہیں۔ جس قدر ان لوازم اور خصوصیات کی زیادتی یا کمی ہو گی اس ہی قدر ایمان روشن منور یا کمزور ہو گا۔ ایمان یقین کا ایک درخت ہے جس کی بے شمار شاخیں ہیں اور ان شاخوں پر شماریات سے زیادہ پتے پھول کھلتے ہیں۔ آج کی مجلس میں ہم نے ان میں چند کو یکجا کیا ہے۔

☆ توحید کا اقرار

☆ خدا اور اس کا رسول ﷺ سب سے زیادہ پیارا ہو۔ اللہ کی مخلوق سے صرف اللہ کی محبت میں پیار کرے۔ ایمان میں لغزش سے اتنی تکلیف ہو جیسے آگ کی تپش سے تکلیف ہوتی ہے۔

☆ حق بات کو ہر حال میں تسلیم کرنا۔ مزاحمت کے باوجود جھوٹ نہ بولنا۔ اس بات پر یقین ہونا کہ جو کچھ پیش آچکا ہے یا آئندہ پیش آئے گا اللہ کی مشیئت سے ہے۔

☆ مفلسی اور تنگدستی میں خدا کی راہ میں خرچ کرنا۔ دنیا میں امن اور سلامتی کا پرچار کرنا۔ خود اپنی ذات سے بھی انصاف کرنا۔ اخلاق کی فضول خرچی نہ کرنا۔

☆ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے کرتا ہے۔

☆ صحیح مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان کے شر سے مسلمان سلامت رہیں۔ جس پر لوگ اتنا بھروسہ کریں کہ اپنی جان و مال اس کی امانت میں دے دیں۔

☆ اسلام میں بہترین عمل یہ ہے کہ بھوکوں کو کھانا کھلایا جائے اور ہر جان پہچان کے لوگوں یا انجانے لوگوں کی سلامتی کے لئے دعا کی جائے۔

☆ مصیبتوں، پریشانیوں کے وقت صبر کرنا اور بوقت ضرورت اخلاقی جرانمردی کا مظاہرہ کرنا۔

☆ مومن کی تعریف یہ ہے کہ وہ دوسروں سے محبت اور شفقت سے پیش آتا ہے۔ اگر اس سے کوئی محبت نہیں کرتا تو وہ اس کی پرواہ نہیں کرتا۔ وہ لوگوں کی صرف اخلاص نیت سے خدمت کرتا ہے۔

☆ مومن کسی پر طعن نہیں کرتا اور نہ کسی کو بددعا دیتا ہے۔ اس کی زبان صاف ہوتی ہے۔ گالی دیتا ہے نہ بدزبان ہوتا ہے۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کوئی اس وقت تک جنت میں نہیں جا سکتا جب تک اس کا پڑوسی اس کے غصے سے محفوظ نہ رہے۔

☆ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کی ضروریات کا خیال رکھتے ہیں۔

☆ مومن اپنے مہمان کی عزت کرتا ہے اور اس کی خدمت کرتا ہے۔

☆ اخلاق حسنہ دراصل صفات الٰہیہ کا سایہ ہے۔

☆ خوش خلقی اللہ تعالیٰ کا خلق عظیم ہے۔

☆ وہی اخلاق اچھاہے جو صفات ربانی کا عکس ہو۔

☆ بندے کا کمال یہ ہے کہ اس کے اندر اللہ کی صفات متحرک ہوں اور وہ اللہ کی صفات کا امین ہو خدا کی کبریائی کے مقابلے میں بندے میں خاکساری اور تواضع ہو۔اور خدا کی عظمت وبلندی کے مقابلے میں بندے میں انکساری ہو۔

☆ بندہ جس حد تک اللہ کی صفات سے اکتساب کرتاہے اسی مناسبت سے روحانی ترقی کا سلسلہ جاری رہتاہے۔

اکتوبر 1990ء

نور الٰہی

عامرؓ ایک بار حضرت عمرؓ سے ملنے کے لئے ان کے گھر گئے تو دیکھا کہ حضرت عمرؓ لیٹے ہوئے ہیں اور بچے ان کے سینے پر چڑھے ہوئے کھیل رہے ہیں۔ان کو یہ بات بہت گراں گزری۔

امیر المومنین نے ان کی پیشانی پر بل دیکھ کر فرمایا۔''آپ اپنے بچوں کے ساتھ کیسا برتائو کرتے ہیں؟''

عامرؓ نے کہا۔''جب میں گھر میں داخل ہوتا ہوں تو گھر والوں پر سکتہ طاری ہو جاتا ہے اور سب دم بخود ہو جاتے ہیں۔''

حضرت عمرؓ نے بڑے سوز کے ساتھ فرمایا۔''عامر!امت محمدیہ ﷺ کا فرزند ہوتے ہوئے تم یہ نہیں جانتے کہ مسلمان کو اپنے گھر والوں کے ساتھ کس طرح نرمی اور محبت کا سلوک کرنا چاہئے۔''

ماں پر بچے کا یہ حق ہوتا ہے کہ اسے دودھ پلایا جائے۔قرآن پاک نے ماں کا یہی احسان یاد دلا کر ماں کے ساتھ غیر معمولی حسن سلوک کی تاکید کی ہے۔بچہ نو مہینے تک ماں کے خون سے پیٹ میں پرورش پاتا ہے۔اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ بچے وہی ذہن اور وہی خیالات اپناتے ہیں جو ماں کے دماغ میں گردش کرتے رہتے ہیں۔ماں کا فرض یہ ہے کہ وہ بچے کو اپنے دودھ کے ایک ایک قطرے کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے طرز عمل کا سبق دیتی رہے۔دودھ کے ہر گھونٹ کے ساتھ نبی ﷺ برحق کا عشق اور دین کی محبت بھی اس کے سراپا میں اس طرح انڈیل دے کہ قلب و روح میں اللہ کی عظمت اور رسول اللہ ﷺ کی محبت رچ بس جائے۔اس خوشگوار فریضہ کو انجام دے کر جو روحانی سکون و سرور حاصل ہوتا ہے اس کا اندازہ ہی مائوں کو ہوتا ہے جو اپنے بچوں کی پرورش حق کے ساتھ کرتی ہیں۔

بچوں کو ڈرانے سے پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ ابتدائی عمر کا یہ ڈر ساری زندگی پر محیط ہو جاتا ہے اور ایسے بچے زندگی میں کوئی بڑا کارنامہ سرانجام دینے کے لائق نہیں رہتے۔اولاد کو بات بات پر ڈانٹنے، جھڑکنے اور برا بھلا کہنے سے بچے خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔اس کے برعکس شفقت و محبت اور نرمی کے برتائو سے اولاد کے اندر اطاعت اور فرماں برداری کے جذبات نشوونما پا کر اولاد کو باسعادت کرتے ہیں۔

اولاد والدین کے کمر کی ٹیک، بڑھاپے اور خاندان کا وقار ہے۔اور پوری نوع انسانی کا سرمایہ ہے!

☆☆☆☆☆

ماں باپ کا وجود اولاد کے لئے سایہ فگن آسمان کی طرح ہے۔ اگر وہ کچھ مطالبہ کریں تو ان کو خوب دیجیئے۔ وہ دل گرفتہ ہوں تو ان کا غم دور کیجئے۔ ان پر نا قابل برداشت بوجھ نہ بنئے کہ وہ آپ کی زندگی سے اُکتا جائیں۔ آپ کی موت کی تمنا کریں اور آپ کے قُرب کو دوری سے بدل دیں۔

اپنے بچوں کو حسب مراتب گود میں لیجئے۔ پیار کیجئے، شفقت سے ان کے سر پر ہاتھ پھیرئے۔ تند خو اور سخت گیر ماں باپ سے بچے ابتداءً سہم جاتے ہیں اور پھر نفرت کرنے لگتے ہیں۔ والہانہ جذبہ محبت سے ان کے اندر خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے اور ان کی فطری نشوونما پر کوش گوار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

اولاد کو ضائع نہ کیجئے، اولاد کو اپنے اوپر بوجھ نہ سمجھیئے۔ معاشی تنگی کی وجہ سے کبھی یہ سوچیئے کہ یہ سب اولاد کی وجہ سے ہے۔

خالق کائنات کا فرمان ہے:

''اور اپنی اولاد کو فقر و فاقہ کے خوف سے قتل نہ کرو۔ ہم ان کو بھی رزق دیں گے اور ہم تمہیں بھی رزق دے رہے ہیں۔''

نور نبوت

دراصل صالح اولاد ہی آپ کے بعد آپ کی تہذیبی اور دینی تعلیمات اور پیغام توحید کو زندہ رکھنے کا ذریعہ ہے۔ اور مومن نیک اولاد کی آرزوئیں اس لئے کرتا ہے کہ وہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو زندہ رکھے گی۔

دوسروں کے سامنے اپنے بچوں کے عیب بیان نہ کیجئے اور نہ کسی کے سامنے ان کو شرمندہ کیجئے۔ ان کی عزت نفس کے آپ محافظ ہیں۔ بچوں کے سامنے ان کی اصلاح سے مایوسی کا اظہار بچوں میں احساس کمتری پیدا کر دیتا ہے۔ یا پھر ان کے اندر ضد اور غصہ بھر جاتا ہے کہ جب ہم خراب اور نا قابل اصلاح ہیں تو اب خراب ہو کر ہی دکھائیں گے۔ بچے کہانیاں سن کر بہت خوش ہوتے ہیں اور انہیں جو کچھ سنایا جاتا ہے وہ ان کے حافظہ میں محفوظ ہو جاتا ہے۔ نہایت پیار وُ انسیت کے ساتھ انہیں نبیوں کے قصے، صالحین کی کہانیاں، صحابہ کرامؓ کی زندگی کے واقعات اور مجاہدین اسلام کے کارنامے اہتمام کے ساتھ سنایئے اور ان سے سنیئے بھی۔ ہزار مصروفیتوں کے باوجود ان کے لئے وقت نکالئے۔ جب بچے خوش ہوں انہیں بتایئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں سے والہانہ محبت کرتے تھے، بچوں کو دیکھ کر حضور ﷺ کا چہرہ انور گلنار ہو جاتا تھا۔

ایک مرتبہ ہمارے پیارے نبی ﷺ حضرت حسنؓ کو پیار کر رہے تھے۔ ایک بدو کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا اور کہا۔ ''یا رسول اللہ ﷺ! آپ بھی بچوں کو پیارے کرتے ہیں۔ میرے دس بچے ہیں لیکن میں نے کبھی کسی کو پیار نہیں کیا۔''

رحمت اللعالمین ﷺ کے چہرہ مبارک پر ناگواری ظاہر ہوئی اور فرمایا۔ ''اگر خدا نے تمہارے دل سے رحمت و شفقت کو نکال دیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔''

بے جا لاڈ پیار سے بچے ضدی اور خود سر بن جاتے ہیں۔ ہر جا وبے جا ضد پوری کرنے کی بجائے تحمل اور بُردباری کے ساتھ کوشش کیجئے، یہ عادت ختم ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے کرخت آواز کو ناپسند کیا ہے۔ بچوں کے سامنے چیخئے چلایئے نہیں کیونکہ بچے یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ گلا پھاڑ کر زور سے بولنا بھی کوئی قابل تعریف کام ہے۔ نرمی، خوش گفتاری اور دھیمے لہجے میں ماں باپ جب بات کرتے ہیں تو بچوں کا لہجہ خود بخود نرم اور شیریں ہو جاتا ہے۔

عادت ڈالئے کہ بچے اپنے کام اپنے ہاتھ سے کریں۔ نوکروں کا سہارا بچوں کو کاہل اور سست اور اپاہج بنا دیتا ہے۔ ان کے اندر زندگی کے گرم و سرد حالات سے نبرد آزما ہونے کی ہمت نہیں رہتی۔ ایسے بچے جفاکش اور محنت کوش نہیں ہوتے۔

کبھی کبھی اپنے بچوں کے ہاتھ سے غریبوں اور مساکین کو کھانا، پیسہ، کپڑا بھی دلوایئے تاکہ ان کے اندر غریبوں کے ساتھ سلوک، سخاوت و خیرات کا جذبہ پیدا ہو۔ ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایئے، ان کے منہ پر نوالے دیجئے۔ ان سے بھی کہیئے کہ وہ اپنے بہن بھائیوں کو اپنے ہاتھ سے کھلائیں۔ اس عمل سے حقوق العباد کا احساس اور انصاف کے تقاضے اپنی پوری رعنائیوں کے ساتھ قالب انسان میں نمو پاتے ہیں۔

جائیداد میں لڑکی کا حصہ پوری دیانت داری اور اہتمام کے ساتھ دینا خدا نے فرض کیا ہے۔ اس میں اپنی طرف سے کمی بیشی کرنے کا کسی کو اختیار نہیں۔ لڑکی کا حصہ دینے میں حیلہ جوئی سے کام لینا خیانت ہے اور اللہ کے دین کی توہین کرنا ہے۔

والدین کی دعائیں اولاد کے حق میں قبول ہوتی ہیں۔ اولاد کیسی بھی ہو ماں باپ کی آنکھوں کا نور ہوتی ہے۔ سوز و گداز اور دل جمعی کے ساتھ اولاد کے حق میں دعا کرنا ماں باپ کی عادت ہوتی ہے۔ خدائے رحمان ورحیم دل سے نکلی ہوئی دعائیں ضائع نہیں کرتا۔

نومبر 1990ء

نور الٰہی

ظلم و بربریت اور فتنہ و فساد کی ہیبت ہو یا قدرتی عذابوں کی تباہ کاریوں کا خوف، ہر حال میں بصیرت کے ساتھ اس کے اصل اسباب کا سراغ لگایئے اور سطحی تدبیروں پر وقت ضائع کرنے کی بجائے کتاب و سنت کے مطابق اپنی تمام صلاحیتوں کو کام میں لا کر صراط مستقیم پر قدم بڑھا دیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الشوریٰ میں فرمایا ہے:

''اور تم پر جو مصائب آتے ہیں وہ تمہارے ہی کرتوتوں کا نتیجہ ہیں اور خدا تو بہت خطاؤں سے درگزر کرتا ہے۔''

قرآن پاک نے اس کا علاج بھی بتایا ہے:

''اور تم سب مل کر خدا کی طرف پلٹو اے مومنو! تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

گناہوں کے ہیبت ناک اور دلدل میں پھنسی ہوئی امت جب اپنے گناہوں پر نادم ہو کر خدا کی طرف پھر جذبۂ زندگی کے ساتھ پلٹتی ہے اور انتہائے ندامت سے اپنے گناہوں کی گندگی دھو کر پھر خدا سے عہد وفا استوار کرتی ہے تو اس کیفیت کو قرآن توبہ کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے اور توبہ ہی ہر طرح کے فتنہ و فساد اور خوف و دہشت سے محفوظ ہونے کا حقیقی علاج ہے۔

حضور قلب کے ساتھ خدا کو یاد کیجئے، دل و دماغ، احساسات، جذبات، افکار و خیالات ہر چیز سے پوری طرح خدا کی طرف رجوع ہو کر یکسوئی اور دھیان کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کیجئے اور ساری زندگی کو تعلق اللہ کا نمونہ بنایئے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک سوکھی ٹہنی کو زور زور سے ہلایا۔ سب پتے ٹہنی ہلانے سے جھڑ گئے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ صلوٰۃ قائم کرنے والوں کے گناہ اسی طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح اس سوکھی ٹہنی کے پتے جھڑ گئے۔ اور اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

''اور نماز قائم کرو دن کے دونوں کناروں پر اور کچھ رات گئے پر بلاشبہ عمل خیر برائیوں کو مٹا دیتا ہے۔ یہ نصیحت ہے نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے۔''

اللہ تعالیٰ کے ساتھ ربط قائم ہو جانے سے انسان کا دل مطمئن ہو جاتا ہے اور اس کے اوپر سکون کی بارش برستی رہتی ہے۔ روحانیت میں قیام صلوٰۃ کا ترجمہ ربط قائم کرنا ہے یعنی اپنے اللہ سے ہر حال اور ہر حرکت میں تعلق اور ربط قائم رکھا جائے۔ نماز کے ذریعے خدا سے قربت حاصل کیجئے۔ بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ اس کے حضور سجدہ کرتا ہے۔

نور نبوت

دشمنوں کی فتنہ انگیزی اور ظلم و ستم سے گھبرا کر، بے ہمت، بزدل اور پریشان ہو کر، بے رحموں کے سامنے سرنگوں ہو کر اپنے قومی وقار کو داغدار کرنا دراصل احساس کمتری اور خود کو ذلیل کرنے کی علامت ہے، اس کمزوری کا کھوج لگایئے کہ آپ کے دشمن میں آپ پر ستم ڈھانے اور آپ کے ملی تشخص کو پائمال کرنے کی جرأت کیوں ہوئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی دو وجہیں بتائی ہیں۔

۱۔ مسلمان دنیا سے محبت کرنے لگیں گے۔

۲۔ موت ان کے اوپر خوف بن کر چھا جائے گی۔

مسلمان کی تعریف یہ ہے کہ حالات کیسے بھی لرزہ خیز ہوں، وہ حق کی حمایت میں کبھی کوتاہی نہیں کرتا۔ شدید آزمائش میں بھی حق کا دامن نہیں چھوڑتا۔ کوئی موت سے ڈرائے تو وہ مسکرا دیتا ہے اور شہادت کا موقع آئے تو شوق و جذبے کے ساتھ اس کا استقبال کرتا ہے۔

ان اجتماعی امراض کے خلاف برابر جہاد کرتے رہیئے۔ جن سے سوسائٹی میں خوف و دہشت کی گھٹائیں چھا جاتی ہیں اور پھر دشمنوں کے تسلط سے قوم بے بس ہو کر رہ جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں جس قوم میں خیانت کا بازار گرم ہو جائے گا خدا اس قوم کے دلوں میں دشمن کا خوف اور دہشت بٹھا دے گا۔ جس معاشرے میں ناپ تول میں کمی اور ملاوٹ کا رواج عام ہو جاتا ہے وہ ضرور قحط کا شکار ہو گی اور جہاں ناحق فیصلے ہوں گے وہاں لازماً خونریزی ہو گی۔ جو قوم بھی بدعہدی کرے گی اس پر بہر حال دشمن کا تسلط ہو کر رہے گا۔

خوف و دہشت کا غلبہ ہو جائے تو اصلاح نفس کے ساتھ ساتھ یہ دعا پڑھئے انشاء اللہ ڈر اور خوف سے نجات مل جائے گی اور اطمینان قلب نصیب ہو گا۔

ایک شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! مجھ پر دہشت طاری رہتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ یہ دعا پڑھو۔ اس نے اس دعا کا ورد کیا۔ خدا نے اس کے دل سے دہشت دور کر دی۔

سبحان اللہ الملک القدوس رب الملائکۃ والروح جللت السموات والارض بالعزۃ والجبروت

ترجمہ: ''پاک و برتر ہے اللہ، بادشاہ حقیقی، عیبوں سے پاک، اے فرشتوں اور جبرئیل کے پروردگار! تیرا ہی اقتدار اور دبدبہ آسمانوں اور زمین پر چھایا ہوا ہے۔

اگر خدانخواستہ کسی خطہ میں مسلمان قوم دشمن کے نرغے میں پھنس جائے تو ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھنی چاہئے۔

اللّٰھم استر عواتنا وامن روعاتنا

ترجمہ: ''خدایا! تو ہماری عزت و آبرو کی حفاظت کر اور خوف و ہراس سے امن عطا فرما۔

☆☆☆☆☆